حیات الموات فی بیان سماع الاموات

۱۳۰۵ھ

بے جان کی زندگی، مُردوں کی سماعت کے بیان میں

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجددامام احمد رضا علیہ الرحمہ

رسالہ

حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات

۱۳۰۵ھ

(بے جان کی زندگی، مُردوں کی سماعت کے بیان میں)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للہ الذی خلق الانسان ٭ علمہ البیان ٭ واعطاہ سمعا وبصرا وعلما فی ان ٭ وجعلہ مظہر الصفات الرحمٰن ٭ ولم یجعلہ معدوما بفناء الابدان ٭ والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان ٭ علی السمیع البصیر العلیم الخبیر الملک المستعان ٭ المولی الکریم الرؤف الرحیم العظیم الشان ٭ سیدنا و مولٰنا محمد النافذ حکمہ فی عوالم الامکان ٭ و علٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ الغوث الباھر السلطان ٭ الحق المنعم فی القبر المکرم

تمام تعریف اللہ کے لیے جس نے انسان کو پیدا کیا، اسے بیان سکھایا۔ اسے سماعت، بصارت اور علم دے کر سنوارا۔ اسے رحمان کی صفات کا مظہر بنایا، اور بدنوں کے فنا ہونے سے اس کو معدوم نہ فرمایا

اور زیادہ تام وکامل تر درود وسلام ہو ان پر جو سننے دیکھنے جاننے خبر دینے والے سلطان ہیں جن سے مدد مانگی جاتی ہے، جو کریم آقا، بڑے مہربان، رحم کرنے والے، بڑی شان والے ہیں، ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد جن کا حکم امکان کے جہانوں میں نافذ ہے اور ان کی آل واصحاب اور ان کے

بفضل المنان ⁘ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ شھادۃ یحیٰی بھا وجہ الدیان ⁘ واشھد ان محمدًا عبدہٗ و رسولہ شھادۃ توردنا موارد الرضوان ⁘ فصلی اللہ وسلم وبارک وانعم علی ھذا الحبیب القریب الملتجیٰ البعید المرتقی الرفیع المکان ⁘ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ وعیالہ وحزبہ اولی العلم والعرفان ⁘ وعلینا معھم وبھم ولھم یا جلیل الاحسان ⁘ وجمیل الامتنان ⁘ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین ۔

فرزند روشن دلیل والے غوث والے پر جو بہت احسان فرمانے والے رب کے فضل سے قبر مکرم میں زندہ انعام یافتہ ہیں ۔ اور میں شہادت دیتا ہُوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ، وُہ یکتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ایسی شہادت جس سے جزا دینے والے رب کو تحیت پیش کی جائے ، اور میں شہادت دیتا ہُوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ایسی شہادت جو ہمیں رضوان کے مقامات میں اتارے ۔ تو خدا کا درود و سلام اور برکت و انعام ہو اس محبوب پر جو التجا کے لیے قریب ، منزلِ ارتقا میں بعید ، بلند مرتبے والے ہیں اور اُن کی آل و اصحاب و عیال اور علم و عرفان والی جماعت پر ، اور اُن کے ساتھ ، ان کے طفیل ، ان کے سبب ہم پر بھی ، اے بزرگ احسان ، جمیل امتنان والے ، قبول فرما ، قبول فرما ، اے معبودِ برحق قبول فرما ! (ت)

امّا بعد ! یہ معدود سطریں ہیں یا منضود سلکیں ۔ تنقیح مسئلہ علم و سماعِ موتٰی ، وطلبِ دعا بمشاہد اولیا ، میں ، جنھیں افقر الفقرا ، احقر الورٰی عبدالمصطفٰے احمد رضا محمدی ، سُنّی ، حنفی ، قادری ، برکاتی ، بریلوی ، اصلح اللہ عملہ وحقق املہٗ نے اوائل ماہِ رجب ۱۳۰۵ھ ہجریہ کی چند تاریخوں میں رنگِ تحریر دیا ، اور بلحاظِ تاریخ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات ۱۳۰۵ھ سے مسمّٰی کیا ، اس سے پہلے کہ فقیر غفرلہٗ نے چند کلمے مسمّٰی بہ الاھلال بفیض الاولیاء بعد الوصال ۱۳۰۳ھ جمع کیے تھے ، اُن کے اکثر مطالب و مضامین بھی اس رسالہ کے بعض انواع و فصول میں مندرج ہُوئے ۔ اب یہ عجالہ نہ صرف علم و سماعِ موتٰی کا ثبوت دے گا بلکہ بحول اللہ تعالٰی خوب واضح کرے گا کہ حضرات اولیاء بعد الوصال زندہ اور اُن کے تصرف و کرامات پایندہ اور ان کے فیض بدستور جاری اور ہم غلاموں خادموں محبوں معتقدوں کے ساتھ وہی امداد و اعانت و یاری ، والحمد للہ القدیر الباری ۔

یہ رسالہ حق سے متصل ، باطل سے منفصل مقدمہ و سہ مقصد و خاتمہ پر مشتمل وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ھو مولٰنا وعلیہ التعویل ۔

مقدمہ باعث تالیف میں سلخ جمادی الآخرہ ۱۳۰۵ھ کو ایک مسئلہ بغرض تصدیق و اظہار ادعائے طلبِ تحقیق فقیر کے پاس آیا ، صورتِ سوال یہ تھی :

(مسئلہ ۲۷۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں باب (کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں۔ت) کہ ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا اُس وقت یہ کلمہ زبان سے نکلا کہ اے بزرگ برگزیدۂ درگاہِ کبریائی! آپ اللہ پاک سے میرے واسطے دعا کیجئے کہ حاجت میری فلانی برآوے کیونکہ آپ بزرگ ہیں بطفیلِ رسولِ[ع۱] مقبول، واسطے اللہ کے حاجت برآوے۔ بعد کو کچھ فاتحہ و درود شریف پڑھا اور پیشتر میں پڑھا۔ یوں مزارگاہ میں جانا اور دُعا مانگنا اور زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زیادہ والسلام، فقط انتہی بلفظہ۔

اس پر بعض اجلۂ مخادیم کا جواب مزین بمہر ودستخط جناب تھا، جس میں صاف صاف صورت مذکورہ کو شرک اور ادنٰی درجہ شائبۂ شرک قرار دیا، اور دلیل میں ایک نئے طور پر اصحابِ قبور کے انکارِ سماع بلکہ استحالہ و امتناع سے کام لیا، تحریر شریف یہ ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم اس میں شک نہیں کہ زیارتِ قبورِ مومنین خاصۃً بزرگانِ دین، اور پڑھنا درود شریف اور سورۂ فاتحہ وغیرہ کا اور ثوابِ خیرات اموات کو بخشنا مندوب ومسنون ہے، جس پر حدیث شریف جناب سید الثقلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا۔[1] میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا تو اب تم ان کی زیارت کرو۔ (ت)

نص صریح ناطق۔ لیکن بزرگانِ اہلِ قبور کو مخاطب طلب دعا وحاجت روائی خود کرنا خالی از شائبہ وشبہہ شرک نہیں، کیونکہ جب درمیان زائر اور مقبور کے حجب عدیدہ سمع وبصر حائل تو سماع اصوات اور ابصار صور محال، اگرچہ بعض اموات کو بوجہ قطع تعلق از مادہ زیادتِ[ع۲] ادراک بھی حاصل ہو۔ لیکن یہ مستلزم اس کو نہیں کہ بلا توجہ خاص جس کا

ع۱ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ع۲ عجیب لطیفۂ غیبی اقول وباللہ التوفیق، ذی علم اگرچہ لغزش کریں پھر بھی سخنِ حق اُن کے کلام میں اپنی جھلک دکھا ہی جاتا ہے۔ یہ توجیہ مولوی صاحب نے ایسے فرمائے جس نے مذہبِ حق کی وجہ موجہ ظاہر کر دی، میں عرض کروں جب زیادتِ ادراک کی وجہ علائقِ مادی کا انقطاع ہے تو وہ عموماً ہر میت کو حاصل (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ القبور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴
مشکوٰۃ المصابیح باب زیارۃ القبور فصل اول مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴

انکشافِ حالِ خارج از علمِ زائر اور بجز اختیار پروردگارِ عالم ہے۔ بر وقتِ دُعا زائر کے وُہ بزرگ اُس کی دُعا کو سُن لیں،
جب زائر بلا حصولِ علم مرتکب سوال کا ہے تو گویا سائل نے اہلِ قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا ہے، اور نہیں
ہے یہ اعتقاد مگر شرک۔ اور ادنیٰ درجہ شائبہ و شبہہ شرک تو ضرور ہُوا، جس سے احتراز و اجتناب لازم و واجب۔
فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریحِ تام موجود از انجملہ ہے، سُورہٴ یوسف میں ہے:

وما یؤمن اکثرھم باللّٰہ الا وھم مشرکون[1] اور ان میں اکثر خدا کو نہیں مانتے مگر شرک کرتے ہوئے۔(ت)

اور حدیث شریف میں ہے:

من حلف بغیر اللّٰہ فقد اشرک[2] جس نے غیر خدا کی قسم کھائی اس نے شرک کا کام کیا۔(ت)

اور اس حرمت کا سبب سوائے اس کے نہیں کہ حالف کی اس قسمِ غیر خدا سے ظاہر ہوتا ہے کہ وُہ اپنے عقیدے
میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رساں جانتا ہے جو معناً شرک ہے۔ واللّٰہ تعالیٰ اعلم

مُہر شریف

اس جواب کو دیکھ کر زیادہ ترحیرت یہ ہُوئی کہ مولوی صاحب کی کوئی تحریر ان خلافاتِ مُحدثہ میں آج تک نظر سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کہ موت خود اسی قطعِ تعلق مادی کا نام ہے، تو بعض اموات کی تخصیص محض بے وجہ، بلکہ
تمام اموات کو حاصل ہونا چاہئے، اور بیشک ایسا ہے۔ اسی لیے اکابر محققین تصریح فرماتے ہیں کہ موت کے
بعد کا ادراک بہ نسبت ادراکِ حیات کے بہت وافر اور روشن تر ہے۔ مقصدِ اخیر میں اس کی بعض تصریحیں آئیں گی،
زیادہ نہیں تو نوعِ دوم مقصد سوم مقال چہارم میں شاہ عبدالعزیز صاحب ہی کا قول ملاحظہ ہو جائے۔ منہ

عـــہ۳ مولوی صاحب اس کلام سے شاہ عبدالعزیز صاحب کے اُس قول کی طرف مشیر ہیں جس کا ایک پارہ نوع ۲
مقصد ۳ مقال ۱۶ میں مذکور ہوگا۔ اور تتمہ جس نے آدھی وہابیت کا کام تمام کردیا عنقریب سوال ۱۵ میں آتا ہے
ان شاء اللّٰہ تعالیٰ، اُس میں شاہ صاحب نے بے شائبہ شبہہ ثابت مانا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ بعض اولیائے کرام
کے مدارک کو ایسی وسعت دیتا ہے مولوی صاحب کے لفظ یہاں ایسے واقع ہُوئے جو اقرار و انکار دونوں کا پہلو
دیں، خیر اگر شاہ صاحب کو اس قول میں خاطی پائیں اور اپنی اگرچہ کو اساغت یا فرض ہی پر محمول رکھیں تاہم
ہمیں مضر نہیں، نہ آپ کے کلام کی اصلاح کرسکتا ہے، کما ستری، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔ منہ

---

[1] القرآن ۱۲/ ۱۰۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللّٰہ بن عمر دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۸۷

نہ گزری تھی۔ گمان یوں تھا کہ قصداً احتراز فرماتے ہیں بلکہ غلو منکرین کو خود بھی لائقِ انکار ٹھہراتے ہیں۔ طرفہ تریہ کہ پہلی بسم اللہ قلم کو اذنِ رقم ملا تو یوں کہ طرزِ ارشاد فریقین کے مضاد، پھر سراپا ناتمامی تقریب و ناکامی مدعا، و اجنبیت دلیل و بے تعلقی دعوٰی اگرچہ حضراتِ نجدیہ کا قدیمی دستور، مگر فضیلت سے بغایت دُور، فقیر کو بعض وجوہ سے مولوی صاحب کی رعایت ایک حد تک منظور، و لہذا ان سطور میں نام نامی مستور و نامسطور، مگر اظہارِ حق بنصِ قرآن ضرور، اور حدیثِ صحیح میں الدین النصح لکل مسلمٍ[1] (دین ہر مسلم کی خیر خواہی ہے۔ت) ماثور۔ میرا مقصد تھا کہ اس مسئلہ میں تحقیق بالغ و تنقیحِ بازغ سے کام لوں، اُس تفصیلِ جامع و تحریرِ لامع سے اختتام دوں کہ براہینِ اثبات کا حصر وافی ہو، ازاحتِ شبہات کا احاطہ کافی ہو، مگر جب دیکھا کہ خود جواب جناب مذہب منکرین سے منزلوں دُور، اور اکثر اوہام جو اُدھر سے پیش ہوتے ہیں آپ ہی کی تحریر سے ہباءً منثور، تو مجھے بہت کفایتِ مؤنت و کمیِ مشقت ہُوئی۔ اور آخر رائے اس پر ٹھہری کہ بالفعل جناب کی تقریرِ خاص پر جو اعتراضات میرے ذہن میں ہیں گزارش کرکے چند آثار و احادیث و اقوال علمائے قدیم و حدیث و نبذے بحث اصل مدعا، یعنی ارواحِ طیّبہ سے طلبِ دُعا، اور بعد وصال ان کا فیض و نوال لکھ کر ختمِ کلام کروں اور بقیہ تحقیقاتِ باہرہ و تدقیقاتِ قاہرہ جو بحمداللہ حاضرِ خاطر بندہ قاصر ہیں، انھیں بشرطِ جواب مولوی صاحب دورِ آئندہ پر محول رکھوں۔ بااینہمہ یہ مختصر رسالہ اِن شاء اللہ تعالٰی ثابت کردے گا کہ مولوی صاحب کی یہ چند سطری تحریر اور اس پر مع اُن کے اصل مذہب[ع] کے چار سَو وجہ سے دارو گیر۔ واللہ المعین وبہ استعین۔

المقصد الاوّل فی الاعتراضات وازاحۃ الشبہات

(پہلا مقصد اعتراضات اور ازالۂ شُبہات میں)

اور اس میں دو نوع ہیں:

نوعِ اوّل اعتراضاتِ مقصودہ میں ـــــ شاید مولوی صاحب نامِ اعتراضات سے ناراض ہوں، لہذا مناسب کہ پیرایۂ سوال میں اعتراض ہوں۔

فاقول وبہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق (تو میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق، اور اسی کی

ع: اصل مذہب سے کبرائے مذہبِ مولوی صاحب کی تصریح مراد ہے کہ میت جماد ہے ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

مدد سے بلندیٔ تحقیق تک رسائی ہے۔ت)

سوال (۱) جناب نے قبر کی مٹی حائل دیکھ کر آواز سننی، صورت دیکھنی محال ٹھہرائی۔ اس سے مراد محالِ عقلی یا شرعی یا عادی، بر تقدیر اول کاش کوئی برہانِ قاطع اُس کے استحالہ پر قائم فرمائی ہوتی۔ میں پوچھتا ہوں اللہ تعالٰی قادر ہے کہ یہ حائل مانع احساس نہ ہو، اگر کہئے نہ، تو اِنّ اللّٰہ علٰی کل شیئ قدیر[1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر شَے پر قادر ہے۔ت) کا کیا جواب؟ ــــ اور فرمایئے ہاں تو استحالہ کہاں؟ ــــ بر تقدیر ثانی آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ سے ثابت کیجئے کہ جب تک یہ حجاب حائل رہیں گے ابصار و سماع نہ ہوسکیں گے۔ الفاظِ شریفہ ملحوظِ خاطر رہیں ــــ بر تقدیر ثالث عادتِ اہلِ دُنیا مراد یا عادتِ اہلِ برزخ۔ درصورتِ اوّل کیا دلیل ہے کہ مانع دنیوی عائق برزخ بھی ہے۔ کیا جناب کے نزدیک برزخ دنیا کا ایک رنگ ہے؟ اہلِ دنیا ملائکہ کو نہیں دیکھتے مگر بطور خرقِ عادت۔ اور برزخ والے عموماً دیکھتے ہیں، حتی کہ کفار بھی۔ احادیثِ نکیرین چھپنے کی چیز نہیں۔ درصورتِ دوم جناب نے یہ عادتِ اہلِ برزخ کیونکر جانی، اموات نے تو آکر بیان ہی نہ کیا۔ اور طریقے سے علم ہُوا تو ارشاد ہو۔ اور ماول کہ دعوٰے بتمامہا زیر لحاظ رہے۔

سوال (۲) اسی تشقیق سے احد الشقین الاولین مراد تو آپ ہی کا آخر کلام اُس کا اوّل رادکہ محالِ عقلی صالح تعلق اذن نہیں۔ اور محالِ شرعی سے ہرگز اذن متعلق نہ ہوگا۔ و بر شقِ ثالث اُس کا اعتقاد ممکن کا اعتقاد کہ ہر محالِ عادی ممکن عقلی ہے اور شرک اعظم محالاتِ عقلیہ کا اعتقاد، تو اعتقاد ممکن عقلی کا شرک ہونا محالِ عقلی بیّن الفساد و بعبارۃ اخری اوضح و اجلی (اور بعبارتِ دیگر زیادہ واضح و روشن۔ت) جناب کی پچھلی عبارت صاف گواہ کہ بعض اموات کو ایسی زیادتِ ادراک عطا ہوتی ہے کہ وہ توجہ خاص کریں تو باذن اللہ دعائے زائر سُن سکتے ہیں ــــ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی قادر ہے یا نہیں کہ یہ قوت اُنھیں ہر وقت کے لیے بخشے ــــ بر تقدیر انکار سخت مشکل۔ افعیینا بالخلق الاوّل[2] (تو کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے۔ت) درصورتِ اقرار میت یہ وصف ملنے سے خدا کا شریک ہوگیا یا نہیں؟ میں جانتا ہوں ہاں نہ کہئے گا، اور جب نہ کی ٹھہری تو میں عرض کروں وُہ وصف جس کے ثبوت سے خدا کی شرکت لازم نہ آئی اُس کے اثبات سے خدا کا شریک ہونا کیونکر قرار پایا؟ اور جس کی حقیقت شرک نہیں اُس کا گویا شائبہ کیونکر ہوا؟

سوال (۳) کیا آدمی اُسی کام کو حلال جانے جس کے بکار آمد ہونے پر یقین رکھتا ہو۔ باقی کو حرام سمجھے یا صرف امید کافی اگرچہ علم نہ ہو۔ درصورتِ اولٰی واجب کہ نماز روزہ اور تمام اعمالِ حسنہ کو حرام جانیں کہ وہ بے قبول بکار آمد نہیں اور

---

[1] القرآن ۲/ ۲۰

[2] القرآن ۵۰/ ۱۵

ہم میں کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے اعمال قطعاً مقبول —— درصورتِ ثانیہ جب آپ کے نزدیک بھی بعض اکابر کا ایسا قوی الادراک[ع۱] ہونا مسلم کہ بتوجہ خاص باذن اللہ تعالٰی دعائے زائر سُن لیں تو وہاں کرمِ الٰہی سے ہر وقت امید و توقع موجود کہ سننے کا علم نہیں، تو نہ سُننے پر بھی جزم نہیں۔ پھر کلام کیونکر ناروا ہو سکتا ہے۔ جناب کو اپنا اطلاق حکم ملحوظِ خاطرِ عاطر رہے۔

سوال (۴) یہ تو ظاہر کہ سائل جن کے دروازوں پر سوال کرتے ہیں وہ ہر وقت فراخ دست نہیں ہوتے، اب ان سائلوں کو حضرت کے اعتقاد میں ہر شخص کے حالِ خانہ پر اطلاع و وقوف ہے یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں تو جس طرح جناب کے نزدیک زائر بیچاروں نے حضرات اولیاء کو سمیع و بصیر علی الاطلاق مانا، یونہی[ع۲] آپ نے ان بھیک مانگنے والوں، جوگیوں، سادھوؤں کو علیم و خبیر علی الاطلاق جانا۔ والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی اور اگر فرمائیے نہ، تو جبکہ سائل بلا حصولِ علم مرتکب سوال ہوتے ہیں۔ آپ کے طور پر گویا اہلِ بیوت کو معطی و قدیر علی الاطلاق قرار دیتے ہیں یا نہیں —— بر تقدیر اوّل واجب ہوا کہ سوال شرک نہ ہو تو ادنٰی درجہ شائبہ و شبہہ شرک ضرور ہو حالانکہ بہت اکابر علماء و اولیاء نے وقتِ حاجت اُس پر اقدام فرمایا ہے، حضرت ابو سعید خراز قدس سرہ العزیز جن کی عظمتِ عرفان و جلالتِ شان آفتابِ نیمروز سے اظہر، ہنگامہ فاقہ ہاتھ پھیلاتے اور شیئاً للہ فرماتے —— یونہی سید الطائفہ جنید بغدادی کے استاد حضرت ابو حفص حداد و حضرت ابراہیم ادھم و امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے وقتِ ضرورتِ شرعیہ سوال منقول[ع۳] نقل کل ذٰلک العلامۃ المناوی فی التیسیر[1] (یہ سب علامہ مناوی نے تیسیر میں نقل کیا ہے۔ ت) کتبِ فقہیہ شاہد عادل کہ بعض صور میں علمائے کرام نے سوال فرض بتایا ہے۔ معاذ اللہ! یہ آپ کے طور پر شرک یا شائبہ شرک کا فرض ہونا ہوگا۔ بر تقدیرِ ثانی زائر بیچارہ بلا حصولِ علم

ع۱ اگر تسلیم تحقیقی ہے تو امر ظاہر اور بطور تجویز و تقدیر ہے۔ تو یہی عرض کیا جاتا ہے کہ یہ صورت مان کر پھر اُس کلام کی کیا گنجائش ہے۔ یہ نکتہ محفوظ رہنا چاہیے۔ ۱۲ منہ

ع۲ تشبیہ مقصود بالذات ہے کہ یہ سوال نقضِ اجمالی ہے ورنہ ہمارے نزدیک نہ صرف اتنا علم و خبر مطلق نہ فقط اُتنا سمع و بصر مطلق۔ ۱۲ منہ

ع۳ تحت قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من سأل من غیر فقر فکانما یاکل الجمر ۱۲ منہ

زیرِ ارشادِ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جس نے بغیر احتیاج کے سوال کیا گویا وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱؎ التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من سأل الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲/۴۲۱

سوال کرنے پر کیوں ان الفاظ کا مصداق ہوا۔

سوال (۵) جو شخص ایک جگہ خاص پر ہو کر وہاں جا کر جس وقت بات کیجئے سن لے۔ اس قدر سے اسے سمیع علی الاطلاق کہا جائے گا یا نہیں۔ اگر کہیے ہاں، تو اپنے نفس نفیس کو سمیع علی الاطلاق مانیے۔ ہم نے تو ہمیشہ یہی دیکھا ہے کہ دولت خانہ پر جا کر جب کسی نے بات کی ہے آپ کے کان تک پہنچی ہے۔ اور فرمایئے نہ، تو مزار پر جا کر سمیع علی الاطلاق جاننا کیونکر سمجھا گیا!

سوال (۶) زمانہ وجود مخاطب کے استغراق ازمنہ با وصف خصوص مکان کو جناب نے مثبت سمع علی الاطلاق ٹھہرایا تو استغراق ازمنہ وجود و امکنہ دنیا بدرجۂ اولٰی موجب ہوگا۔ اب کیا جواب ہے اُس حدیث سے کہ امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی و عقیلی اور ابن النجار و ابنِ عساکر و ابو القاسم اصبہانی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو فرماتے سُنا:

ان للہ تعالٰی ملکا اعطاہ اسماع الخلائق (زاد الطبرانی کلھا) قائم علٰی قبری (زاد الٰی یوم القیٰمۃ) فما من احد یصلی علی صلٰوۃ الا ابلغنیھا[1]۔

بیشک اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام جہان کی بات سُن لینی عطا کی ہے، وہ قیامت تک میری قبر پر حاضر ہے، جو مجھ پر درود بھیجتا ہے یہ مجھے عرض کرتا ہے۔ (ت)

علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ عبدالرؤف شرح جامع صغیر میں اعطاہ اسماع الخلائق کی شرح میں یُوں فرماتے ہیں:

ای قوۃ یقتدر بھا علٰی سماع ما ینطق بہ کل مخلوق من انس وجن وغیرھما (زاد المناوی) فی ای موضع کان[2]۔

یعنی اللہ تعالٰے نے اُس فرشتے کو ایسی قوت دی ہے کہ انسان جن وغیرہما تمام مخلوقِ الٰہی کی زبان سے جو کچھ نکلے اُسے سب کے سُننے کی طاقت ہے جہاں کہیں کی آواز ہو (ت)

اور دیلمی نے مسند الفردوس میں سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثروا الصلٰوۃ علیّ فان اللہ تعالٰی وکل لی ملکا

مجھ پر درود بہت بھیجو کہ اللہ تعالٰے نے میرے مزار پر

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ البخاری والطبرانی المقصد الرابع دار المعرفہ بیروت ۵/ ۳۳۶

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث ان للہ ملکا الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۳۳۰

عند قبری فاذا اصلی علی رجل من اُمتی قال لی ذٰلک الملك یا محمد ان فلان بن فلان یصلی علیك الساعۃ[1]۔

ایک فرشتہ متعین فرمایا ہے جب کوئی اُمتی میرا مجھ پر درود بھیجتا ہے وُہ مجھ سے عرض کرتا ہے: یارسول اللہ! فلاں بن فلاں نے ابھی ابھی حضور پر درود بھیجی ہے (ت)

اللھم صل وبارك علٰی ھذا الحبیب المجتبٰی والشفیع المرتجی وعلٰی اٰلہ و اصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین صلٰوۃ تدوم بدوامك وتبقی ببقائك کما ھو اھل لہ وکما انت اھل لہ اٰمین اٰمین الٰہ الحق اٰمین۔

اے اللہ! درود اور برکت نازل فرما اس حبیب پر جو برگزیدہ ہیں اور اس شفیع پر جن سے کرم کی امید ہے اور ان کی آل، اصحاب، ان کی امت کے اولیاء، ان کی ملت کے علماء سب پر ایسا درود جسے تیرے دوام کے ساتھ دوام اور تیری بقا کے ساتھ بقا ہو، ایسا درود جس کے وُہ اہل ہیں اور جو تیری شان کے لائق ہو، قبول فرما، قبول فرما اے معبودِ برحق قبول فرما! (ت)

؎ جاں می دہم در آرزو اے قاصد آخر باز گو
در مجلس آں نازنین حرفے گر از ما مے رود

(اے قاصد! اس آرزو میں جان دے رہا ہوں کہ اُس محبوب کی مجلس میں پھر ایک بات پہنچادو اگر پہنچ سکے۔ ت)

بھلا ارشاد ہو، اولیائے کرام تو خاص حاضرانِ مزار کی بات سُننے پر سمیع علی الاطلاق ہوئے جاتے ہیں۔ یہ بندہ خدا کہ بارگاہِ عرش جاہ سلطانی صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے جُدا نہیں ہوتا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک وقت میں شرقاً غرباً جنوباً شمالاً تمام دُنیا کی آوازیں سُنتا ہے اُسے کیا قرار دیا جائے گا۔ آپ کو تو کیا کہوں مگر ان نجدی شرک فروشوں نے نہ خدا کی قدرت دیکھی ہے کہ وُہ اپنے بندوں کو کیا کیا عطا فرما سکتا ہے، نہ اس کی عظمت صفات سمجھی ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر شرک کا ماتھا ٹھنکتا ہے ماقدروا اللّٰہ حق قدرہ[2] (اُنھوں نے خدا کی قدرت نہ جانی جیسا کہ اس کی قدر کا حق تھا۔ ت)

سوال (۷) کیا بات سُننے کے لیے صورت دیکھنی بھی ضرور، جب تو واجب کہ تمام اندھے بہرے ہوں اور فرشتہ مذکور آپ کے طور پر بصیر علے الاطلاق بلکہ اس سے بھی کچھ زائد، ورنہ فقط خطاب کرنے سے بصیر ماننا کیونکر مفہوم

---

[1] کنز العمال بحوالہ مسند الفردوس حدیث ۲۱۸۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۴۹۴
[2] القرآن ۲۲/۷۴

ہوا۔ عموم و اطلاق تو بالائے طاق۔

سوال (۸) بفرض لزوم سماع کلام کو مطلق بصر درکار، جو رؤیتِ مخاطب سے حاصل۔ یا بصر علے الاول ملازمت باطل۔ وعلی الثانی لازم کہ تمام مخلوقِ الٰہی بہری اور کسی بات کا سُننا کسی غیرِ خدا کے لیے ماننا مطلقاً مستلزم شرک ہو تو سب مشرک ہیں، یا ہر ذی سمع بصیر علے الاطلاق تو آفت اشد ہے۔ والعیاذ باللہ۔

سوال (۹) اُن اولیاء کی زیادتِ ادراک اگر اسے مستلزم نہیں کہ ہر کلام زائر سُن لیں تو اُسے بھی نہیں کہ سب کو نہ سُنیں آپ خود عدم استلزام فرماتے ہیں نہ استلزام عدم، تو دونوں صورت میں محتمل رہیں۔ پھر ایک امر محتمل پر جزم شرک کیونکر ہوسکتا ہے۔ غایت یہ کہ بے دلیل ہو تو غلط سہی، کیا ہر غلط بات شرک ہوتی ہے!

سوال (۱۰) مجھے نہیں معلوم کہ قرآنِ عظیم میں ایک جگہ بھی بیان فرمایا ہو کہ مزارات پر جاکر کلام و خطاب کرنا شرک یا حرام ہے۔ یا اتنا ہی ارشاد ہُوا ہو؛ جو ایسا کرتا ہے گویا اصحابِ قبور کو سمیع یا بصیر علے الاطلاق مانتا ہے۔ اور حضرت کی صحتِ استدلال اُنھیں امور پر مبنی۔ آپ فرماتے ہیں فرقانِ حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود۔ مَیں مقاماتِ متعددہ کی تکلیف نہیں دیتا، ایک ہی آیت فرما دیجئے جس میں صاف صاف مضمون مذکور مزبور ہو۔ بیّنوا توجروا۔

سوال (۱۱) سُورۂ یوسف کی آیۂ کریمہ کہ تلاوت فرمائی اُس کا ترجمہ و مطلب میں کیوں عرض کروں، مولوی اسمٰعیل سے سُنئے۔ تقویۃ الایمان میں لکھا ہے:

> "نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر یہ کہ شرک کرتے ہیں[1] یعنی اکثر لوگ جو دعوٰی ایمان کا رکھتے ہیں سو وہ شرک میں گرفتار ہیں" انتہی

خدارا اس میں مزاراتِ اولیاء پر جانے یا اُن سے کلام و خطاب کرنے کا کون سا حرف ہے، استغفراللہ! نام کو بُو بھی نہیں، تصریح تام تو بڑی چیز ہے۔ پھر اُس آیت نے جناب کا کون سا دعوٰی ثابت کیا یا حضارِ مزار کو کیا الزام دیا۔ اگر ایسے ہی بے علاقہ استناد کا نام تصریح تام، تو ہر شخص اپنے دعوے پر قرآن عظیم کی آیت پیش کرسکتا ہے۔ مثلاً فلسفی کہے، توسیط عقول حق ہے ورنہ لازم آئے کہ تمام اشیاء متکثرہ اُس واحد حقیقی سے بالذات صادر ہُوئی ہوں۔ اور یہ خدائے عزوجل پر افترا۔ فان الواحد لا یصدر عنہ الا الواحد (کیونکہ واحد سے واحد ہی صادر ہوسکتا ہے۔ ت) اور اللہ تعالٰی پر افترا حرام قطعی۔ قرآن حمید میں بمقامات متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود، ازانجملہ ہے سورۂ انعام میں: ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2] (جو لوگ

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴

[2] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

اللہ پر جھُوٹا افترا کرتے ہیں وہ مراد کو پہنچنے والے نہیں۔ ت) یا نصرانی کے انکارِ تثلیث گناہِ عظیم ہے کہ تثلیث آیت انجیل محرف سے ثابت، اور آیتِ الٰہیہ کی تکذیب موجبِ عذابِ شدید۔ قرآن حمید میں بمقاماتِ متعددہ اس کا بیان بتصریح تام موجود از انجملہ ہے سُورۂ عنکبوت میں، وما یجحد بایٰتنا الا الظّٰلمون[1] (ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر وہی جو ظالم ہیں۔ ت) ارشاد فرمائیے کیا ان تقریروں سے اُن کی استدلال تام ہوگئی، اور اُن کے جھُوٹے دعوے معاذ اللہ قرآنِ عظیم نے ثابت کردیے؛ حاش للہ، واستغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ ـــــ

میں نہیں چاہتا کہ عیاذاً باللہ فلاں وبہمان کی طرح آیاتِ الٰہیہ کو اُن کے موقع ومحل سے بیگانہ کرکے بزور زبان دوسری طرف پھیرا جائے، ورنہ حضراتِ منکرین کے مقابل آیۂ کریمہ کما یئس الکفار من اصحاب القبور[2] (جیسے کفار اہلِ قبور سے ناامید ہو بیٹھے۔ ت) بہت اچھی طرح پیش ہوسکتی ہے۔ اور وہ اس آیت کی بہ نسبت جو آپ نے تلاوت کی ہزار درجہ زیادہ محل وموقع سے تعلق رکھتی ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: اہلِ قبور سے کافر لوگ ناامید ہو بیٹھے۔ اب غور کرلیا جائے کہ کون لوگ اہلِ قبور سے اُمّید رکھتے ہیں اور کون یاس کے ہاتھوں آس توڑے بیٹھے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صنف اٰخر من ھٰذا النوع

(اسی نوع کی ایک اَور قسم)

یہاں اُن اکابر خاندان عزیزی کے بعض اقوال رنگ تحریر فرمائیں گے جنھوں نے بے حصولِ علم ارتکابِ سوال جائز رکھا اور مولوی صاحب کے طور پر شرک خالص یا بارے درجے شائبۂ شرک میں گرفتار ہُوئے۔

سوال (۱۲) شاہ ولی اللہ ہمعات میں حدیثِ نفس کا علاج بتاتے ہیں:

بارواحِ طیبۂ مشائخ متوجہ شود وبرائے ایشاں فاتحہ خواند یا بزیارت قبرِ ایشاں رود از انجا انجذاب دریوزہ کند[3]	مشائخ کی پاک رُوحوں کی جانب متوجہ ہو اور ان کے لیے فاتحہ پڑھے یا ان کے مزارات کو جائے اور وہاں سے بھیک مانگے۔ (ت)

اقول اوّلاً جناب کے نزدیک مزاراتِ اولیاء سے بھیک مانگنے کا کیا حکم ہے۔ وہاں تو اُن سے دُعا

---

[1] القرآن ۲۹/۴۹

[2] القرآن ۶۰/۱۳

[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۳۴

منگوانا شرک ہُوا جاتا تھا یہاں خود اُن سے بھیک مانگی جاتی ہے۔

ثانیاً کسی سے بھیک مانگنی یونہی معقول کہ وہ اس کی عرض سُنے اور اُس کی طرف توجہ کرے، ورنہ دیواروں پتھروں سے کیا بھیک مانگنا۔ مگر آپ فرما چکے کہ "توجہ خاص کا انکشافِ حال خارج از علمِ زائر و بجز اختیارِ پروردگارِ عالم ہے"۔ اب جو یہ بھیک مانگنے والا شاہ صاحب کے حکم سے بحصولِ علم مرتکب سوال کا ہے اس نے گویا اہلِ قبر کو سمیع و بصیر علی الاطلاق قرار دیا یا نہیں؟ اور شاہ صاحب نے یہ شرکِ خالص یا شائبۂ شرک تعلیم کیا یا نہیں؟ اور ایسی چیز کا سکھانے والا کافر یا مشرک یا بدعتی بدمذہب ہُوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

ثالثاً اُنھوں نے مزار پر جا کر گدائی تو پیچھے بتائی، پہلے گھر ہی بیٹھے ارواحِ طیبہ کی طرف توجہ کرا رہے ہیں، اب تو اطلاق کا پانی سر سے اونچا ہو گیا۔

سوال (۱۳) اُنھی شاہ صاحب نے ایک رباعی لکھی: ؎

آنانکہ زادناس بہیمی جستند	با لجۂ انوار قدم پیوستند
فیض قدس از ہمت ایشاں می جو	دروازۂ فیض قدس ایشان ہستند[1]

(جو لوگ نفس حیوانی کی آلودگیوں سے باہر ہو گئے وہ ذاتِ قدیم کے انوار کی گہرائیوں سے جا ملے، فیضِ قدس ان کی ہمت سے طلب کرو، فیضِ قدس کا دروازہ یہی لوگ ہیں۔ت)

اور مکتوب شرح رباعیات میں خود اس کی شرح یوں کی:

یعنی توجہ بارواحِ طیبۂ مشائخ در تہذیب رُوح و سر نفع بلیغ دارد[2]	یعنی مشائخ کی ارواحِ طیبہ کی جانب توجہ رُوح اور باطن کو سنوارنے میں نفع بلیغ رکھتی ہے (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) کیا اچھا نفع بلیغ ہے کہ بلا حصول علم ان کی ہمت سے فیض چاہ کر مشرک ہو گئے۔

سوال (۱۴) یہی شاہ صاحب "قول الجمیل" میں لکھتے ہیں۔ اُن کی عبارت عربی لاکر ترجمہ کروں، اس سے یہی بہتر کہ مولوی خرم علی صاحب بلہوری مصنفِ نصیحۃ المسلمین کا ترجمہ نقل کروں۔ یہ صاحب بھی عمائد و کبرائے منکرین سے ہیں، شفاء العلیل میں کہتے ہیں:

"مشائخ چشتیہ نے فرمایا، قبرستان میں میت کے سامنے کعبہ معظمہ کو پُشت دے کر بیٹھے، گیارہ بار سورۂ فاتحہ پڑھے پھر میت سے قریب ہو پھر کے یا رُوح اور یا رُوح الرُوح کی دل میں ضرب کرے

---

[1] مکتوبات ولی اللہ از کلماتِ طیبات مکتوب بست و دوم در شرح رباعیات مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴

[2] ایضاً

یہاں تک کہ کشائش و فور پائے پھر منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحبِ قبر سے ہو اس کے دل پر آئے اھ ملخصاً

اقول اولاً اس ندائے یاروح کا حکم ارشاد ہو۔

ثانیاً یہ سائلانِ فیض جو تقریر و تسلیم و اشاعت و تعلیم شاہ صاحب و مترجم صاحب جب جا با بلا حصول علم قبور کے سامنے یاروح یاروح کرنے اور فیض مانگنے بیٹھ گئے۔ آپ کے طور پر اہل قبور کو سمیع و بصیر و معطی و مفیض علی الاطلاق مان کر اور ماتن و مترجم بنا جا کر مشرک ہوئے یا نہیں؟

سوال (۱۵) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر فتح العزیز میں، وہیں جہاں اُنھوں نے بعض خواص اولیاء کو ایسی زیادتِ ادراک ملنی لکھی ہے، یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

"اویسیان تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمایند و اربابِ حاجات و مطالب حلِ مشکلات خود از انہا می طلبند و مے یابند"۔[۱]

اُویسی لوگ اپنے کمالاتِ باطنی کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں، اور اہلِ حاجات و مقاصد اپنی مشکلوں کا حل ان سے مانگتے اور پاتے ہیں (ت)

کہئے زیادت ادراک مسلم، مگر توجہ خاص کا انکشافِ حال تو خارج از علم طالب بجبر اختیار پروردگار عالم ہے، پھر اویسی لوگ جو بلا حصول علم مرتکب استفادہ ہوتے ہیں کیونکر مصداق اُن لفظوں کے نہ ہوئے اور ایسی نسبت کہ معاذ اللہ بذریعہ شرک ملتی ہے، کیونکر صحیح و مقبول ٹھہری۔ یہی شاہ صاحب اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب سے ناقل اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔ شیخ ابوعلی فارمدی کو ابوالحسن خرقانی سے رُوحی فیض ہے اور ان کو بایزید بسطامی کی رُوحانیت سے، اور ان کو امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے[۲] اھ نقلہ البلھوری فی شفاء العلیل (اسے مولوی خرم علی لاہوری نے شفاء العلیل میں نقل کیا۔ ت)

ثانیاً ذرا شاہ صاحب کے پچھلے لفظ کہ "اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل اُن سے مانگتے اور پاتے ہیں" ملحوظِ خاطر رہیں، کس دھوم دھام سے ارواح اولیاء کو حاجت روا مشکل کشا بتایا ہے۔ واللہ! کہا سچ، اگرچہ بُرا مانیں ناواقف ؏

الناس اعداء لما جھلوا

(لوگ جس چیز کو نہیں جانتے اس کے دشمن ہوتے ہیں۔ ت)

---

[۱] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل پانچویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[۲] تفسیر فتح العزیز پارہ عم بیان صدقات و فاتحہ الخ مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[۳] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

؎ غوثِ اعظم بمن بے سروساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

(غوثِ اعظم! مجھ بے سروسامان کی مدد فرمائیں، قبلۂ دیں! مدد فرمائیں، کعبۂ ایمان! مدد فرمائیں)

سوال (۱۶) اُسی تفسیرِ عزیزی میں دفن کو نعمتِ الٰہی ٹھہرا کر اُس کے منافع و فوائد میں لکھتے ہیں:

ازاولیائے مدفونین انتفاع واستفادہ جاریست[1]۔ مدفون اولیاء سے نفع پانا اور فائدہ طلب کرنا جاری ہے۔ (ت)

اقول اولاً انتفاع تک خیر تھی کہ بے مقصد منتفع بھی ممکن، استفادہ نے غضب کردیا کہ وہ نہیں۔ مگر طلب فائدہ، پھر کیا اچھا نفع دفن میں نکالا کہ بندگانِ خدا بے حصول علم مرتکبِ سوال ہو کر معاذ اللہ مشرک ہوتے ہیں۔

ثانیاً لفظ "جاری ست" پر لحاظ رہے کہ اس سے مراد نہیں مگر مسلمانوں میں جاری ہونا، اور جو مسلمانوں میں جاری، ہرگز شرک نہیں کہ جن میں شرک جاری ہرگز مسلمان نہیں۔

سوال (۱۷) مرزا مظہر جانجاناں صاحب جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکاتیب میں قیم طریقۂ احمدیہ و داعی سنتِ نبویہ لکھتے ہیں۔ اور حاشیہ مکتوباتِ ولویہ پر انھیں شاہ صاحب سے اُن کی نسبت منقول ہندوعرب و ولایت میں ایسا متبعِ کتاب وسنت نہیں بلکہ سلف میں بھی کم ہوئے اھ ملخصاً مترجماً۔ یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں:

نسبتِ ما بجناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ می رسد، و فقیر را نیازیِ خاص باںجناب ثابت است۔ دروقتِ عروض عارضہ جسمانی توجہ بآںحضرت واقع می شود وسببِ حصول شفا می گردد[2]۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ تک نسبت پہنچتی ہے اور فقیر کو اُس جناب سے خاص نیاز حاصل ہے۔ جب کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہوتا ہے تو آنحضور کی جانب میری توجہ ہوتی ہے اور شفایابی کا سبب بنتی ہے۔ (ت)

سوال (۱۸) آگے فرماتے ہیں:

یکبار قصیدہ کہ مطلعش اینست ؎ ایک بار وُہ قصیدہ جس کا مطلع یہ ہے: ؎

---

[1] تفسیر فتح العزیز پارہ عم استفادہ از اولیاء مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[2] مکاتیب مرزا مظہر از کلمات طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

44

فروغ چشم آگاہی امیرالمومنین حیدر | چشم معرفت کو روشنی عطا ہوا اے امیرالمومنین حیدر
ز انگشتِ ید اللٰہی امیرالمومنین حیدر | خدائی ہاتھ والی انگشت سے اے امیرالمومنین حیدر

بجناب ایشاں عرض نمودم نوازشہا فرمودند لہٰ۔ | حضرت کی بارگاہ میں عرض کیا تو بڑی نوازشیں فرمائیں اھ (ت)

اقول اولاً جب جناب مرزا صاحب امراض میں بارگاہِ مشکل کشائی کی طرف توجہ کرتے تھے انھیں کیا خبر تھی کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الاسنٰی اس وقت میری طرف متوجہ ہیں یا میری طرف توجہ سے التفات فرمائیں گے۔

ثانیاً یُونہی جب قصیدہ عرض کرنے بیٹھے کیا جانتے تھے کہ حضرت والا اس وقت سُن لیں گے۔ تو ان سب اوقات میں بے حصول علم مُرتکب عرض و توجہ ہو کر انھوں نے جناب اسد اللٰہی کو سمیع و بصیر علی الاطلاق ٹھہرایا، اور حضرت کے طور پر وہ بُرا لقب پایا یا نہیں۔

ثالثاً مزار پر جا کر کلام و خطاب تو وہ آفت تھا۔ مرزا صاحب جو بے حضورِ مزار ہی توجہیں کرتے قصیدے سُناتے اُن کے لیے حکم کچھ زیادہ سخت ہوگا یا نہیں۔

رابعاً اس نیازی خاص پر بھی نظر رہے کہ یہ معالجہ کرے گا اُن جُہال کے وہم کا جو 'نیاز' کے لفظ کو خاص بجناب بے نیاز مانتے، اور اسی بنا پر فاتحہ حضراتِ اولیاء کو نیاز کہنا شرک و حرام جانتے ہیں۔

خامساً یہ بڑی گزارش تو باقی ہی رہ گئی کہ دفع امراض کے لیے ارواح طیبہ کی طرف توجہ استمداد بالغیر تو نہیں۔ اور جناب کے نزدیک بھلا ایسا شخص اتباعِ شریعت میں یکتا و بے نظیر جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے کہا تھا، بالائے طاق، سرے سے متبعِ سنت بلکہ از روئے ایمان تقویۃ الایمان راساً مسلم و موحد کہا جائے گا یا نہیں۔

سوال (۱۹) شاہ ولی اللہ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کی نسبت کیا حکم ہے؟ وہ بھی اس شرکِ عالمگیر سے محفوظ نہ رہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب قول الجمیل میں لکھتے ہیں:

وایضا تادب شیخنا عبد الرحیم علی روح جدہ لامہ الشیخ رفیع الدین محمد۔[۲]

شفاء العلیل میں اس کا ترجمہ یُوں کیا:

"اور بھی ہمارے مرشد شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہُوئے اپنے نانا شیخ رفیع الدین محمد کی رُوح سے۔"[۳]

اور حاشا یہ فیض یُوں نہ تھا کہ اُدھر سے بے طلب آیا ہو، بلکہ یہی جا کر قبر پر متوجہ ہُوا کرتے۔ خود شاہ ولی اللہ

ل مکاتیب مرزا مظہر جانجاناں از کلماتِ طیبات ملفوظات مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

ل و ل القول الجمیل مع شفاء العلیل گیارھویں فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۰-۱۷۹

اپنے والد ماجد سے انفاس العارفین میں ناقل،

می فرمودند مرا در مبدءِ حال بمزار شیخ رفیع الدین الفتے پیدا شد۔ آں جا می رفتم و لقبر شاں متوجہ می شدم[1] الخ

فرماتے تھے مجھے ابتدائے حال میں شیخ رفیع الدین کے مزار سے ایک اُلفت پیدا ہوگئی، وہاں جاتا اور ان کی قبر کی طرف متوجہ ہوتا تھا الخ (ت)

یارب! جب مولوی اسمٰعیل کے اساتذہ ومشائخ سب گرفتارِ شرک ٹھہرے یہ کہ اُنھیں کے خوشہ چین، اُنھیں کے نام لیوا، اُن کے مدّاح، اُن کے مقلد کیونکر مومن موحد رہے ؎

وحسن نبات الارض من کرم البذر

(زمین کا پودہ عمدہ جب ہی ہوتا ہے کہ بیج اچھا ہو۔ ت)

صنف اٰخر من ھٰذا النوع

(اسی نوع کی ایک اور قسم)

اس میں وہ سوالات مذکور ہوں گے جو مولوی صاحب کے استدلال دوم یعنی تمسک بحدیث من حلف الخ سے متعلق ہیں۔

سوال (۲۰) حدیث من حلف بغیر اللہ فقد اشرک[2] کی جو عمدہ شرح افادہ فرمائی، ذرا کتب ائمہ حدیث وفقہ پر نظر کرکے ارشاد ہوجائے کہ کلماتِ علماء سے کہاں تک موافق ہے۔ فقیر بہت ممنونِ احسان ہوگا اگر ایک عالم معتمد کی تحریر سے بھی آپ نے اپنا بیان مطابق کر دکھایا۔ الفاظ شریفہ پیشِ نظر رہیں کہ "اس حرمت کا سبب سوا اس کے نہیں" الخ

سوال (۲۱) اعتقادِ نفع وضرر پر قسم کی دلالت، کس قسم کی دلالت، آیا لغۃً اس کے معنے سے یہ امر مفہوم، یا عقلاً خواہ عرفاً لازم وملزوم، کہ آدمی اُسی کی قسم کھائے جس سے نفع وضرر کی اُمید رکھے۔

صدرِ اسلام میں جو صحابہ کرام کعبہ معظمہ کی قسم کھاتے[3] کما رواہ النسائی وغیرہ (جیسا کہ نسائی

---

[1] انفاس العارفین (اردو ترجمہ) زندہ جاوید المعارف گنج بخش روڈ۔ لاہور ص ۳۶

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ ابن عمر دار الفکر بیروت ۲/ ۸۷

[3] سنن نسائی الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۴۳

وغیرہ نے روایت کیا۔ ت) اُس وقت وہ کعبہ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے؟ بینوا توجروا

سوال (۲۲) غیر خدا کو کسی طرح نافع یا ضار جاننا مطلقاً شرک ہے یا خاص اُس صورت میں کہ اُسے نفع وضرر میں مستقل بالذات مانے۔ بر تقدیر اول یہ وہ شرک ہے جس سے عالم میں کوئی محفوظ نہیں۔ جہان شہد کو نافع اور زہر کو مضر جانتا ہے۔ سچے دوست سے نفع کی اُمید، پکّے دشمن سے ضرر کا خوف رکھتا ہے۔ عالم کی خدمت، حاکم کی اطاعت اسی لیے کرتے ہیں کہ دینی یا دُنیوی نفع کی توقع ہے۔ مخالف مذہب سے احتیاط، سانپ سے احتراز اسی لیے رکھتے ہیں کہ رُوحانی یا جسمانی ضرر کا اندیشہ ہے۔ خود قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے:

اٰباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایھم اقرب لکم نفعا۔[1] تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے اُن میں کون تمھیں نفع دینے میں زیادہ نزدیک ہے۔

اور فرماتا ہے:

وماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ۔[2] اور وہ اس سے کسی کو ضرر نہ پہنچائیں گے بے حکم خدا کے۔

صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعہ۔[3] تم میں جو اپنے بھائی مسلمان کو نفع دے سکے نفع دے۔

امام احمد وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ بسندِ حسن مالک بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق شق اللہ علیہ۔[4] جو کسی کو ضرر دے گا اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچائے گا اور جو کسی پر سختی کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے مشقت میں ڈالے گا۔

عہ ذکر نسخ نافع نہ ہوگا۔ کیا شرک وتوحید میں بھی نسخ جاری ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۴/۱۱

[2] القرآن ۲/۱۰۲

[3] صحیح مسلم باب استحباب الرقیۃ من العین الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۲۴

[4] جامع الترمذی باب ماجاء فی الخیانۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۲۰۷

حاکم کی حدیث میں ہے مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حجرِ اسود کی نسبت فرمایا:

بلیٰ یا امیر المؤمنین انہ یضر و ینفع[1] (الحدیث) کیوں نہیں اے امیر المومنین! یہ پتھر نقصان دے گا اور نفع پہنچائے گا۔ (الحدیث)

بر تقدیرِ ثانی واقع و نفس الامر اس گمان کے خلاف پر شاہد عادل، لاکھوں آدمی اپنے یا اپنے محبوب کے سر یا آنکھوں یا جان کی قسم کھاتے ہیں، اور ہرگز اُن کے خواب میں بھی یہ خیال نہیں ہوتا کہ یہ چیزیں بالاستقلال ہمارے نفع و ضرر کی مالک ہیں۔ نہ ہرگز سامع کا ذہن اس طرف جاتا ہے۔ بھلا حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ کے اس قول کے کیا معنی ہیں: ؎

لعمری وما عمری علیٰ بھین
لقد نطقت بطلا علیّ الاقارع

(میری زندگی کی قسم، اور میری زندگی کوئی معمولی چیز نہیں ــــ بلاشبہہ اژدہوں (دشمنوں) نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ ت)

او رجناب کے نزدیک اُس سے کیا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہما پیشوایانِ دین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اپنے باپ اور اپنی جان کی قسم کھانی مروی کہ خادمِ حدیث پر مخفی نہیں۔

سوال (۲۳) خیر قسم غیر سے تو آپ کے نزدیک یہ صرف ظاہر ہی ہوتا تھا کہ وہ اپنے عقیدے میں غیر خدا کو بھی نفع و ضرر رسان جانتا ہے۔ بگمانِ جناب اتنی ہی بات پر شرع مطہر میں بنائے تحریم ہوئی حالانکہ اس کے دل کا حال خدا جانے۔ اب اُن کی نسبت حکم ارشاد ہو، جو صاف صاف بالتصریح غیر خدا کو نہ فقط نفع و ضرر رسان بلکہ مالکِ نفع و ضرر بتائیں، اور وہ بھی کسے، اُس شقی کو جو مدعی الوہیت رہا ہو۔ اور برسول خرانِ بے عقل نے اُسے پُوجا ہو۔ وہ کون، فرعونِ بے عون۔ نسأل اللہ عن حالہ الصون (خدا سے دُعا ہے کہ ہمیں اس کی حالت سے بچائے۔ ت) شاہ عبدالعزیز صاحب اس امر کے ثبوت میں کہ سامری والوں کی گوسالہ پرستی قبطیوں کی فرعون پرستی سے بدتر تھی۔ تفسیرِ عزیزی میں فرماتے ہیں:

تعظیم بادشاہ صاحبِ اقتدار کہ مالکِ نفع و ضرر میباشد
ایسے صاحبِ اقتدار بادشاہ کی تعظیم جو نفع و ضرر کا

---

[1] المستدرک للحاکم الحجر الاسود یمین اللہ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۵۷

فی الجملہ وجہِ معقولیت دارد۔ گوسالہ لایعقل کہ در بلادت و حمق ضرب المثل است ہیچ وجہ شایانِ تعظیم نیست۔[1]

مالک ہو فی الجملہ ایک وجہِ معقولیت رکھتی ہے مگر بے عقل گائے کا بچھڑا جو بلادت اور بیوقوفی میں ضرب المثل ہے کسی طرح قابلِ تعظیم نہیں۔ (ت)

سوال (۲۴) یہ تو آیندہ عرض کروں گا کہ طلبِ دُعا کو اعتقادِ نفع وضرر سے کتنا تعلق۔ بالفعل اسے یونہی فرض کرکے گزارش کروں کہ دُعا منگوانے میں تو وہ اعتقادِ نفع وضرر نکالا، جو مُحتی شرک۔ حالانکہ وُہ خود اُن سے کسی حاجت کی خواستگاری نہیں۔ پھر:

(۱) اُن کے مزاراتِ عظیمۃ البرکات پر حاضر ہوکر خود اُن سے بھیک مانگنا۔

(۲) یا رُوح یا رُوح پکار کر اُن کے فیض کا منتظر رہنا۔

(۳) اپنی مشکلوں کا اُن سے حل چاہنا۔

(۴) بیمار پڑیں تو شفا ملنے کو اُن کی طرف توجہ کرنا کہ ابھی صنفِ سابق میں منقول ہُوئے اُن میں کتنا اعتقادِ نفع و ضرر ثابت ہوتا ہے۔ اور

(۵) لفظِ انتفاع و استمداد خود بمعنے نفع یافتن وفائدہ خواستن۔ اس کا قصد بے اعتقادِ نفع کس عاقل سے معقول۔ ہاں ہاں، انصاف کیجئے تو دُعا طلبی سے دریوزہ گری وحاجت خواہی کہیں زیادہ ہے۔ اس میں صرف نیت سائل پر مدار تفرقہ ہے، اگر سبب ظاہری و مظہرِ عونِ باری جانا تو خالص حق، اور معاذ اللہ مستقل مانا تو نرا شرک۔ بخلاف طلبِ دُعا کہ وہاں نفسِ کلام مطلوب منہ کی غلامی و بندگی اور حضرت غنی جل جلالہٗ کی طرف محتاجی پر دلیل واضح۔ یہاں تک کہ توہّم استقلال سے اس کا اجتماع محال کما لایخفٰی علٰی اولی النہٰی (جیسا کہ اہلِ عقل پر مخفی نہیں۔ ت) باایں ہمہ اگر یہ شرک ہے تو اُس کے لیے تو کوئی لفظ مجھے شرک سے بدتر ملتا بھی نہیں جس کا مصداق ٹھہراؤں ؎

ضاق عن وصفکم نطاق البیان

(آپ کے وصف سے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔ ت)

سوال (۲۵) اگر مان بھی لیں کہ غیر خدا کی قسم اسی لیے حرام ہُوئی تو اس کو مسئلہ دائرہ سے کیا علاقہ۔ کیا کسی سے دُعا کے لیے کہنے میں بھی اُسی طرح کے نفع وضرر کا اعتقاد ظاہر ہوتا ہے جو معناً شرک ہے۔

(۱) خود مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دُعا چاہی

---

[1] تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ بیان رفتن موسٰی علیہ السلام برائے آوردن کتاب الخ افغانی دار الکتب لال کنواں دہلی ص ۲۴۸

جب وہ مکہ معظمہ جاتے تھے۔ ارشاد فرمایا:

لاتنسنا یااخی من دعائك[1] رواہ ابوداؤد عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اے بھائی! اپنی دُعا میں ہمیں نہ بھول جانا (اسے ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

احمد وابن ماجہ کی روایت میں ہے، فرمایا:

اشرکنا یااخی فی صالح دعائك ولاتنسنا[2]

بھائی! اپنی نیک دُعا میں ہمیں بھی شریک کرلینا اور بھول نہ جانا۔

(۲) حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عادتِ کریمہ تھی جب دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر ٹھہر کر صحابہ کرام سے ارشاد فرماتے:

استغفروا لاخیکم واسئلوا له التثبیت فانه الاٰن یسأل[3] رواہ ابوداؤد والحاکم والبیہقی بسند حسن عن عثمان الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے ثابت رہنے کی دُعا مانگو کہ اب اُس سے سوال ہوگا (اسے ابوداؤد، حاکم اور بیہقی نے بسندِ حسن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

(۳) امام احمد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذالقیت الحاج فسلم علیه وصافحه ومره ان یستغفر لك قبل ان ید خل بیته فانه مغفورله[4]

جب تُو حاجی سے ملے سلام ومصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وُہ اپنے گھر میں جائے اپنی مغفرت کی دُعا اس سے منگوا کہ وُہ بخشا ہوا ہے۔

(۴) حضور نے اویس قرنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ذکر کرکے صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو حکم دیا،

فمن لقیه منکم فلیستغفرلکم[5]

تم میں جو اُسے پائے اپنے لیے اُس سے دعائے بخشش

---

[1] سنن ابی داؤد — باب الدعا — آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۱۰
[2] سنن ابن ماجہ — باب فضل دعاء الحاج — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳
[3] سنن ابی داؤد — باب الاستغفار — آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۰۳
[4] مسند احمد بن حنبل — مروی از عبداللہ ابن عمر — دارالفکر بیروت ۲/۶۹
[5] صحیح مسلم — فضائل اویس قرنی — قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۱

اخرجہ مسلم والبیھقی عن عمر الفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کرائے۔ اسے مسلم اور بیہقی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

ایک روایت میں ہے حضرت فاروق کو بالتخصیص بھی حکم ہُوا اُن سے دُعا کرانا کہ وہ اللہ کے حضور عزت والے ہیں اخرجہ الخطیب وابن عساکر[1] (اسے خطیب اور ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۵) حسبِ الحکم امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اُن سے دُعا چاہی[2]۔

اخرجہ ابن سعد والحاکم وابوعوانہ والرویانی والبیھقی فی الدلائل وابونعیم فی الحلیۃ کلھم من طریق اسیر بن جابر عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اسے بطریق اسیر بن جابر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابن سعد، حاکم، ابوعوانہ، رویانی، دلائل میں بیہقی، اور حلیہ میں ابونعیم نے روایت کیا۔ (ت)

(۶) ایک روایت میں ہے امیر المومنین فاروق و امیر المومنین مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں کو حضرت اویس سے طلبِ دُعا کا حکم تھا، دونوں صاحبوں نے اپنے لیے دُعا کرائی۔ اخرجہ ابن عساکر[3] (اسے ابن عساکر نے روایت کیا۔ ت)

(۷) امام ابوبکر بن ابی شیبہ استاذِ امام بخاری و مسلم اپنے مصنف اور امام بیہقی دلائل النبوۃ کی مجلد یازدہم میں بسندِ صحیح[علہ] بطریق ابومعٰویہ عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک الدار رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل[علہ] الی قبر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یارسول اللہ استسق اللہ

یعنی عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک بار قحط پڑا، ایک صاحب یعنی حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مزارِ اقدس حضور طجاء بیکساں صلی اللہ

علہ نص علی صحتہ الامام القسطلانی فی المواھب ۱۲ منہ (م)

علہ ھو بلال بن الحارث المزنی الصحابی کما عند سیف فی کتاب الفتوح ۱۲ زرقانی شرح مواھب (م)

امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اس کے صحیح ہونے کی تصریح فرمائی۔ (ت)

وہ بلال بن حارث مزنی صحابی ہیں، جیسا کہ سیف کی کتاب الفتوح میں ہے ۱۲ زرقانی شرح مواہب (ت)

---

[1] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی ۵/ ۸۲، کنز العمال بحوالہ الخطیب حدیث ۳۴۰۶۳ ۱۲/ ۵

[2] المستدرک للحاکم ذکر لقاء اویس قرنی دار الفکر بیروت ۳/ ۴۰۳

[3] مختصر تاریخ ابن عساکر فی ترجمہ اویس قرنی " " ۵/ ۸۳ و ۸۴

لامتك فانهم قد هلكوا فاتاه رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم فی المنام فقیل له ائت عمر فاقرأه السلام واخبره انکم مستقیون[1] ۔ الحدیث۔

تعالٰی علیہ وسلم پر حاضر ہوکر عرض کی : یارسول اللہ ! اپنی امت کے لیے اللہ تعالٰی سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں ۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن صحابی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاکر اُسے سلام پہنچا اور لوگوں کو خبر دے کہ پانی آیا چاہتا ہے ۔ الحدیث (ت)

شاہ ولی اللہ قرۃ العینین میں یہ حدیث نقل کرکے کہتے ہیں : رواہ ابو عمر فی الاستیعاب[2] (اسے ابوعمر بن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کیا ۔ ت)

تنبیہ نبیہ : یہ چند حدیثیں ہیں احیائے حقیقی سے طلبِ دُعا میں ۔ اور اموات سے طلب کی قدرے بحث کہ اصل مسئلہ مسئولہ سائل ہے ، ان شاء اللہ تعالٰی مقصد سوم میں مذکور ہوگی ۔ یہاں ایک نکتہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو بات شرک ہے اس کے حکم میں احیاء ، واموات وانس وجن وملائک وغیرہم تمام مخلوقِ الٰہی یکساں ہیں کہ غیر خدا کوئی ہو خدا کا شریک نہیں ہوسکتا تو امورِ شرک میں حیات وموت سے تفرقہ ، جیسا کہ اس طائفہ جدیدہ کا شیوہ قدیمہ ہے ۔ دائرہ عقل وشرع دونوں سے خروج ، کیا زندے خدا کے شریک ہوسکتے ہیں ، صرف شراکتِ اموات ہی ممنوع ہے ۔ مولوی صاحب اپنی مقیس علیہ یعنی قسم غیر کو ملاحظہ کریں کہ حلال نہیں تو مُردے زندے کسی کے لیے حلال نہیں ۔ یُوں ہی اگر طلبِ دُعا میں شرک ہو تو ہرگز یہ حکم فقط اموات سے خاص نہ ہوگا بلکہ یقیناً احیاء سے دُعا کرانی بھی حرام ٹھہرے گی کہ خدا کا شریک نہ ہوسکنے میں زندے مُردے سب ایک سے ۔ ولہٰذا شیخ الشیوخ علمائے ہند مولٰنا وبرکتنا سیدی شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز نے شرح مشکوٰۃ شریف میں فرمایا :

اگر ایں معنی کہ در امداد واستمداد ذکر کردیم موجب شرک وتوجہ بماسوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم می کند پس بایدکہ منع کردہ شود ۔ توسل وطلبِ دُعا از صالحان ودوستانِ خدا درحالتِ حیات نیز وایں ممنوع نیست بلکہ مستحب ومستحسن است باتفاق وشائع است

یہ معنی جو ہم نے امداد اور مدد طلبی میں بیان کیا اگر شرک کا موجب اور غیر اللہ کی طرف توجہ قرار پائے ، جیسا کہ منکر خیال رکھتا ہے تو چاہئے کہ صالحین اور اولیاء اللہ سے زندگی میں بھی توسل اور دُعا طلبی سے منع کیا جائے حالانکہ یہ ممنوع نہیں بلکہ بالاتفاق مستحب و

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ فضائل عمر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۲/ ۳۲

[2] قرۃ العینین نوع چہلم المکتبۃ السلفیۃ ، لاہور ص ۱۹

دردین [1] مستحسن اور دین میں عام ہے۔ (ت)

عزیزا! یہ نکتہ بہت کارآمد ہے، اور اکثر اوہام وشبہات کا رد۔ فاحفظ تحفظ وتحظ من الشی باوفی حظ (اسے یاد رکھوگے تو محفوظ رہو گے اور ہدایت سے بھرپور حصہ پاؤ گے۔ ت)

نوع دوم: مخالفاتِ مولوی صاحب وہم مذہبانِ مولوی صاحب میں۔ یہاں اس امر کا ثبوت ہوگا کہ مولوی صاحب کی تحریر مذہبِ منکرین سے بھی موافق نہیں۔ بوجوہِ عدیدہ واصول وفروعِ طائفہ جدیدہ سے صریح مخالفت اور مذہب مہذب اہلِ حق سے بعض باتوں میں گونہ موافقت فرماتی ہے۔ پھر بھی نہیں کہ صرف ہم مذہبوں ہی سے خلاف ہو اور خود مولوی صاحب اُن مخالفات کا بخوشی التزام فرمالیں۔ نہیں، نہیں، بلکہ بہت وُہ بھی ہیں جو نادانستہ سرزد ہوگئیں کہ ظاہر ہوئے پر خود بھی آپ کو گوارا نہ ہوں۔ اور اگر تسلیم فرمالیں تو اس سے کیا بہتر۔ دیکھئے تو، یہیں کتنے مسائلِ نزاعیہ طے ہوئے جاتے ہیں۔

مخالفت (۱) مولوی صاحب فرماتے ہیں، زیارتِ قبورِ مومنین خاصۃً بزرگانِ دین مندوب ومسنون ہے۔ یہ خصوصیت ہمارے طور پر بیشک حق، مگر صاحبِ مائۃ مسائل کے بالکل خلاف۔ انھوں نے جو قسمِ زیارت شرعاً بلاکراہت جائز مانی اُس میں مزاراتِ عالیہ حضرات اولیا اور ہر شرابی زناکار کی قبر یکساں جانی۔ حیث قال (ان کے الفاظ یہ ہیں):

دریں قسم زیارت کردن قبر ولی وغیر ولی وشہید وغیر شہید وصالح وفاسق وغنی وفقیر برابر است [2]	اس قسم میں ولی، غیر ولی، شہید، غیر شہید، صالح، فاسق، غنی اور فقیر سب کی قبر کی زیارت یکساں ہے (ت)۔

پھر اُس برابری پر بھی صبر نہ آیا۔ آگے اُلٹی ترقی معکوس کرکے فرمایا:

بلکہ از زیارتِ قبورِ اغنیاء وملوک زیادہ تر عبرت حاصل می گردد [3]	بلکہ مالداروں اور بادشاہوں کی قبروں کی زیارت سے زیادہ عبرت حاصل ہوتی ہے۔ (ت)

مطلب یہ کہ جس[عہ] فائدہ کے لیے شرع نے زیارتِ قبور جائز کی ہے وہ مزاراتِ اولیاء میں ہرگز ایسا نہیں

عہ **اقول** وباللہ التوفیق ان مردِ عاقل محررِ مائۃ مسائل سے پوچھا چاہیے کہ اگر (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱
[2] مائۃ مسائل سوال سیزدہم مکتبہ توحید وسنۃ پشاور ص ۲۴ - ۲۳
[3] ایضاً

جیسا روپے والوں کی قبروں میں ہے۔ تو آدمی کو چاہئے وہیں جائے جہاں دو آنے زیادہ پائے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مخالفت (۲) مولوی صاحب وقتِ زیارتِ قبور درود و فاتحہ پڑھ کر اموات کو ثواب بخشنا مندوب و مسنون فرماتے ہیں۔ بہت اچھا۔ قرآن و حدیث سے درود و فاتحہ کی خصوصیت ثابت کر دکھائیں، یا قرونِ ثلاثہ میں اس تخصیص کا رواج بتائیں، ورنہ ندب و استنان درکنار اُصولِ طائفہ پر کل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار میں داخل ٹھہرائیں۔

مخالفت (۳) سوال سائل میں درود و فاتحہ دونوں کا معاً پڑھنا مذکور تھا اور اُسی پر حضرت کا جواب وارد۔ بالفرض اگر فرداً فرداً ان کا پڑھنا ثابت بھی فرمالیں تو اصول طائفہ پر ہیئات اجتماعیہ محل کلام رہیں گی۔ اس بنا پر آپ کو حکم بدعت دینا تھا، یا تسلیم فرمائیے کہ بعد حسن آحاد حسن مجموع میں کلام نہیں جب تک خصوص اجتماع میں کوئی مفسدہ نہ ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تمہارا بیان حق ہے تو واجب تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اگر قبورِ اُحد و بقیع پر سو بار رونق افروز ہوئے تو بادشاہوں جباروں کے مقابر پر دو سو بار تشریف لے گئے ہوتے تاکہ اُمت کو اختیار انفع و افضل کی طرف ارشاد فرماتے یا نہ سہی برابر ہی سہی، کم ہی سہی، کبھی ہی سہی، ایک ہی بار ثابت کر دو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی بادشاہ کی خاک پر تشریف فرما ہوئے ہوں یا قبرِ غنی کی بوجہ غنا تخصیص فرمائی ہو۔ پھر سخت عجب ہے کہ جس خاص امر کے لیے حضور نے زیارتِ قبور جائز فرمائی اس کا حصول جہاں بیشتر اور منفعت شرعیہ اتم و اوفر اُسی کو دائماً ترک فرمائیں نہ وہ صحابہ کرام میں ہرگز رواج پائے پھر ہر قرن و طبقہ کے اہلِ اسلام ہمیشہ زیارتِ مزاراتِ صلحاء کا اہتمام و اعتنا رکھیں، نہ یہ کہ فلاں بادشاہ یا سیٹھ کی گور پر چلو وہاں نفع زائد ملے گا۔ حق یہ ہے کہ مزاراتِ عالیہ حضرات اولیاء کرام قدست اسرارہم پر امرِ عبرت میں بھی ترجیح ممنوع اور مشروعیتِ زیارت کی غرض اس میں منحصر ہونا قطعاً باطل و مدفوع، خود انھیں حضرت کی مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ کی بعض عبارات مقصد سوم میں ملیں گی، جو ظاہر کر دیں گی کہ صاحبِ مائۃ مسائل نسی ما قدمت یداہ (پہلے جو لکھ چکے اُسے بھول گئے۔ ت) واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (م)

ل الدرالمنثور بحوالہ مسلم وغیرہ تحت آیت من یھدی اللہ منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی ایران ۳/ ۱۴۷

مخالفت (۴) متکلمین طائفہ کی تقریریں گواہ کہ جو فعل فی نفسہٖ حسن ہو مگر عوام میں اُن کے زعم پر خلط مفاسد کے ساتھ جاری۔ وہ اصل کو ممنوع ٹھہراتے ہیں، نہ کہ مفاسد سے منع۔ اور اصل کی تجویز کریں جب آپ کے نزدیک زیارت مزاراتِ متبرکہ بطور شرک رائج کہ استمداد مذکور شائع وشہور۔ تو اصولِ طائفہ پر اصل زیارت کو حرام کہنا تھا، نہ مندوب ومسنون۔

مخالفت (۵) مولوی اسحاق مائۃ مسائل میں لکھتے ہیں:

اذان دادن بعداز دفن بدعت ومکروہ است زیراکہ معہود از سنّت نیست وانچہ معہود از سنّت نیست بموجب روایات کتبِ فقہ مکروہ می باشد۔ و عبارۃ الکتب ھذا یکرہ عند القبر مالم یعھد من السنۃ والمعھود منھا لیس الا زیارتہ والدعاء عندہ قائما کما فی فتح القدیر والبحرالرائق والنہرالفائق والفتاوی العالمگیری[1]

دفن کے بعد اذان دینا بدعت اور مکروہ ہے اس لیے کہ سنّت سے معہود نہیں، اور جو کچھ سنّت سے معہود نہ ہو کتبِ فقہ کی روایات کے مطابق مکروہ ہوتا ہے۔ اور کتابوں کی عبارت یہ ہے قبر کے پاس جو سُنّت سے معہود نہیں مکروہ ہے، اور سنّت سے معہود صرف یہ ہے کہ زیارت اور وہاں کھڑے ہوکر دُعا ہو جیسا کہ فتح القدیر، البحرالرائق، النہرالفائق اور فتاوٰی عالمگیری میں ہے (ت)

اگرچہ ان عبارات کا مطلب جو صاحبِ مائۃ مسائل نے ٹھہرایا انھیں کتابوں کی بہت عبارتوں سے مردود۔ مگر عجب ہے کہ جناب نے اس کلیہ پر عمل فرماکر وقتِ زیارت درود وفاتحہ پڑھ کر ثواب بخشنے کو کیوں نہ مکروہ فرمایا۔

مخالفت (۶) جناب نے امتناعِ رویت وسماع کو ان حجب عدیدہ کی حیلولت پر مبنی فرمایا یعنی یاعلی ندامنادی کرا موات کو فی انفسہم قوتِ سمع وابصار حاصل ہے مگر ان حائلوں کے سبب باہر کی صوت وصورت کا ادراک نہیں ہوتا ورنہ اگر خود اُن میں راسًا یہ قوتیں نہ ہوتیں تو بنائے کار حیلولت پر رکھنی محض بے معنی۔ دیوار بیت کی نسبت کوئی نہ کہے گا کہ باہر کی چیزیں اس وجہ سے نہیں دیکھتے کہ بیچ میں آڑ ہے۔ اب متکلمین طائفہ سے استفسار ہوجائے کہ وہ اس تخصیص کے مقر ہوں گے یا راسًا منکر۔ معلم ثانی منکرینِ ہند یعنی مولوی اسحاق دہلوی سے سوال ہوا: سماعتِ موتٰی سوائے سلام جائز است (سوائے سلام کے مردے کا سننا جائز ہے؟۔ت) جواب دیا ثابت نیست[2] (ثابت نہیں۔ت) کیا آدمی اُسی وقت میّت ہوتا ہے جب قبر میں رکھ کر مٹی دے دیں۔

---

[1] مائۃ مسائل سوال بست وہشتم مکتبہ توحید وسنّت پشاور ص ۶۰

[2] " " بست وششم " " ص ۵۱-۵۰

مخالفت (۷) جب آپ کے نزدیک مانع ادراک حیلولت خاک۔ تو جب تک مٹی نہ دی ہو یا جہاں دفن ہے اس طرح کرتے ہوں کہ باہر کی آواز اندر جانے سے روک نہ ہو، جیسے علامہ ابن الحاج مدخل میں اہلِ مصر کا رواج بتاتے ہیں کہ اموات کی قبریں نہیں بناتے بلکہ تہ خانوں میں رکھ آتے ہیں اور اُن کے لیے دروازے ہوتے ہیں کہ جب چاہو اندر جاؤ باہر آؤ۔ وہاں کے لیے حکمِ الٰہی ارشاد ہو۔ اگر ایسی جگہ کوئی یُوں پکارے اور اموات سے دُعا کرنے کو کہے تو قطعاً مشرک یا شائبہ وشبہہ شرک میں گرفتار ہوگا یا نہیں۔ متکلمین طائفہ تو ہرگز نہ مانیں گے آپ اپنے کلام کا لحاظ فرمائیں۔

مخالفت (۸) الحمدللہ کہ جناب کا طرزِ کلام اوّل سے آخر تک شاہد عدل کہ آیت کریمہ انك لاتسمع الموتٰی[1] کو نفی سماع سے کچھ علاقہ نہیں، نہ ہرگز اُس سے یہ مفہوم۔ ورنہ کلامِ جناب کلام اللہ کے صریح خلاف ہوگا۔

اوّلاً آیہ کریمہ یقیناً عام، پس اگر اُس سے نفیِ سماع مستفاد ہو تو قطعاً سلب کُلّی پر دلالت کرے گی۔ پھر آپ ارشادِ ربانی کے خلاف بعض اموات کے لیے ایجاب کیونکر کہہ سکتے ہیں۔

ثانیاً اس تقدیر پر مفادِ آیت یہ ہوگا کہ نفسِ موت منافیِ سماع ہے، نہ یہ کہ مُوتیٰ کو اصل قوت حاصل اور عدمِ ادراک بوجہ حائل۔ پھر آپ کیونکر برخلافِ قرآن حیلولتِ حجب پر بنائے کار رکھتے ہیں۔

لاجرم واضح ہُوا کہ آیہ کریمہ کے صحیح معنی ذہنِ سامی میں ہیں اور آپ خوب سمجھ چکے ہیں کہ اُس میں نفیِ سماع کا اصلاً ذکر نہیں کما ھو الحق الناصع (جیسا کہ یہی حق خالص ہے۔ ت) اور عجب نہیں کہ اسی لیے آپ نے آیہ کریمہ کا ذکر نہ فرمایا، ورنہ اس کے ہوتے بیگانہ باتوں کی کیا حاجت ہوتی۔ لہٰذا فقیر نے بھی اس بحث کو بشرطیکہ مولوی صاحب جواب میں اس کی طرف رجعت فرمائیں بجواب الجواب پر محول رکھا۔ واللہ الموفق۔

مگر ازانجا کہ مقام خالی نہ رہے بتوفیقہ تعالٰی بعض جوابوں کی طرف اشارہ کروں **فاقول** وباللہ استعین (تو میں کہتا ہُوں اور خدا ہی سے مدد کا طالب ہوں۔ ت)

جواب اوّل آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے، نہ نفیِ سماع۔ پھر اُسے محلِ نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اُس کی آیہ کریمہ انك لاتھدی من احببت[2] ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ولکن اللہ یھدی من یشاء[3] یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے۔ یونہی یہاں بھی ارشاد ہُوا:

---

[1] القرآن ۲۷/۸۰

[2] القرآن ۲۸/۵۶

[3] القرآن ۲۸/۵۶

ان اللہ یسمع من یشاء[1] (بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ ت) وہی حاصل ہُوا کہ اہلِ قبور کا سُننا تمھاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:

فالاٰیۃ من قبیل انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء[2]
یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے (ت)

جواب دوم نفیِ سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سُنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنٰی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سُنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سُننے سے اُسے نفع نہیں ہوتا۔ آیۂ کریمہ میں اسی معنے کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفّار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیۂ کریمہ انک لا تسمع الموتٰی کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

ان تسمع الا من یومن باٰیٰتنا فھم مسلمون[3]
تم نہیں سُناتے مگر اُنھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پُرظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگیِ دُنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام الاٰن وقد عصیت قبل[4] (کیا اب جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ ت) تو حاصل یہ ہُوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔ علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

السماع المنفی فی الاٰیۃ بمعنی السماع النافع وقد اشار الٰی ذٰلک الحافظ الجلال السیوطی بقولہ ؎
آیت میں جس سُننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماعِ نافع کے معنٰی میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے: ؎

سماع موتی کلام الخلق قاطبۃ
جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب

مُردوں کا کلامِ مخلوق سُننا حق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔

---

[1] القرآن ۳۵/ ۲۲
[2] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۵۱۹
[3] القرآن ۲۷/ ۸۱
[4] القرآن ۱۰/ ۹۱

وایۃ النفی معناھا سماع ھدی لا یقبلون ولا یصغون للادب[1]

اور آیتِ نفی کا معنی سماعِ ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔ (ت)

امام ابو البرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیرِ آیۂ سورۂ فاطر فرمایا:

شبہ الکفار بالموتی حیث لاینتفعون بمسموعھم[2]

کفار کو مُردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ جو سُنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ (ت)

مولانا علی قاری نے شرح مشکوۃ میں فرمایا:

النفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع[3]

مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سُننا نفع بخش نہیں ہوتا۔ (ت)

جواب سوم مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، مُوتٰی سے، مُوتٰی کون ہیں؟ ابدان، کہ رُوح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہل سنّت وجماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات بعونہٖ تعالٰی تمہید وفصل اول و دوم، نوعِ اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ من فی القبور سے۔ یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے؟ جسم، کہ رُوحیں تو علیین یا جنّت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقامات عزّ واکرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار سجّین یا نار یا چاہِ وادیِ برہوت وغیرہا مقاماتِ ذلّت و آلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

لانا عی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع انما السماع بعد الموت لحی وھوالروح[4]

ہم یہ دعوٰی نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو رُوح ہے۔ (ت)

شاہ عبد القادر صاحب برادر حضرت شاہ عبد العزیز صاحب موضح القرآن میں زیرِ کریمۂ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں: حدیث میں آیا ہے کہ "مُردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں، بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی رُوح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، وہ نہیں سُن سکتا ہے[5]"

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ باب غزوۃ بدر الکبرٰی المکتبۃ الاسلامیۃ بیروت ۲/۱۸۲
[2] تفسیر مدارک التنزیل تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲ دار الکتاب العربیۃ بیروت ۳/۳۲۹
[3] مرقاۃ المصابیح باب حکم الاسراء مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۷/۵۱۹
[4] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس نوریہ رضویہ سکھر ص ۲۰۹
[5] موضح القرآن تحت سورہ ۳۵ آیت ۲۲ ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور ص ۶۹۷

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہنِ فقیر میں آئے تھے، پھر اُن کی تصریحیں کلماتِ علماء میں دیکھیں کما سمعت وللّٰہ الحمد (جیسا کہ آپ نے سُنا اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے۔ ت) اور ابھی ائمہ علماء کے جواب اور بھی ہیں۔

وفیما ذکرنا کفایۃ لمن القی السمع وھو شھید ان اللّٰہ یسمع من یشاء ویھدی الٰی صراط الحمید۔

اور جو ہم نے بیان کیا وُہ کافی ہے اس کے لیے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذاتِ حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے (ت)

مخالفت (۹) سائل نے مطلق کہا تھا ایک بزرگ کے مزار شریف پر واسطے زیارت کے گیا جو اپنے اسال و اطلاق سے شہر میں جانے اور سفر کرکے جانے دونوں کو شامل، کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور آپ نے بھی یُونہی برسبیلِ اطلاق زیارتِ قبور کی تحسین فرمائی اور سند میں حدیث بھی وُہ ذکر کی جس میں امر بزیارت مطلق وارد۔ یہ اطلاقات مذہب جمہور اہلِ حق سے تو بیشک موافق۔ مگر مشربِ طائفہ میں آپ پر لازم تھا کہ بلا سفر کے قید لگادیتے، ورنہ سائل و دیگر ناظرین اگر اطلاق دیکھ کر زیارتِ مزارات کو جانا مطلق جائز سمجھے تو مانعین کے نزدیک اُن کا یہ وبال اطلاقِ فتوٰی کے ذمہ رہے گا۔ فقیر اگر تدقیق نظر سے کام لے تو ابھی بہت کچھ ہے مگر نگاہِ انصاف مبذول ہو تو چودہ سطروں پر پینتیس کیا کم ہیں واللہ الہادی۔

المقصد الثانی فی الاحادیث

(مقصد دوم احادیث میں)

اگرچہ حیات وادراک وسماع وابصار ارواح میں احادیث و آثار اس درجہ کثرت و وفور سے وارد جن کے استیعاب کو ایک مجلد عظیم و دفترِ ضخیم درکار اور خود اُن کے احاطہ واستقصا کی طرف راہ کہاں، مگر یہاں بقدر حاجت صرف ساٹھ حدیثوں پر اقتصار اور مثل مقصد اول اُس میں بھی دو نوع پر انقسامِ گفتار۔

نوعِ اوّل: بعد موت بقائے رُوح وصفات وافعالِ رُوح میں۔ یہاں وُہ حدیثیں مذکور ہوں جن سے ثابت کہ رُوح فنا نہیں ہوتی اور اس کے افعال وادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سُننا، سمجھنا، آنا جانا، چلنا پھرنا سب بدستور رہتے ہیں۔ بلکہ اُس کی قوتیں بعد مرگ اور صاف وتیز ہوجاتی ہیں۔ حالتِ حیات میں جو کام ان آلاتِ خاکی یعنی آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سے لیتے تھے اب بغیر ان کے کرتی ہے۔ اگرچہ جسم مثالی کی یاد آوری سہی۔ ہرچند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وُہ بے شمار احادیث و آثار سب حجّت کافیہ دلائل شافیہ جن میں:

(۱) بعد انتقال عقل وہوش بدستور رہنا۔ (۲) روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا۔

(۳) اپنے رب کے حضور سجدے میں گرنا۔
(۴) فرشتوں کو دیکھنا۔
(۵) اُن کی باتیں سُننا۔
(۶) اُن سے باتیں کرنا۔
(۷) اپنے منازلِ جنت کا پیش نظر رہنا۔
(۸) نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔
(۹) بد ہمسایوں سے ایذا اٹھانا۔
(۱۰) ملائکہ کا اُن کے پاس تحفے لانا۔
(۱۱) اُن کی مزاج پُرسی کو آنا۔
(۱۲) اُن کا منتظرِ صدقات رہنا۔
(۱۳) قبر کا اُن سے بزبانِ فصیح باتیں کرنا
(۱۴) اُن کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔
(۱۵) زندوں کے اعمال اُنھیں سنائے جانا۔
(۱۶) نیکیوں پر خوش ہونا، بُرائیوں پر غم کرنا۔
(۱۷) پسماندوں کے لیے دُعائیں مانگنا۔
(۱۸) اُن کے ملنے کا مشتاق رہنا۔
(۱۹) رُوحوں کا باہم ملنا جلنا۔
(۲۰) ہر گونہ کلام کے دفتر کھلنا۔
(۲۱) منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا۔
(۲۲) اگلے اموات کا مُردۂ نَو کے استقبال کو آنا۔
(۲۳) اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا، ان سے مل کر شاد ہونا۔
(۲۴) اُن کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پُوچھنا۔
(۲۵) آپس میں خوبیِ کفن سے مفاخرت کرنا۔
(۲۶) بُرے کفن والے کا ہم چشموں میں شرمانا۔
۲۷ اپنے اعمالِ حسنہ یا سیئہ کو دیکھنا۔
(۲۸) اُن کی صحبت سے اُنس و فرحت یا معاذ اللہ خوف و وحشت پانا۔

(۲۹) عالمِ دین کا علم شریعت۔
(۳۰) اہلسنت کا مذہب سنت۔
(۳۱) مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا اس سرور و فرحت سے صحبتِ دلکشا رکھنا۔
(۳۲) تالیِ قرآن کا قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبتِ دلکشا رکھنا۔
(۳۳) دشمنانِ عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ دجال پر ایمان لانا۔
(۳۴) نیک بندوں کا خدمتِ اقدس سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و عباد اللہ الصالحین میں حاضر ہونا۔
(۳۵) اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔
(۳۶) حج کرنا لبیک کہنا۔
(۳۷) تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا۔
(۳۸) بلکہ ملائکہ کا اُنھیں تمام و کمال قرآن عظیم حفظ کرانا۔
(۳۹) اپنے رب جل جلالہٗ سے باتیں کرنا۔
(۴۰) رب تبارک و تعالیٰ کا اُن سے کلام جانفزا فرمانا
(۴۱) بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے اُن کے سامنے آنا تماشا دیکھ کر جی بہلانا۔
(۴۲) جنت کی نہروں میں غوطے لگانا۔

(۴۳) جو تلاوت قرآن میں مشغول مرے قرآنِ عظیم کا ہر وقت اُن کی دلجوئی فرمانا۔ ہر صبح و شام ان کے اہل وعیال کی خبریں انھیں پہنچانا۔

(۴۴) دُودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہُوا، جنت کی دائیاں مقرر ہونا، مدّتِ رضاعت تمام فرمانا۔

(۴۵) نیکوں کا شوقِ قیامت میں جلدی کرنا۔

(۴۶) بدوں کا نامِ قیامت سے گھبرانا۔

(۴۷) مقتولانِ راہِ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔

(۴۸) مسلمانوں کا سبز یا سپید پرندوں کے روپ میں جہاں چاہنا اُڑتے پھرنا۔

(۴۹) جنّت کے پھل پانی کھانا پینا۔

(۵۰) سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا۔ اللھم ارزقنا۔

اور ان کے سوا بہت سے امور وارد ہُوئے، جو ان کے علم وادراک وسمع وبصر وکلام سیر وغیرہا صفات و احوالِ حیات پر برہان ساطع، بلکہ تمام آیات واحادیث عذابِ قبر ونعیمِ قبر اس مدعا پر حجّتِ قاطع، جسے ان تمام باتوں پر اطلاع تفصیلی منظور ہو تصانیفِ ائمّہ دین خصوصاً کتاب مستطاب شرح الصدور بکشف حال الموتی والقبور تصنیف لطیف امام اجل خاتمۃ الحفاظ المحققین امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ المکین کی طرف رجوع کرے۔ مگر میں اس نوع میں صرف چند حدیثیں ذکر کروں گا جن میں ارواح کا بعد انتقال اہلِ دنیا کو دیکھنا، اُن سے باتیں کرنا، اُن کی باتیں سُننا اور اسی قسم کے امور متعلقہ بدنیا مذکور ہیں، اور ان میں بھی وقائع جزئیہ نہ لکھوں گا کہ کوئی کہے واقعۃ حال لا عموم لھا (ایک واقعہ حال ہے جو عام نہیں ہوتا۔ ت) اگرچہ دقیق النظر کو اُن سے دلیل کی ترتیب اور اتمامِ تقریب دشوار نہ ہو۔ معہذا پھر اُن میں وُہ کثرت جن کا ایراد موجب اطالت، لہذا صرف اُنھیں بعض امور کلیہ کی روایت پر اقتصار چاہتا ہوں، جو ایک عام طور پر حال ارواح میں وارد ہوئے۔

میرے لیے ان احادیث نوعِ اول میں دو غرضیں ہیں:

اوّلاً جب بعد فراق بدن اُن کا علم وادراک وسمع وبصر ثابت ہُوا تو یہ بعینہٖ مسئلہ مقصودہ کا ثبوت ہے کہ اُسی وقت سے نام میّت اُن پر صادق ہوتا ہے۔ قبر میں بند ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں، تو عام منکرین پر حجّت ہوں گے۔

ثانیاً جب اُن سے ثابت ہوگا کہ رُوح بعد موت اپنے صفات وافعال پر باقی۔ اور اُن آلات جسمانیہ سے مستغنی، تو اس وقت خاص مولوی صاحب کے مقابل یُوں گزارش ہوسکتی ہے کہ جس پر جناب مٹی وغیرہ کے حائل وحجاب دیکھ رہے ہیں وہ جسم خاکی ہے نہ کہ رُوح پاک، اور سمع وبصر وعلم وخبر جس کے اوصاف ہیں وہ جان پاک ہے نہ کہ یہ تودہ خاک۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث (۱) امام اجل عبداللہ بن مبارک وابوبکر بن ابی شیبہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما

ع صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما ۱۲ منہ (م)

سے موقوف اور امام اجل احمد بن حنبل اپنی مسند اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک اور ابو نعیم حلیہ میں بسند صحیح حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مرفوعاً راوی:

والموقوف ابسط لفظا واتم معنی وانت تعلم انه فی الباب کمثل المرفوع وھذا لفظ امام ابن المبارك قال ان الدنیا جنة الکافر وسجن المؤمن وانما مثل المؤمن حین تخرج نفسه کمثل رجل کان فی سجن فاخرج منه فجعل یتقلب فی الارض ویتفسح فیھا[1]۔ ولفظ ابی بکر ھکذا الدنیا سجن المومن وجنة الکافر فاذامات المومن یخلی سربه یسرح حیث شاء[2]۔

(اور حدیث موقوف لفظاً زیادہ مبسوط اور معنیً زیادہ تام ہے۔ اور معلوم ہے کہ اس باب میں موقوف بھی مرفوع کا حکم رکھتی ہے۔ اور یہ روایتِ امام ابن مبارک کے الفاظ ہیں۔ ت) بیشک دنیا کافر کی جنت اور مسلمان کی زندان ہے، اور ایمان والے کی جب جان نکلتی ہے تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کوئی قید خانہ میں تھا اب اُس سے نکال دیا گیا کہ زمین میں گشت کرتا اور با فراغت چلتا پھرتا ہے۔ (اور روایتِ ابوبکر کے الفاظ یہ ہیں، ت) دنیا مسلمان کا قید خانہ اور کافر کی بہشت ہے، جب مسلمان مرتا ہے اسکی راہ کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے سیر کرے۔

حدیث (۲) سیدی محمد علی ترمذی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما شبھت خروج المومن من الدنیا الا مثل خروج الصبی من بطن امه من ذلك الغم والظلمة الی روح الدنیا[3]۔

یعنی دُنیا سے مسلمان کا جانا ایسا ہے جیسے بچّے کا ماں کے پیٹ سے نکلنا اس دم گھٹنے اور اندھیری کی جگہ سے اس فضائے وسیع دنیا میں آنا۔

عہ فائدہ: اسی کے مؤید دو حدیثیں اور ہیں مرسل سلیم بن عامر وعمرو بن دینار سے اخرجھما ابن ابی الدنیا (ابن ابی الدنیا نے ان دونوں کو روایت کیا ہے۔ ت) (م)

---

[1] کتاب الزہد لابن مبارک حدیث ۵۹۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۱
[2] المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۱۶۵۷۱ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۵۵
[3] نوادر الاصول الاصل الثالث والخمسون فی ان الکبائر لا تجامع دار صادر بیروت ص ۷۵

اسی لیے علماء فرماتے ہیں دُنیا کو برزخ سے وہی نسبت ہے جو رحمِ مادر کو دنیا سے۔ پھر برزخ کو آخرت سے یہی نسبت ہے جو دنیا کو برزخ سے۔ اب اس سے برزخ و دنیا کے علوم وادراکات میں فرق سمجھ لیجئے۔ وہی نسبت چاہئے جو علم جنین کو علم اہل دنیا سے، واقعی رُوح طائر ہے اور بدن قفس، اور علم پرواز پنجرے میں پرندکی پرفشانی، کتنی؟ ہاں، جب کھڑکی سے باہر آیا اُس وقت اُس کی جولانیاں قابل دید ہیں۔

حدیث (۳) صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وضعت الجنازۃ واحتملھا الرجال علٰی اعناقھم فان کانت صالحۃ قالت قدمونی وان کانت غیر صالحۃ قالت لاھلھا یا ویلھا این تذھبون بھا یسمع صوتھا کل شیئ الا الانسان ولو سمع الانسان لصعق[1]

جب جنازہ رکھا جاتا ہے اور مرد اُسے اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں، اگر نیک ہوتا ہے کہتا ہے مجھے آگے بڑھاؤ۔ اور اگر بد ہوتا ہے کہتا ہے ہائے خرابی اُس کی کہاں لیے جاتے ہو۔ ہر شے اس کی آواز سنتی ہے مگر آدمی کہ وہ سُنے تو بیہوش ہوجائے۔ (ت)

اقول اگرچہ اہلسنت کا مسلک ہے کہ نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول ہوں گے، جب تک کہ اس میں محذور نہ ہو۔ لہٰذا ہم اس کلام جنازہ کو یوں بھی کلام حقیقی پر محمول کرتے۔ مگر بحمد اللہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان پچھلے لفظوں سے نص کو مفسر فرمادیا کہ ہر شے اُس کی آواز سنتی ہے اب کسی طرح مجال تاویل و تشکیک باقی نہ رہی، وللہ الحمد!

حدیث (۴) ابوداود طیالسی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعاً روایت کیا: اذا وضع المیت علٰی سریرہ[2]۔ الحدیث مانند حدیث ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حدیث ۵: امام احمد و ابن ابی الدنیا و طبرانی و مروزی و ابن مندہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیت یعرف من یغسلہ ویحملہ ومن یکفنہ ومن یدلیہ فی حفرتہ[3]

بیشک مُردہ پہچانتا ہے اُسے جو اُس کو غسل دے اور جو اٹھائے اور جو کفن پہنائے اور جو قبر میں اتارے (ت)

---

[1] صحیح البخاری | باب قول المیت وھو علی الجنازۃ | قدیمی کتب خانہ کراچی | ۱/۱۷۶
[2] مسند ابی داؤد الطیالسی | حدیث ۲۳۳۶ | دار الفکر بیروت | ص ۳۰۷
[3] مسند احمد بن حنبل | مروی از ابوسعید خدری | " | ۳/۳

حدیث (۶) ابوالحسن بن البراء کتاب الروضہ میں بسندِ خود عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میت یموت الا وھو یعرف غاسلہ ویناشد حاملہ ان کان بُشّر بروح وریحان وجنۃ نعیم ان یعجلہ وان کان بشر بنزل من حمیم وتصلیۃ جحیم ان یحبسہ[1]

ہر مُردہ اپنے نہلانے والے کو پہچانتا اور اٹھانے والے کو قسمیں دیتا ہے اگر اُسے آسائش اور پھولوں اور آرام کے باغ کا مژدہ ملا، تو قسم دیتا ہے مجھے جلد لے چل، اور اگر آبِ گرم کی مہمانی اور بھڑکتی آگ میں جانے کی خبر ملتی ہے قسم دیتا ہے مجھے روک رکھو۔

حدیث (۷) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن میت یوضع علی سریرہ فیخطی بہ ثلث خطوات الا تکلم بکلام یسمعہ من شاء اللہ الا الثقلین الجن والانس یقول یا اخوتاہ ویا حملۃ نعشاہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی ولا یلعبن بکم الزمان کما لعب بی خلفت ما ترکت لورثتی والدیان یوم القیٰمۃ یخاصمنی ویحاسبنی وانتم تشیعونی وتدعونی[2]

جب مُردے کو جنازہ پر رکھ کر تین قدم لے چلتے ہیں ایک کلام کرتا ہے جسے سب سنتے ہیں، جنھیں خدا چاہے سوا جن وانس کے۔ کہتا ہے اے بھائیو! اے نعش اٹھانے والو! تمھیں دنیا فریب نہ دے جیسا مجھے دیا اور تم سے نہ کھیلے جیسا مجھ سے کھیلی، اپنا ترکہ تو میں وارثوں کے لیے چھوڑ چلا اور بدلہ دینے والا قیامت میں مجھ سے جھگڑے گا اور حساب لے گا، تم میرے ساتھ چل رہے اور اکیلا چھوڑ آؤ گے۔

حدیث (۸) ابن مندہ راوی، حبّان بن ابی جبلہ[ع] نے فرمایا:

بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان الشھید اذا استشھد انزل

مجھے حدیث پہنچی کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شہید کے لیے ایک جسم نہایت خوبصورت

[ع] یہ تابعی ثقہ ہیں رجالِ بخاری سے، کتاب الادب المفرد میں ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ کتاب الروضۃ باب معرفۃ المیت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

[2] " کتاب القبور لابن ابی الدنیا " " " " " " ص ۴۰

اللہ تعالٰی جسدا کاحسن جسد ثم یقال لہ روحہ ادخل فیہ فینظر الی جسدہ الاول مایفعل بہ ویتکلم فیظن انہم یسمعون کلامہ وینظر الیہم فیظن انہم یرونہ حتی یاتیہ ازواجہ یعنی من الحور العین فیذھبن بہ۔[1]

یعنی اجسامِ مثالیہ سے اُترتا ہے اور اس کی رُوح کو کہتے ہیں اس میں داخل ہو، پس وُہ اپنے پہلے بدن کو دیکھتا ہے کہ لوگ اس کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور کلام کرتا ہے اور اپنے ذہن میں سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی باتیں سُن رہے ہیں، اور آپ جو انھیں دیکھتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ لوگ بھی اُسے دیکھ رہے ہیں یہاں تک کہ حُورعین میں سے اُس کی بیبیاں آکر اُسے لے جاتی ہیں (ت)

حدیث (۹) ابن ابی الدنیا و بیہقی سعید بن مسیّب سے راوی:

ان سلمان الفارسی وعبداللہ بن سلام التقیا فقال احدھما لصاحبہ ان لقیت ربک قبلی فاخبرنی ماذا لقیت، فقال او تلقی الاحیاء الاموات، قال نعم اما المومنون فان ارواحھم فی الجنۃ وھی تذھب حیث شاءت۔[2]

سلمان فارسی و عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہما ملے، ایک صاحب نے دوسرے سے فرمایا: اگر آپ مجھ سے پہلے انتقال کریں تو مجھے خبر دیں کہ وہاں کیا پیش آیا۔ دُوسرے صاحب نے پُوچھا کہ کیا زندے اور مُردے بھی آپس میں ملتے ہیں؟ فرمایا: ہاں مسلمانوں کی رُوحیں تو جنّت میں ہوتی ہیں اور انھیں اختیار ہوتا ہے جہاں چاہے جائیں۔

مغیرہ بن عبدالرحمان کی روایت میں تصریح آئی کہ یہ ارشاد فرمانے والے حضرت سلمان فارسی تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ سعید بن منصور اپنے سُنن اور ابن جریر طبری کتاب الادب میں اُن سے راوی:

قال لقی سلمان الفارسی عبداللہ بن سلام فقال لہ ان مت قبلی فاخبرنی بما تلقی وان مت قبلک اخبرتک الحدیث۔[3]

یعنی سلمان فارسی نے عبداللہ بن سلام سے فرمایا: اگر تم مجھ سے پہلے مرو تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا اور اگر میں تم سے پہلے مروں گا تو میں تمھیں خبر دُونگا۔

عہ صحابی عظیم الشان جلیل القدر صحابی اُن چاروں میں سے جن کی طرف جنت مشتاق ہے ۱۲ منہ سلمہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳

[2] شعب الایمان حدیث ۴۳۵۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۱۲۱

[3] شرح الصدور بحوالہ کتاب الادب لابن جریر خلافت اکیڈمی سوات ص ۹۸

حدیث (۱۰) ابن ابی شیبہ استاذِ بخاری و مسلم اپنے مصنف میں سیدنا ابوہریرہ [عل۱] رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

لایقبض المومن حتیٰ یری البشریٰ فاذا قبض نادی فلیس فی الدار دابة صغیرة ولا کبیرة الاوھی تسمع صوته الا الثقلین الجن والانس تعجلوابی الیٰ ارحم الراحمین فاذا وضع علیٰ سریرہ قال ما ابطاء ما تمشون[۱] الحدیث۔

مسلمانوں کی رُوح نہیں نکلتی جب تک بشارت نہ دیکھ لے۔ پھر جب نکل چکتی ہے تو ایسی آواز میں جسے انس و جن کے سوا گھر کا ہر چھوٹا بڑا جانور سنتا ہے ندا کرتی ہے مجھے لے چلو ارحم الراحمین کی طرف۔ پھر جب جنازے پر رکھتے ہیں کہتی ہے کتنی دیر لگا رہے ہو چلنے میں۔ الحدیث۔

حدیث (۱۱) امام احمد کتاب الزہد میں ام الدرداء [عل۲] رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ فرماتیں:

ان المیت اذا وضع علی سریرہ فانه ینادی یااھلاہ یا جیراناہ یاحملة سریراہ لا تغرنکم الدنیا کما غرتنی[۲] الحدیث۔

بیشک مُردہ جب چارپائی پر رکھا جاتا ہے پکارتا ہے اے گھر والو، اے ہمسایو، اے جنازہ اٹھانے والو! دیکھو دنیا تمھیں دھوکا نہ دے جیسا مجھے دیا۔

حدیث (۱۲) ابن ابی الدنیا امام مجاہد [عل۳] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے راوی:

اذا مات المیت فملك قابض نفسه فما من شئ الا وھو یراہ عند غسله وعند حمله حتی یوصله الی قبرہ[۳]۔

جب مُردہ مرتا ہے ایک فرشتہ اُس کی رُوح ہاتھ میں لیے رہتا ہے نہلاتے اٹھاتے وقت جو کچھ ہوتا ہے وہ سب دیکھتا جاتا ہے یہاں تک کہ فرشتہ اُسے قبر تک پہنچا دیتا ہے۔

عل۱ صحابی، جلیل القدر رفیع الذکر ہیں جن کی عام شہرت ان کی تعریف سے مغنی ۱۲ منہ (م)

عل۲ یہ دو خاتونوں کی کنیت ہے دونوں حضرت ابودرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیبیاں ہیں، پہلی کبریٰ کہ صحابیہ ہیں خیرہ نام، دوسری صغریٰ تابعیہ ثقہ فقیہہ مجتہدہ رواۃ صحاح ستہ سے ہجیمہ نام رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۱۲ منہ (م)

عل۳ تابعی جلیل الشان امام مجتہد مفسر ثقہ علماء مکہ معظمہ و اجلہ تلامذہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سب صحاح میں ان سے روایت ہے ۱۲ منہ (م)

---

۱ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الزہد کلام ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳/ ۳۴۸

۲ شرح الصدور بحوالہ کتاب الزہد لاحمد باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

۳ " " ابن ابی الدنیا " " " " " ۳۹

حدیث (۱۳) وہی عمرو بن دینار[عـہ۱] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی:

ما من میت یموت الا وھو یعلم مایکون فی اھلہ بعدہ وانھم یغسلونہ ویکفنونہ وانہ لینظر الیھم[۱]۔

ہر مُردہ جانتا ہے کہ اس کے بعد اُس کے گھر والوں میں کیا ہورہا ہے، لوگ اُسے نہلاتے ہیں کفناتے ہیں اور وُہ انھیں دیکھتا جاتا ہے۔

حدیث (۱۴) ابونعیم انھیں سے راوی:

ما من میت یموت الا روحہ فی ید ملك ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ ویقال لہ وھو علٰی سریرہ اسمع ثناء الناس علیك[۲]۔

ہر مُردے کی رُوح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی جاتی ہے کیونکر غسل دیتے ہیں، کس طرح کفن پہناتے ہیں، کیسے لے کر چلتے ہیں اور وُہ جنازے پر ہوتا ہے کہ فرشتہ اُس سے کہتا ہے سُن تیرے حق میں بھلا یا بُرا کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۵) امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن عبید ابن ابی الدنیا کہ امام ابنِ ماجہ صاحب سُنن کے اُستاذ ہیں۔ امام اجل بکر بن عبداللہ مزنی[عـہ۲] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی کہ انھوں نے فرمایا:

بلغنی انہ ما من میت یموت الا وروحہ فی ید ملك الموت فھم یغسلونہ ویکفنونہ وھو یرٰی مایصنع اھلہ فلو یقدر علی الکلام لنھاھم عن الرنۃ والعویل[۳]۔

مجھے حدیث پہنچی کہ جو شخص مرتا ہے اُس کی روح ملک الموت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ لوگ اسے غسل وکفن دیتے ہیں اور وُہ دیکھتا ہے کہ اُس کے گھر والے کیا کرتے ہیں، وُہ ان سے بول نہیں سکتا کہ اُنھیں شور وفریاد سے منع کرے۔

اقول اس نہ بولنے کی تحقیق زیرِ حدیث ۳۵ مذکور ہوگی ان شاء اللہ تعالٰی۔

عـہ۱ یہ بھی تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں علمائے مکہ معظمہ ورجالِ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عـہ۲ تابعی جلیل ثقہ ثبت ہیں رواۃ صحاح ستہ سے ۱۲ منہ سلمہ ربہ (م)

---

[۱] شرح الصدور بحوالہ عمرو بن دینار باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۳۹

[۲] حلیۃ الاولیاء مترجم نمبر ۲۴۶ دارالکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۴۹

[۳] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰ - ۳۹

حدیث (۱۶) یہی امام سفیان[عہ۱] علیہ رحمۃ المنان سے راوی:

ان المیت یعرف کل شیئ حتی انہ لیناشد غاسلہ باللہ علیک الاخففت غسلی قال ویقال لہ وھو علی سریرہ اسمع ثناء الناس علیک[1]

بیشک مُردہ ہر چیز کو پہچانتا ہے یہاں تک کہ اپنے نہلانے والے کو خدا کی قسم دیتا ہے کہ آسانی سے نہلانا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اُس سے جنازے پر کہا جاتا ہے کہ سُن لوگ تیرے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

حدیث (۱۷) یہی عبدالرحمن[عہ۲] بن ابی لیلی علیہ رحمۃ اللہ وسبحانہ وتعالیٰ سے راوی:

الروح بید ملک یمشی بہ مع الجنازۃ یقول لہ اسمع مایقال لک[2] الحدیث۔

رُوح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اسے جنازہ کے ساتھ لے کر چلتا اور اُس سے کہتا ہے سُن تیرے حق میں کیا کہا جاتا ہے۔

حدیث (۱۸) یہی ابن ابی نجیح[عہ۳] سے راوی:

مامن میت یموت الا وروحہ فی ید ملک ینظر الی جسدہ کیف یغسل وکیف یکفن وکیف یمشی بہ الی قبرہ[3] الحدیث۔

جو مُردہ مرتا ہے اس کی روح ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہوتی ہے کہ اپنے بدن کو دیکھتی ہے کیونکر نہلایا جاتا ہے، کیونکر کفن پہنایا جاتا ہے، کیونکر قبر کی طرف لے کر چلتے ہیں۔

حدیث (۱۹) یہی ابو عبداللہ[عہ۴] بکر مزنی رحمۃ اللہ علیہ سے راوی:

حدثت ان المیت لیستبشر بتعجیلہ

مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ دفن میں جلدی کرنے

عہ۱: تبع تابعین ومجتہدین کو فہ ورجالِ صحاح ستّہ سے ہیں۔ امام ثقہ حجت محدّث مجتہد عارف باللہ ۱۲ منہ (م)

عہ۲: یہ تابعی عظیم القدر جلیل الشان ہیں رجال صحاح ستّہ سے ۱۲ منہ (م)

عہ۳: تبع تابعین وعلمائے مکّہ ورواۃِ صحاح ستّہ سے ۱۲ منہ (م)

عہ۴: تابعی جلیل القدر کما مر ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور عن سفیان باب معرفۃ المیّت خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

[2] 〃 بحوالہ ابن ابی الدنیا 〃 〃 〃 〃 ص ۴۰

[3] 〃 عن ابن نجیح 〃 〃 〃 〃 〃

الی المقابر[1]

سے مُردہ خوش ہوتا ہے۔

جعلنا اللہ بمنہ وکرمہ من المسرورین المستبشرین برحمتہ المستریحین بالموت بجودہ وسابغ نعمتہ اٰمین بجاہ النبی الکریم الرؤف الرحیم علیہ وآلہ وصحبہ واولیاء اُمتہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔ع

اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے جو اس کی رحمت سے شاداں وفرحاں ہوتے، اس کے جود وانعام کامل کے سبب موت سے راحت پاتے ہیں۔ الٰہی! قبول فرما نبی کریم رؤف ورحیم کی وجاہت کے صدقے۔ ان پر ان کی آل واصحاب اور ان کی اُمت کے اولیاء پر بہترین درود وسلام ہو۔

نوعِ دوم: احادیث سمع وادراکِ اہلِ قبور میں، اور اس میں چند فصلیں ہیں:

فصل اوّل اصحابِ قبور سے حیا کرنے میں۔

حدیث (۲۰) اُم المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ارشاد جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت امام احمد منقول اور اُسے حاکم نے بھی صحیح مستدرک میں روایت کیا اور بشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا کر فرماتی ہیں:

کنت ادخل بیت الذی فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانی واضع ثوبی واقول انما ھو زوجی وابی فلما دفن عمر معھما فواللہ مادخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمر۔[2]

میں اس مکان جنت آستان میں جہاں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مزار پاک ہے یونہی بے لحاظِ ستر وحجاب چلی جاتی اور جی میں کہتی وہاں کون ہے، یہی میرے شوہر یا میرے باپ جلی اللہ تعالٰی علی زوجہا ثم ابیہا ثم علیہما وبارک وسلم۔ جب سے عمر دفن ہُوئے خدا کی قسم میں بغیر سراپا بدن چھپائے نہ گئی عمر سے شرم کے باعث، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

فرمائیے اگر اربابِ مزارات کو کچھ نظر نہیں آتا تو اس شرم کے کیا معنی تھے؟ اور دفنِ فاروق سے پہلے اُس لفظ کا کیا منشا تھا کہ مکان میں میرے شوہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا میرے باپ ہی تو ہیں غیر کون ہے!

ع اس نوع کی بعض احادیث بوجہ مناسبت نوعِ دوم میں مذکور ہوئیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور عن بکر المزنی باب معرفۃ المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۰

[2] مشکوٰۃ المصابیح زیارۃ القبور فصل ثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۵۴

مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۴/۷

حدیث (۲۱) ابن ابی شیبہ وحاکم حضرت عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

ماابالی فی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق والناس ینظرون[1] — یعنی میں ایک سا جانتا ہوں کہ قبرستان میں قضائے حاجت کو بیٹھوں یا بیچ بازار میں کہ لوگ دیکھتے جائیں۔

مقصد ثالث میں اس کے مناسب سلیم بن عمیر سے مذکور ہو گا کہ شرم اموات کے باعث مقابر میں پیشاب نہ کیا حالانکہ سخت حاجت تھی۔

فصل دوم احیاء کے آنے، پاس بیٹھنے، بات کرنے سے مُردوں کے جی بہلنے میں —— ظاہر ہے کہ اگر دیکھتے، سنتے، سمجھتے نہیں تو ان امور سے جی بہلنا کیسا !

حدیث (۲۲) شفاء السقام امام سبکی وارلعین طائیہ پھر شرح الصدور میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی :

آنس مایکون المیت فی قبرہ اذا زارہ من کان یحبہ فی دار الدنیا[2] — قبر میں مُردے کا زیادہ جی بہلنے کا وقت وہ ہوتا ہے جب اس کا کوئی پیارا زیارت کو آتا ہے۔

حدیث (۲۳) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں اور امام عبدالحق کتاب العاقبہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی، حضور پُر نور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

مامن رجل یزور قبر اخیہ و یجلس عندہ الا استأنس ورد علیہ حتی یقوم[3] — جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی زیارتِ قبر کو جاتا اور پاس بیٹھتا ہے میت کا دل اُس سے بہلتا ہے اور جب تک وہاں سے اُٹھے مُردہ اس کا جواب دیتا ہے۔

حدیث (۲۴) صحیح مسلم شریف میں ہے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ وُہ بھی صحابی ہیں نزع میں فرمایا :

اذا دفنتمونی فشنوا علی التراب شنا ثم اقیموا حول قبری قدر ما تنحر جزور ویقسم لحمہا حتی استأنس بکم و انظر ماذا اراجع — جب مجھے دفن کر چکو مجھ پر تھم تھم کر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے گرد اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ ایک اونٹ ذبح کیا جائے اور اس کا گوشت تقسیم ہو

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ — کتاب الجنائز — ادارۃ القرآن کراچی — ۲۲۹/۳
[2] شرح الصدور بحوالہ ارلعین طائیہ — باب زیارت القبور — خلافت اکیڈمی سوات — ص ۸۵
[3] 〃 〃 بحوالہ کتاب القبور ابن ابی الدنیا — 〃 〃 〃 — ص ۸۴

یہاں تک کہ میں تم سے انس حاصل کروں اور جان لوں کہ اپنے رب کے رسولوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ بلہ ہ سل سابق ہے

فصل سوم احیاء کی بے اعتدالی سے اموات کے ایذا پانے میں ــــ ظاہر ہے کہ افعال واحوال احیاء پر انھیں اطلاع نہیں تو ایذا پانی محض بے معنی۔

حدیث (۲۵) امام احمد بسند حسن عمرو بن حزم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا، لا تؤذ صاحب ھذا القبر یعنی اس قبر والے کو ایذا نہ دے۔ یا فرمایا: لا تؤذہ[۲] اسے تکلیف نہ پہنچا۔

حاکم وطبرانی کی روایت میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر پر بیٹھے دیکھا، فرمایا: یاصاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذی صاحب القبر ولا یؤذیک[۳] (او قبر والے! قبر سے اُتر آ، نہ تو صاحبِ قبر کو ایذا دے نہ وہ تجھے)

مقصد سوم میں اس حدیث کی شرح امام اجل حکیم ترمذی سے منقول ہوگی۔

روایت مناسبہ ابن ابی الدنیا ابو قلابہ[۱] بصری سے راوی:

میں ملک شام سے بصرہ کو جاتا تھا، رات کو خندق میں اُترا، وضو کیا، دو رکعت نماز پڑھی، پھر ایک قبر پر سر رکھ کے سوگیا۔ جب جاگا تو صاحب قبر کو دیکھا کہ مجھ سے گلہ کرتا ہے ۔۔۔ کہتا ہے: لقد اٰذیتنی منذ اللیلۃ[۴] اے شخص! تُو نے مجھے رات بھر ایذا دی۔

روایت دوم امام بیہقی دلائل النبوۃ میں اور ابن ابی الدنیا حضرت ابو عثمان[۲] نہدی سے وہ ابن مینا تابعی سے راوی،

میں مقبرے میں گیا، دو رکعت پڑھ کر لیٹ رہا، خدا کی قسم میں خوب جاگ رہا تھا کہ سُنا کوئی شخص قبر میں سے کہتا ہے: قم فقد اٰذیتنی اُٹھ کہ تُو نے مجھے اذیت دی۔ پھر کہا کہ تم عمل کرتے ہو اور ہم نہیں کرتے

عـہ۱ تابعی، ثقہ، فاضل، رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عـہ۲ اجلہ اکابر تابعین سے ہیں۔ زمانہ رسالت پائے ہوئے ثقہ ثبت عابد رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[۱] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۶/۱

[۲] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ احمد کتاب الجنائز باب دفن المیت مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۴۹

[۳] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی الکبیر باب البناء علی القبور الخ دار الکتاب بیروت ۶۱/۳

[۴] شرح الصدور بحوالہ ابن ابی الدنیا عن ابی قلابۃ باب ما ینفع المیت فی قبرہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۸

خدا کی قسم اگر تیری طرح دو رکعتیں میں بھی پڑھ سکتا مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہوتا۔[1]

روایت سوم حافظ ابن مندہ امام قاسم[ع] بن مخیمرہ رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی:

اگر میں تپائی ہوئی بھال پر پاؤں رکھوں کہ میرے قدم سے پار ہوجائے تو یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی قبر پر پاؤں رکھوں۔ پھر فرمایا: ایک شخص نے قبر پر پاؤں رکھا جاگتے میں سنا الیك عنی یا رجل لا تؤذنی[2] اے شخص! الگ ہٹ مجھے ایذا نہ دے۔

حدیث (۲۶) امام مالک واحمد وابوداؤد وابن ماجہ وعبدالرزاق وسعید بن منصور وابن حبان ودارقطنی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: واللفظ لاحمد کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیا[3] مردے کی ہڈی توڑنی اور اسے ایذا دینی ایسی ہے جیسی زندہ کی ہڈی توڑنی۔

بعض روایات دارقطنی میں لفظ فی الاثم[4] اور زائد یعنی درد پہنچنے میں زندہ و مردہ برابر ہیں۔ ذکرہ فی مقاصد الحسنۃ (اسے مقاصد حسنہ میں ذکر کیا گیا۔ ت) ___ مقصد سوم میں اس کے متعلق امام ابوعمر کا قول آئے گا۔

حدیث (۲۷) دیلمی وابن مندہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

احسنوا الکفن ولا تؤذوا موتاکم بعویل ولا بتاخیر وصیۃ ولا بقطیعۃ وعجلوا قضاء دینہ واعدلوا عن جیران السوء[5]۔

کفن اچھا دو اور اپنی میت کو چلا کر رونے یا اس کی وصیت میں دیر لگانے یا قطع رحم کرنے سے ایذا نہ پہنچاؤ اور اس کا قرض جلد ادا کرو اور برے ہمسایہ سے الگ رکھو۔

یعنی قبور کفار و اہل بدعت و فسق کے پاس دفن نہ کرو۔

ع تابعی، ثقہ فاضل رواۃ صحاح ستہ سے، غیر انہ عند خ فی التعلیقات (البتہ امام بخاری نے تعلیقات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ت) ۱۲ منہ (م)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ البیہقی فی دلائل النبوۃ باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۹
[2] شرح الصدور بحوالہ ابن مندہ باب تأذیہ لبسائر وجوہ الاذی خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶
[3] مسند احمد بن حنبل مرویات حضرت عائشہ دار الفکر بیروت ۶/۱۰۵
[4] المقاصد الحسنہ حدیث ۸۰۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۱۶
[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۱۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۹۸

حدیث (۲۸) امام احمد ابو الربیع سے راوی:

کنت مع ابن عمر فی جنازۃ فسمع صوت انسان یصیح فبعث الیہ فاسکتہ فقلت لم اسکتہ یا ابا عبد الرحمٰن قال انہ یتاذی بہ المیت حتی یدخل فی قبرہ[1]۔

میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ساتھ ایک جنازہ میں تھا کسی کے چلّانے کی آواز سنی، آدمی بھیج کر اُسے خاموش کرادیا۔ میں نے عرض کی: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ نے اُسے کیوں چپایا، فرمایا: اس سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے یہاں تک کہ قبر میں جائے۔

حدیث (۲۹) امام سعید بن منصور اپنے سُنن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

انہ رأی نسوۃ فی جنازۃ فقال ارجعن مازورات غیر ماجورات انکن لتفتن الاحیاء وتؤذین الاموات[2]

یعنی اُنھوں نے ایک جنازے میں کچھ عورتیں دیکھیں اور ارشاد فرمایا پلٹ جاؤ گناہ سے بوجھل ثواب سے اوجھل۔ تم زندوں کو فتنے میں ڈالتی اور مُردوں کو اذیت دیتی ہو۔

تنبیہ: سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو حدیث صحیح مشہور میں فرمایا: المیت یعذب ببکاء الحی علیہ[3] زندوں کے رونے سے مُردے پر عذاب ہوتا ہے، جسے امام احمد و شیخین نے عمر فاروق و عبداللہ بن عمر و مغیرہ بن شعبہ، اور ابو یعلٰی نے ابوبکر صدیق و ابوہریرہ، اور ابن حبان نے انس بن مالک و عمران بن حصین اور طبرانی نے سمرہ بن جندب سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ایک جماعت ائمہ کے نزدیک اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ زندوں کے چلّانے سے مُردوں کو صدمہ ہوتا ہے۔ امام اجل سیوطی نے شرح الصدور میں اس معنی کو ایک حدیث مرفوع سے مؤید کرکے فرمایا امام ابن جریر کا یہی قول ہے اور اسی کو ایک گروہ ائمہ نے اختیار فرمایا، پھر اس کی تائید میں یہ دو حدیثیں ابن مسعود و ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کی کہ ہم نے بیان کیں، ذکر فرمائیں۔ اس تقدیر پر ارشادِ اقدس المیت یعذب الحدیث کی آٹھوں روایتیں بھی یہاں شمار کے قابل تھیں مگر از انجا کہ علماء کو اس کے معنی میں بہت اختلاف ہے۔ نہ ہمارا قصد حصر واستیعاب۔ لہذا انھیں معدود نہ کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث (۳۰) ابن ابی شیبہ اپنے مصنف میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

اذی المؤمن فی موتہ کاذاہ

مسلمان کو بعد موت ایذا دینی ایسی ہے جیسے زندگی میں

---

[1] مسند احمد بن حنبل مرویات عبداللہ بن عبدالرحمان دارالفکر بیروت ۲/ ۱۳۵

[2] شرح الصدور بحوالہ سعید بن منصور عن ابن مسعود باب تاذی المیت بالنیاحۃ علیہ خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۲۵

[3] صحیح مسلم کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۲

فی حیاتہ[1] اُسے تکلیف پہنچائی۔

حدیث (۳۱) سعید بن منصور اپنے سُنن میں راوی، کسی نے اُس جناب سے قبر پر پاؤں رکھنے کا مسئلہ پوچھا، فرمایا:

کما اکرہ اذی المومن فی حیاتہ فانی اکرہ اذاہ بعد موتہ[2]

مجھے جس طرح مسلمان زندہ کی ایذا ناپسند ہے یونہی مُردہ کی۔

حدیث (۳۲) طبرانی عبدالرحمٰن بن علا ابن لجلاج سے اُن کے والد علا[عـہ] رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اُن سے فرمایا:

یا بنی اذا وضعتنی فی لحدی فقل بسم اللہ وعلٰی ملۃ رسول اللہ ثم شن علی التراب شنا ثم اقرأ عند راسی بفاتحۃ البقرۃ و خاتمتہا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول ذلک[3]

اے میرے بیٹے! جب مجھے لحد میں رکھے بسم اللہ و علٰی ملۃ رسول اللہ کہنا۔ پھر مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا، پھر میرے سرہانے سورۂ بقرہ کا شروع یعنی مفلحون تک اور خاتمہ یعنی اٰمن الرسول سے پڑھنا کہ میں نے سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد صحیح مسلم سے ابھی گزرا کہ مجھ پر مٹی تھم تھم کر بنرمی ڈالنا۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ترجمہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

چوں دفن کنید مرا پس بنرمی وبسہولت بینداز ید بر من خاک را یعنی اندک اندک اندازید واین اشارت است باں کہ میت احساس می کند و دردناک می شود بانچہ دردناک مے شود باں زندہ[4]

جب مجھے دفن کرنا تو مجھ پر مٹی نرمی وسہولت سے یعنی ذرا ذرا کرکے ڈالنا۔ یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ مُردے کو احساس ہوتا ہے اور جس چیز سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے مُردہ کو بھی ہوتی ہے۔

عـہ تابعی ثقہ ہیں اور اُن کے بیٹے عبدالرحمان تبع تابعین مقبول الروایۃ سے دونوں صاحب رجال جامع ترمذی میں ہیں ۱۲ منہ سلمہ (م)

[1] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الجنائز ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳/ ۳۶۷

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید بن منصور باب تاذی المیت خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۲۶

[3] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کبیر باب مایقول عند ادخال المیت القبر دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۴۴

[4] اشعۃ اللمعات کتاب الجنائز باب دفن المیت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۹۷

فصل چہارم میں وُہ احادیث جن میں صراحۃً وارد کہ مُردے اپنے زائرین کو پہچانتے اور اُن کا سلام سُنتے اور انھیں جواب دیتے ہیں۔

حدیث (۳۳) امام ابوعمر ابن عبدالبر کتاب الاستذکار و التمہید میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن احد یمر بقبر اخیہ المؤمن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الاعرفہ ورد علیہ السلام[1]

جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی قبر پر گزرتا اور اسے سلام کرتا ہے اگر وُہ اسے دنیا میں پہچانتا تھا اب بھی پہچانتا اور جواب سلام دیتا ہے۔

امام ابومحمد عبدالحق کہ اجلہ علمائے حدیث سے ہیں اس حدیث کی تصحیح کرتے ہیں، ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور[2] والفاضل الزرقانی فی شرح المواھب (اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں اور علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا۔ ت) اسی طرح امام ابوعمرو سیّد علامہ سمہودی نے اس کی تصحیح فرمائی، ذکرہ الشیخ المحقق فی جامع البرکات وجذب القلوب (اسے شیخ محقق نے جامع البرکات اور جذب القلوب میں ذکر فرمایا ہے۔ ت) امام سبکی شفاء السقام میں یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں:

ذکرہ جماعۃ وقال القرطبی فی التذکرۃ ان عبدالحق صححہ ورویناہ فی الخلعیات من حدیث ابی ھریرۃ ایضا انتھی[3]۔

اسے ایک جماعت نے ذکر کیا اور امام قرطبی نے تذکرہ میں لکھا ہے کہ امام عبدالحق نے اسے صحیح کہا اور خلعیات میں اسے ہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے بھی بیان کیا ہے انتہی (ت)

قلت وستسمع ذلک (میں نے کہا، وُہ حدیث آگے سُنو گے)

حدیث (۳۴) ابن ابی الدنیا و بیہقی و صابونی و ابن عساکر و خطیب بغدادی وغیرہم محدثین ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مر الرجل بقبر یعرفہ فسلم علیہ رد علیہ السلام وعرفہ

جب آدمی ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے دنیا میں شناسائی تھی اور اُسے سلام کرتا ہے میّت جواب سلام دیتا

---

[1] شرح الصدور بحوالہ التمہید لابن عبدالبر باب زیارت القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴
[2] ؎
[3] شفاء السقام الباب الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۸۸

واذا مر بقبر لا یعرفه فسلم علیہ ردّ علیہ السلام[1]۔

اور اسے پہچانتا ہے، اور جب ایسی قبر پر گزرتا ہے جس سے جان پہچان نہ تھی اور سلام کرتا ہے میّت اسے جواب سلام دیتا ہے۔

حدیث (۳۵) امام عقیلی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال ابو رزین یا رسول اللہ ان طریقی علی الموتی فھل من کلام اتکلم بہ اذا مررت علیھم؟ قال قل السلام علیکم یا اھل القبور من المسلمین والمؤمنین انتم لنا سلف ونحن لکم تبع وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون قال ابو رزین یا رسول اللہ یسمعون قال یسمعون ولکن لا یستطیعون ان یجیبوا[2]۔

یعنی ابو رزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا راستہ مقابر پر ہے، کوئی کلام ایسا ہے کہ جب اُن پر گزروں کہا کروں۔ فرمایا: یوں کہہ سلام تم پر اے قبر والو! اہل اسلام اور اہل ایمان سے، تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے، اور ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملنے والے ہیں۔ ابو رزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا مُردے سُنتے ہیں؟ فرمایا سُنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

تنبیہ نبیہ: امام جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

ای جوابا یسمعہ الحی والا فھم یردون حیث لا یسمع[3]۔

یعنی حدیث کی یہ مراد ہے کہ مُردے ایسا جواب نہیں دیتے جو زندے سُن لیں ورنہ وہ ایسا جواب تو دیتے ہیں جو ہمارے سُننے میں نہیں آتا۔

اقول یہ معنی خود اسی فصل کی دو[ع] حدیث سابق سے واضح کہ ان میں تصریحاً فرمایا مُردے جواب سلام دیتے ہیں، اور اس کی نظیر وہ ہے جو حدیث ۱۵ میں بکر بن عبداللہ مزنی سے گزرا کہ رُوح سب کچھ دیکھتی ہے مگر

ع: سمہودی گوید کہ احادیث درین معنی بسیار است واین معنی در آحاد ست وعموم مومنین متحقق ۱۲ منہ (م)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں اس معنی میں احادیث بہت ہیں اور یہ معنی ہونا خود ہی ثابت ہے افرادِ اُمت اور عام مومنین میں متحقق ہے۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث ۹۲۹۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۱۷
[2] کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۷۳ " " " ۴/ ۱۹
[3] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۴

بول نہیں سکتی کہ شور و فریاد سے منع کرے۔ اس کے معنی بھی وُہی ہیں کہ اپنی بات احیاء کو سنا نہیں سکتے، ورنہ صحیح حدیثوں میں اُس کا کلام کرنا وارد، جیسا کہ حدیث ۳ وغیرہ میں گزرا۔

تنبیہ دوم: فقیر کہتا ہے پھر یہ ہمارا نہ سُننا بھی دائمی نہیں، صدہا بندگانِ خدا نے اموات کا کلام و سلام سُنا ہے، جن کی بکثرت روایات خود شرح الصدور وغیرہ میں مذکور۔ اور بعض اسی مقصد میں فقیر نے بھی نقل کیں اور عجب نہیں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے محل پر اور بھی مذکور ہوں۔

تنبیہ سوم: بس نافع و مہم۔

اقول و باللہ التوفیق طرفہ یہ ہے کہ جوابِ سوال نوزدہم میں صاحبِ مائۃ مسائل نے بھی اس حدیث کو عن القاری عن السیوطی عن العقیلی نقل کیا اور اموات کے لیے سلامِ احیاء کا سُننا مسلّم رکھا۔ اسی قدر سے اپنی وُہ سب جولانیاں جو زیرِ سوال ۲۶ کے ہیں باطل مان لیں کہ وہاں جن پانچ عبارتوں سے استناد کیا اُن سب میں نفی مطلق ہے۔

اسی طرح آیۂ کریمہ بفرضِ غلط نافی سماع ہو تو وہاں بھی سلام و کلام کچھ تخصیص نہیں۔ اور عبارت دوم میں توصاف منافات موت و افہام مذکور کیا بلعض جگہ متنافیین بھی جمع ہو جاتے ہیں۔ اور عبارتِ پنجم میں صریحًا لفظِ جمادات موجود۔ پھر پتھروں کے آگے سلام کلام سب ایک سا۔

غرض اگر آیت اور اُن عبارات کا وہی مطلب تو سماعِ سلام کی تسلیم میں اُن سب استنادوں کو دفعتًا سلام ہوا جاتا ہے۔ پھر ناحق اپنے یہاں حدیثِ عقیلی سے استناد اور کلماتِ قاری و سیوطی کی سُننے گا تو بہت کچھ ماننا پڑے گا، اُن کی تحقیقاتِ قاہرہ و تصریحاتِ باہرہ عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ مقصدِ ثالث میں جگر شگاف مکابرہ و اعتسفاف ہوتے ہیں۔ اُدھر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثوں پر کان رکھا اور ارواحِ گزشتگان کو جماد و سنگ ماننے کا دھرم گیا۔ ذرا خدا لگتی کہنا ایک عقیلی کی حدیث سے آپ نے سماعِ سلام تو تسلیم کیا' بخاری و مسلم وغیرہ کی احادیث صحیحہ سے جُوتوں کی پہچل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز اور سلام کے سوا اور انواعِ کلام بھی سُننا اور اُن پتھروں کا اپنے زائروں کو پہچاننا، اُن کا جوابِ سلام دینا اور اُن سے اُنس حاصل کرنا، اور اُن کے سواصدہا امور جو ثابت و مذکورہ وُہ کس جی سے مانئے گا، یا وہاں پھر فالف بعض الحدیث وکاف بعض (کسی حدیث کا الف اور کسی کا کاف لیجئے گا۔ ت) کی ٹھہرے گی۔ علاوہ بریں خود یہ حدیث عقیلی اس تخصیصِ سلام کے رَد کو کیا تھوڑی ہے، یہاں بھی اموات سے فقط السلام علیکم

ملہ مائۃ مسائل مسئلہ ۱۹ سماعتِ موتیٰ مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۴۰

نہ کہاگیا۔ ذرا آنکھیں کھول کر ملاحظہ ہو آگے ان پتھروں سے کچھ اور کلام و خطاب بھی نظر آتے ہیں کہ تم ہمارے سلف، ہم تمہارے خلف، ہم ان شاء اللہ تعالٰی تم سے ملیں گے۔ اس سارے کلام پر ابو رزین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا: ہاں سنتے ہیں۔ اور لطف یہ کہ اس حدیث کے بعد امام سیوطی کا وہ قول بھی نقل کر گئے کہ حدیث میں جواب نہ دینے سے یہ مراد ہے، ورنہ اموات واقع میں جواب دیتے ہیں۔ سبحان اللہ سلام بھی سنیں، کلام بھی سنیں، جواب بھی دیں، اور پھر پتھر کے پتھر، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ فرمایا مولوی معنوی قدس سرہٗ نے:

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم　　با شما نامحرماں ما خامشیم[1]

(ہم سمیع و بصیر ہیں اور خوش ہیں مگر تم نامحرموں کے سامنے مُہر بلب ہیں۔ت)

حدیث (۳۶) طبرانی معجم اوسط میں عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے قبور پر ٹھہرے اور فرمایا:

والذی نفسی بیدہ لایسلم علیھم احد الا ردوا علیہ الی یوم القیمۃ[2]

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا جواب دیں گے۔

حدیث (۳۷) بعینہٖ اسی طرح حاکم نے صحیح مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے تصحیح کی۔

حدیث (۳۸) حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں بطریق عطاف بن خالد مخزومی عبدالاعلٰی بن عبداللہ سے وہ اپنے والد ماجد عبداللہ بن ابی فروہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زیارتِ شہدائے اُحد کو تشریف لے گئے اور عرض کی:

اللھم ان عبدك ونبیك یشھد ان ھؤلاء شھداء وانہ من زارھم وسلم علیھم الی یوم القیمۃ ردوا علیہ[3]

الٰہی! تیرا بندہ اور تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

تتمہ حدیث: عطاف کہتے ہیں میری خالہ مجھ سے بیان کرتی تھیں میں ایک بار زیارتِ قبورِ شہداء کو گئی میرے

---

[1] مثنوی مولوی معنوی　دفتر سوم　حکایت مارگیری کہ اژدہائے افسردہ الخ　نورانی کتب خانہ پشاور　ص ۲۷

[2] شرح الصدور بحوالہ المعجم الاوسط　باب زیارۃ القبور　خلافت اکیڈمی سوات　ص ۸۴

[3] بحوالہ الحاکم　"　"　ص ۸۵

المستدرک للحاکم　کتاب المغازی　دارالفکر بیروت　۳/۲۹

ساتھ دو لڑکوں کے سوا کوئی نہ تھا جو میری سواری کا جانور تھامے تھے۔ میں نے مزارات پر سلام کیا، جواب سنا اور آواز آئی: واللہ انا نعرفکم کما یعرف بعضنا بعضا خدا کی قسم تم لوگوں کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے آپس میں ایک دوسرے کو۔ میرے بدن پر بال کھڑے ہوگئے، سوار ہوئی اور واپس آئی[1]۔

روایت دوم مناسب اوہ: امام بیہقی نے ہاشم بن محمد عمری سے روایت کی: مجھے میرے باپ مدینہ طیبہ سے زیارتِ قبورِ اُحد کو لے گئے، جمعہ کا روز تھا، صبح ہو چکی تھی، آفتاب نہ نکلا تھا، میں اپنے باپ کے پیچھے تھا، جب مقابر کے پاس پہنچے اُنھوں نے بآواز کہا، سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ جواب آیا: وعلیکم السلام یا ابا عبد اللہ۔ باپ نے میری طرف مُڑ کر دیکھا اور کہا کہ اے میرے بیٹے! تُو نے جواب دیا؟ میں نے کہا: نہ۔ اُنھوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داہنی طرف کر لیا اور کلام مذکور کا اعادہ کیا، دوبارہ ویسا ہی جواب ملا، سہ بارہ کیا پھر وہی جواب ہوا۔ میرے باپ اللہ تعالٰی کے حضور سجدۂ شکر میں گر پڑے[2]۔

روایت سوم: ابن ابی الدنیا اور بیہقی دلائل میں انھیں عطاف مخزومی کی خالہ سے راوی: ایک دن میں نے قبرِ سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس نماز پڑھی، اس وقت جنگل بھر میں کسی آدمی کا نام و نشان نہ تھا، بعد نماز مزار مطہر پر سلام کیا، جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا:

من یخرج من تحت القبر اعرفہ کما اعرف ان اللہ خلقنی وکما اعرف اللیل والنہار[3]۔

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اُسے پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہوں کہ اللہ تعالٰی نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس طرح رات اور دن کو پہچانتا ہوں۔

حدیث (۳۹) ابن ابی الدنیا اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت محمد بن واسع[عہ] سے راوی:

قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعۃ ویوما قبلہ ویوما بعدہ[4]۔

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مُردے اپنے زائروں کو جانتے ہیں جمعہ کے دن اور ایک دن اُس سے پہلے اور ایک دن اُس کے بعد۔

عہ یہ تابعی ہیں، ثقہ، عابد، عارف باللہ، کثیر المناقب، رجال صحاح ستہ سے، الا الطرفین ۱۲ منہ (م)

---

[1] المستدرک للحاکم | کتاب المغازی | دار الفکر بیروت | ۳/ ۲۹

[2] دلائل النبوۃ | باب قول اللہ لاتحسبن الذین | دار الکتب العلمیۃ بیروت | ۳/ ۳۰۹

[3] " " " " " " " ۳/ ۳۰۸

[4] شعب الایمان | حدیث ۹۳۰۱ | " " " | ۷/ ۱۸

تنبیہ: اس حدیث کے یہ معنی کہ بوجہ برکت جمعہ ان تین دن میں اُن کے علم و ادراک کو زیادہ وسعت دیتے ہیں، جو معرفت و شناسائی انھیں ان دنوں میں ہوتی ہے اور دنوں سے بیش وافزوں ہے نہ یہ کہ صرف یہی تین دن علم و ادراک کے ہوں۔ ابھی سُن چکے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مطلق ہیں جن میں بلا تخصیص ایام اُن کا علم و ادراک ثابت فرمایا۔ تصریح اس معنی کی ان شاء اللہ مقصد سوم میں مذکور ہو گی۔

فصل پنجم میں وہ جلیل حدیثیں جن سے ثابت کہ سماعِ اہلِ قبور سلام ہی پر مقصور نہیں بلکہ دیگر کلام و اصوات بھی سُنتے ہیں۔

حدیث (۴۰) بخاری و مسلم وابوداؤد و ترمذی و نسائی اپنے صحاح اور امام احمد مسند میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور پُرنور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللفظ لمسلم ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم اذا انصرفوا[1]

(مسلم کے الفاظ ہیں۔ت) مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کرکے پلٹتے ہیں بیشک وہ اُن کی جوتیوں کی آواز سُنتا ہے۔

حدیث (۴۱) احمد وابوداؤد بسند جید براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان المیت یسمع خفق نعالھم اذا ولوا مدبرین[2]

بیشک مُردہ جوتیوں کی پہچل سُنتا ہے جب لوگ اسے پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

حدیث (۴۲) بیہقی و طبرانی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المیت اذا دفن یسمع خفق نعالھم اذا ولوا عنہ منصرفین[3]

بیشک جب مُردہ دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سُنتا ہے۔

حدیث بیہقی کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں فرمایا: بسند حسن[4] (اس کی سند حسن ہے۔ت) اور سند

---

[1] صحیح مسلم باب عرض مقعد المیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۸۶

[2] مسند احمد بن حنبل مرویات البراء ابن عازب دار الفکر بیروت ۴/۲۹۶

الترغیب والترہیب بحوالہ ابی داؤد واحمد الترہیب المرور بقبور الظالمین مصطفی البابی مصر ۴/۳۶۵

[3] کنز العمال بحوالہ طبرانی حدیث ۴۲۳۷۹ مکتبۃ التراث الاسلامی مصر ۱۵/۶۰۰

[4] شرح الصدور باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۰

طبرانی کو علامہ مناوی نے تیسیر میں کہا: رجالہ ثقات[1] (اس کے رجال ثقہ ہیں۔ ت)

حدیث (۴۳) ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف اور ابن حبان نے صحیح مسمّی بالتقاسیم والانواع اور حاکم نیشاپوری نے الصحیح المستدرک علی البخاری ومسلم اور بغوی نے شرح السنہ اور طبرانی نے معجم اوسط اور ہناد نے کتاب الزہد اور سعید بن السکن نے اپنی سُنن اور ابن جریر وابن منذر وابن مردویہ وبیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ان المیّت اذا وضع فی قبرہ انہ لیسمع خفق نعالھم حین یوّلون عنہ[2]۔

قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مُردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش پائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اُس کے پاس سے پلٹتے ہیں۔

حدیث (۴۴) جویبر نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک حدیث طویل روایت کی جس میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

فانہ یسمع خفق نعالکم ونفض ایدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین[3]۔

بیشک وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی بہل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سُنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔

حدیث (۴۵) طبرانی وابن مردویہ ایک حدیث طویل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن راوی:

قال شھدنا جنازۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلما فرغ من دفنھا وانصرف الناس قال انہ الاٰن یسمع خفق نعالکم[4] الحدیث

فرمایا: ہم ایک جنازہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب حاضر تھے۔ جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور نے ارشاد فرمایا: اب وہ تمہاری جُوتیوں کی آواز سُن رہا ہے۔

فائدہ جلیلہ: چالیس سے پینتالیس تک جو چھ حدیثیں مذکور ہُوئیں پہلے ہی لاجواب ٹھہر چکی ہیں۔ آج تک کوئی جواب معقول اُن سے نہ ملا نہ ملے۔ غایت سعی اُن کی طرف سے یہ ہے کہ سماع مذکور کو اول

---

[1] التیسیر لشرح الجامع الصغیر تحت ان المیت اذا دفن مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۰۳

[2] المستدرک للحاکم المیت لیسمع خفق نعالھم دارالفکر بیروت ۱/۳۸۰

[3] شرح الصدور بحوالہ جویبر باب فتنۃ القبر خلافت اکیڈمی سوات ص ۵۱

[4] " طبرانی اوسط وابن مردویہ " " ص ۵۴

وضع فی القبر سے تخصیص کریں یعنی جب قبر میں رکھ کر مٹی دیتے ہیں اُس وقت میّت کو ایسی قوتِ سامعہ ملتی ہے کہ اب عنقریب سوالِ منکر نکیر ہونے والا ہے اُس کے لیے پیشتر سے ایسے حواس عطا ہوجاتے ہیں، پھر بعد سوال یہ قوت نہیں رہتی۔ حالانکہ عندالانصاف یہ ادعا محض بے دلیل ولا طائل ہے۔

اوّلاً یہ تخصیص ظاہر حدیث کے خلاف جس پر کوئی دلیل قائم نہیں۔ حدیثیں صاف صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ میّت کی قوتِ سامعہ قبر میں اس درجہ تیز اور قوی ہے کہاں سے جانا کہ یہ اُسی وقت کے لیے ملتی ہے اور پھر جاتی رہتی ہے!

ثانیاً مقدمۂ سوال کے لیے پیشتر سے حواس مل جانا کیا معنی کیا فوراً وقتِ سوال نہ مل سکتی تھی یا عطائے الٰہی میں معاذاللہ کچھ دیر لگتی ہے کہ پہلے سے اہتمام ہو رہنا ضرور ہُوا۔

یہ دونوں اعتراض شیخ محقق مولانا عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مدارج النبوۃ میں افادہ فرمائے

حیث قال ایں تخصیص خلافِ ظاہر است ودلیلے نیست برآں وظاہر حدیث آنست کہ ایں حالت حاصل ست میّت را در قبر وزندہ گردانیدن میّت دروقتِ سوال ست وپیش ازاں زندہ گردانیدن برائے مقدمۂ سوال چہ معنی دارد[1]

یہ تخصیص ظاہر کے خلاف ہے۔ اس پر کوئی دلیل بھی نہیں۔ ظاہر حدیث یہ ہے کہ قبر کے اندر میّت کی یہ حالت ہوتی ہے ـــــ میّت کو زندہ کرنا سوال کے وقت ہے تو اس سے پہلے مقدمۂ سوال کے لیے زندہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ (ت)

وثالثاً۔ کما اقول سلمنا (جیسے کہ میں کہتا ہوں ہم تسلیم کرتے) کہ پہلے ہی سے ہوش وحواس مل جانا ضروری تھا مگر حاجت اُسی قدر تھی جس میں وہ نکیرین کی بات سُن سمجھ لیتا اس قدر قوتِ عظیمہ کی کیا ضرورت تھی کہ باوجود اتنے حائلوں کے ایسی ہلکی آوازیں بے تکلف سُنے۔ خود یہی حضرات مسئلہ یمین فی الضرب (مارنے کے بارے میں قسم) کی یہی توجیہ کرتے ہیں کہ ہمارے مارے سے مُردے کو تکلیف یا ایذا نہیں ہوتی[ع] اس کا ادراک عذابِ الٰہی کے واسطے ہے۔ یونہی چاہیے تھا کہ اس کا سماع سوالِ نکیرین کے لیے ہو، نہ اصواتِ خارجہ کے واسطے۔

ورابعاً کما اقول ایضاً اگر مسئلہ یمین فی الکلام عدمِ سماع پر مبنی ہو کما زعموا۔ اور اب آپ نے بھی

ع تنبیہ: یہ بات بھی خلافِ تحقیق ہے بلکہ بیشک ایذا ہوتی ہے۔ دیکھو اس مقصد کی فصل سوم اور مقصد سوم کی پنجم ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

---

[1] مدارج النبوۃ اصل در سماعت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۵

بشوکت احادیثِ قاہرہ اتنی دیر کے لیے سماع تسلیم کیا تو واجب کہ اس میّت سے کلام کرنے والا حانث ہو کہ وُہ ملنی آپ ہی کے اقرار سے یہاں منتفی، حالانکہ مسئلہ قطعاً مطلق ہے۔ لاجرم ماننا پڑے گا کہ ایمان عرف پر مبنی اور عرفاً اس قسم سے بعد موت کلام کرنا نہیں سمجھا جاتا۔ لہذا حالتِ حیات سے مقید رہا۔ ہم کہیں گے اب حق کی طرف رجوع ہُوئے۔ واقعی اس مسئلہ کا یہی مبنیٰ ہے اور اب انکارِ سماعِ موتٰی سے اسے کچھ علاقہ نہ رہا، کما لایخفی۔ اسی طرح حضراتِ نجدیہ سے کہا جائے گا اگر آپ بھی احادیث صحیحہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاکر سماعتِ میّت تسلیم کرتے ہیں، اگر اس وقتِ خاص ہی میں سہی، تو اب حکم ارشاد ہو، اگر کوئی بندہ مسلمان کسی عبد صالح کے دفن ہوتے ہی فوراً اس سے استمداد و طلبِ دُعا کرے تو ابھی وُہ بربنائے انکار یعنی عدمِ سماع متحقق نہ ہو۔ ذرا جی کڑا کرکے اس وقتِ خاص ہی میں اجازت دے دیجئے۔

وخامساً کما اقول ایضاً موت کو تمام حواس و ادراکات و دیگر اوصافِ حیات سے یکساں نسبت ہے۔ معاذ اللہ اگر پتھر ہونا ٹھہرا تو سُننا، دیکھنا، سمجھنا، بولنا سب کا بطلان لازم۔ اور یہ حضرات کرام خود فرما چکے کہ موت منافیِ فہم ہے۔ اب کیا جواب ہے اُن حدیثوں سے جو فصلِ اوّل و دوم وسوم میں گزریں، جن سے ثابت کہ اموات ہمیشہ اپنے زائروں کو پہچانتی اور اُن سے اُنس حاصل کرتی اور اُن کے سلام کا جواب دیتی اور اُن کی بے اعتدالیوں سے ایذا پاتی ہیں الی غیر ذٰلک من الامور المذکورۃ (امور مذکورہ جیسے دیگر امور۔ ت)۔۔۔۔ بھلا یہاں تو مقدمہ سوال کی تخصیص نکلی تھی ان مقدمات میں کونسی خصوصیت آئے گی۔

تنبیہ: میرا یہ سب کلام حقیقتاً اُن حضراتِ منکرین سے ہے جو عباراتِ علماء کے یہ معنی سمجھے، ورنہ فقیر کے نزدیک اُن کے ارشاد کا وہ محمل ممکن جو عقیدۂ اہلِ حق سے مخالف نہ ہو۔ مولوی صاحب اگر جوابِ فقیر میں اُن عبارات کو یاد کریں گے اُس وقت ان شاء اللہ تعالٰی وُہ تحقیق تدقیق انیق حاضر کروں گا، اور عجب نہیں کہ مقصد سوم میں اس کی بعض کی طرف عود ہو۔ والعود احمد (اور عود کرنا اچھا ہے۔ ت) وباللہ سبحٰنہ وتعالی التوفیق۔

حدیث (۴۶) صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

اطلع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی اھل القلیب فقال وجدتم ما وعد ربکم حقا فقیل لہ تدعوا امواتا فقال ما انتم باسمع منھم

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چاہِ بدر پر تشریف لے گئے جس میں کفّار کی لاشیں پڑی تھیں۔ پھر فرمایا: تم نے پایا جو تمھارے رب نے تمھیں سچا وعدہ دیا تھا یعنی عذاب۔ کسی نے عرض کی: حضور مُردوں کو پکارتے

ولکن لا یجیبون[1] ہیں۔ ارشاد فرمایا: تم کچھ ان سے زیادہ نہیں سننے والے، پر وُہ جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۴۷) صحیح مسلم شریف میں امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرینا مصارع اھل بدر وساق الحدیث الی ان قال فانطلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی انتھی الیھم فقال یا فلان بن فلان ویا فلان بن فلان ھل وجدتم ما وعدکم اللہ ورسولہ حقا فانی قد وجدت ما وعدنی اللہ حقا قال عمر یا رسول اللہ کیف تکلم اجسادا لا ارواح فیھا قال ما انتم باسمع لما اقول منھم غیر انھم لا یستطیعون ان یردوا علی شیئا[2]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہمیں کفارِ بدر کی قتل گاہیں دکھاتے تھے کہ یہاں فلاں کافر قتل ہوگا اور یہاں فلاں۔ جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں اُن کی لاشیں گریں۔ پھر بحکم حضور وُہ جیفے ایک کنوئیں میں بھر دئے گئے۔ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور نام بنام اُن کفار لیام کو اُن کا اور اُن کے باپ کا نام لے کر پکارا، اور فرمایا: تم نے بھی پایا جو سچّا وعدہ خدا و رسول نے تمھیں دیا تھا کہ میں نے تو پالیا جو حق وعدہ اللہ تعالٰے نے مجھے دیا تھا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰے عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور اُن جسموں سے کیونکر کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں۔ فرمایا: جو میں کہہ رہا ہوں اُسے کچھ تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر اُنھیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے لوٹ کر جواب دیں۔

حدیث (۴۸) یونہی صحیح مسلم وغیرہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی اور اس میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تین دن بعد اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کے جواب میں فرمایا:

والذی نفسی بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منھم ولکنھم لا یقدرون ان یجیبوا[3]

قسم اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں جو فرمارہا ہوں اس کے سُننے میں تم اور وہ برابر ہو مگر وُہ جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

---

[1] الصحیح للبخاری باب ما جاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳

[2] و [3] صحیح مسلم باب مقعد المیت " " " ۲/۳۸۷

حدیث (۴۹) یُوں ہی صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ابوطلحہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی[1]:

اما البخاری فساقه بطوله و اما مسلم فاحاله علی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنه۔

امام بخاری نے تو اسے تفصیل سے ذکر کیا مگر امام مسلم نے تفصیل حدیثِ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے کی۔ (ت)

حدیث (۵۰) طبرانی نے بسندِ صحیح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یسمعون کما تسمعون ولکن لا یجیبون[2]۔

جیسا تم سُنتے ہو ویسا ہی وُہ بھی سُنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔

حدیث (۵۱) اسی طرح امام سلیمان بن احمد مذکور نے حدیث عبداللہ بن سیدان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

تنبیہ نبیہ: ان چھ حدیثوں کے جواب میں جو کچھ کہا گیا تخصیص بے مخصص و دعوٰی بے دلیل سے زیادہ نہیں۔ مثلاً یہ نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاص اعجاز تھا، یا یہ امر صرف اُن کفار کے لیے اُن کی حسرت و ندامت بڑھانے کو واقع ہُوا حالانکہ اُن کی تخصیصوں پر اصلاً کوئی دلیل نہیں۔ ایسی گنجائش ملے تو ہر نص شرعی جیسی چاہیں مخصص ہو سکے، اور اُن سے بڑھ کر یہ رکیک تاویل ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ خطاب حقیقۃً اموات سے خطاب نہ تھا بلکہ زندوں کو عبرت و نصیحت تھا، حالانکہ نصِ حدیث اس کے رَدّ پر حجتِ کافیہ۔ حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے جواب میں صاف اُن کا سننا ارشاد فرمایا' نہ یہ کہ ہمارا یہ کلام صرف تنبیہِ احیاء کے لیے ہے۔ جیسے مرثیہ سیدنا امام حسین (رضی اللہ تعالٰی عنہ) میں کسی کا مصرع:

اے آب خاک شو کہ ترا آبرو نماند

(اے آب! خاک ہو جا کہ تیری آبرو نہ رہی۔ ت)

باقی اس کے متعلق تمام ابحاث فتح الباری وارشاد الساری وعمدۃ القاری شروح صحیح بخاری و

---

[1] الصحیح للبخاری باب ماجاء فی عذاب القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۳-۱۸۴
صحیح مسلم باب مقعد المیت " " " ۲/۳۸۷

[2] فتح الباری بحوالہ عبداللہ ابن سیدان باب قتل ابی جہل دار الکتب العلمیۃ بیروت ۸/۲۵۹

مرقاۃ و لمعات و اشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ و مدارج النبوۃ وغیرہ صدہا تصانیف علماء میں طے ہو چکی ہیں، جن کی تفصیل موجب تطویل۔ مولوی صاحب اگر امور طے شدہ کی طرف پھر رجعت کریں تو ذرا کتب مذکورہ پر نظر کرکے تقریر وہ فرمائی جائے جس میں ان کی تنقیحات جلیلہ سے عہدہ برآئی سمجھ لیں، اُس کے بعد ان شاء اللہ فقیر بھی وہ شوارق ساطعہ و بوارق لامعہ حاضر کرے گا جو اس وقت میرے پیش نظر جولانیوں پر ہیں، اور شاید اُن میں سے چند حروف مقصد سوم میں استطرادًا مذکور ہوں، و باللہ التوفیق۔

حدیث (۵۲) ابوالشیخ عبید بن مرزوق سے راوی:

كانت امرأة تقم المسجد فماتت فلم يعلم بها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فمر على قبرها فقال ما هذا القبر قالوا أم محجن، قال التي كانت تقم المسجد قالوا نعم فصف الناس فصلى عليها ثم قال اى العمل وجدت افضل قالوا يا رسول الله أتسمع قال ما انتم باسمع منها فذكر انها أجابته قم المسجد[1]

یعنی ایک بی بی مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھیں اُن کا انتقال ہو گیا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی نے خبر دی حضور اُن کی قبر پر گزرے۔ دریافت فرمایا: یہ قبر کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کی: اُم محجن کی۔ فرمایا: وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی؟ عرض کی: ہاں۔ حضور نے صف باندھ کر نماز پڑھائی پھر اُن بی بی کی طرف خطاب کرکے فرمایا: تُو نے کون سا عمل افضل پایا؟ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا وہ سنتی ہے؟ فرمایا: کچھ تم اس سے زیادہ نہیں سُنتے۔ پھر فرمایا: اس نے جواب دیا کہ مسجد میں جھاڑو دینی۔

حدیث (۵۳) طبرانی معجم کبیر و کتاب الدعا میں اور ابن مندہ اور امام ضیائی مقدسی کتاب الاحکام اور ابراہیم حربی کتاب اتباع الاموات اور ابوبکر غلام الخلال کتاب الشافی اور ابن زبیرہ وصایا العلماء عند الموت اور ابن شاہین کتاب ذکر الموت و دیگر علماء محدثین اپنی تصانیف حدیثیہ میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مات احد من اخوانكم فسويتم التراب على قبره فليقم احدكم على رأس قبره ثم ليقل يا فلان بن فلانة فانه يسمعه

جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس کی قبر پر مٹی برابر کر چکو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلانہ[ع] کہہ کر پکارے کہ بیشک وہ سُنے گا

ع یعنی اُسے اس کی ماں کی طرف نسبت کرکے مثلاً اے زید بن ہندہ، اور اگر ماں کا نام نہ معلوم ہو تو بن حوّا کہے کہ وہ سب کی ماں ہیں، خود اسی حدیث میں نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ معنے مروی ۱۲ منہ (م)

[1] شرح الصدور بحوالہ ابوالشیخ باب معرفۃ المیت من یغسلہ خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۰

ولا یجیب ثم یقول یافلان بن فلانۃ فانہ یستوی قاعدا ثم یقول یافلان بن فلانۃ فانہ یقول ارشدنا رحمک اللہ ولکن لا تشعرون، فلیقل اذکر ماخرجت علیہ من الدنیا شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ وانک رضیت باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا وبالقراٰن اماما فان منکرا ونکیرا یاخذ کل واحد منھما بید صاحبہ ویقول انطلق بنا مانقعد عند من قد لقن حجتہ[1] الحدیث۔

اور جواب نہ دے گا۔ دوبارہ پھر یونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا۔ سہ بارہ پھر اسی طرح آواز دے، اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔ مگر تمھیں اس کے جواب کی خبر نہیں ہوتی۔ اس وقت کہے یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور یہ کہ تُونے پسند کیا اللہ تعالٰی کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نبی اور قرآن کو پیشوا۔ منکر ونکیر ہر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

فائدہ: امام ابن الصلاح وغیرہ محدثین اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

اعتضد بشواھد وبعمل اھل الشام قدیما[2]۔ نقلہ العلامۃ ابن امیر الحاج فی الحلیۃ۔

یعنی اس کو دو وجہ سے قوت ہے، ایک تو احادیث اس کی مؤید، دوسرے زمانہ سلف سے علمائے شام اس پر عمل کرتے آئے (علامہ ابن امیر الحاج نے اسے حلیہ میں نقل کیا۔ ت)

اسی طرح امام نقاد الحدیث ضیائی مقدسی وامام خاتم الحفاظ حافظ الشان، ابوالفضل احمد بن حجر عسقلانی نے اس کی تقویت اور امام شمس الدین سخاوی نے اس کی تقریر فرمائی اور اس باب میں خاص ایک رسالہ تالیف فرمایا۔ امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر عمل کرنا علمائے شام سے نقل فرمایا، اور امام ابوبکر ابن العربی نے اہل مدینہ اور بعض دیگر علماء نے اہل قرطبہ وغیرہ سے اس کا عمل نقل کیا۔ میں کہتا ہوں یہ عمل زمانہ صحابہ وتابعین سے ہے حضرت ابوامامہ صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خود اپنے لیے تلقین کی وصیت فرمائی،[3]

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۹۷۹ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۸/۲۹۸-۹۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی حملھا ودفنھا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۳۸

[3] شرح الصدور باب مایقال عندالدفن والتلقین خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۴

کما اخرجہ ابن مندۃ من وجہ اٰخر کما ذکرہ الامام السیوطی فی شرح الصدور **قلت** بل والطبرانی ایضًا علی ماساق لفظہ البدر المحمود فی البنایۃ شرح الھدایۃ۔

جیسا کہ ابن مندہ نے دوسرے طریق سے اس کی روایت کی، اسے امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ طبرانی نے بھی اسے روایت کیا ہے، جیسا کہ علامہ بدر الدین محمود عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں اس کے الفاظ ذکر کیے ہیں (ت)

اور تین تابعیوں سے عنقریب منقول ہوگا کہ اسے مستحب کہا جاتا تھا۔ ظاہر ہے اُن کی یہ نقل نہ ہوگی مگر صحابہ یا اکابر تابعین سے جو اُن سے پہلے ہوئے، رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔ علامہ ابن حجر مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے: اعتضد بشواھد یرتقی بھا الی درجۃ الحسن[1] (یہ حدیث بوجہ شواہد درجہ حسن تک ترقی کیے ہے) اسی طرح ذیل مجمع بحار الانوار میں تصریح کی کہ اُس نے شواہد سے قوت پائی۔ واللہ تعالٰی اعلم

حدیث (۵۴ تا ۵۶) امام سعید بن منصور شاگرد امام مالک و استاذ امام احمد اپنے سُنن میں راشد بن سعد[عہ۱] وضمرہ بن حبیب[عہ۲] وحکیم بن عمیر[عہ۳] سے راوی، ان سب نے فرمایا:

اذا سوی علی المیت قبرہ وانصرف الناس عنہ کان یستحب ان یقال للمیت عند قبرہ یا فلان قل لا الٰہ الا اللہ ثلث مرات یا فلان قل ربی اللہ ودینی الاسلام ونبیی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔

جب میت پر مٹی دے کر قبر درست کر چکیں اور لوگ واپس جائیں تو مستحب سمجھا جاتا تھا کہ مُردے سے اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا جائے: اے فلاں! کہہ لا الٰہ الا اللہ تین بار، اے فلاں! کہہ میرا رب اللہ ہے اور میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وصل اٰخر من ھذا الفصل: فصل پنجم کی حدیثوں نے جس طرح بحمد اللہ سماعِ موتٰی کی

عہ۱: تابعی ثقہ رجال سُنن اربعہ سے ۱۲ منہ (م)

عہ۲: تابعی ثقہ رجال صحاح ستہ سے ۱۲ منہ (م)

عہ۳: تابعی صدوق رجال ابوداؤد وابن ماجہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۰۹

[2] شرح الصدور بحوالہ سنن سعید ابن منصور باب مایقال عند الدفن خلافت اکیڈمی سوات ص ۴۴

تصریح فرمائی، یونہی اُن میں اکثر نے ثابت کر دکھایا کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اہلِ قبور سے کلام صرف سلام پر مقتصر نہ تھا اور بدیہی ہے کہ جمادِ محض سے مخاطبہ و گفتگو معقول نہیں۔ لہذا ہم آخر فصل میں وہ بعض حدیثیں جن میں اجلّہ صحابہ کا اہلِ قبور سے سوائے سلام دیگر انواع کلام فرمانا مذکور، نقل کرکے مقصد ثانی کو ختم اور مقصد ثالث کی طرف ان شاء اللہ تعالیٰ تصمیم عزم کرتے ہیں، وباللہ التوفیق۔

حدیث (۵۷) ابن ماجہ بسندِ حسن صحیح[عہ] عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکر الحدیث الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیثما مررت بقبر مشرك فبشرہ بالنار، قال فاسلم الاعرابی بعد وقال لقد کلفنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعبا ما مررت بقبر کافر الابشرتہ بالنار[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے فرمایا: جہاں کسی مشرک کی قبر پر گزرے اُسے آگ کا مژدہ دینا ــــــ اس کے بعد وہ اعرابی مسلمان ہوگیا تو وہ صحابی فرماتے ہیں مجھے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس ارشاد سے ایک مشقت میں ڈالا، کسی کافر کی قبر پر میرا گزر نہ ہوا مگر یہ کہ اُسے آگ کا مژدہ دیا۔

ہر عاقل جانتا ہے کہ مژدہ دینا بے سماع و فہم محال، اور صحابیِ مخاطب نے ارشادِ اقدس کو معنیِ حقیقی پر حمل کیا، ولہذا عمر بھر اس پر عمل فرمایا فتبصر۔

حدیث (۵۸) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

انہ مر بالبقیع فقال السلام علیکم یا اھل القبور اخبار ما عندنا ان نساءکم قد تزوجن ودیارکم قد سکنت واموالکم قد فرقت فاجابہ ھاتف یا عمر ابن الخطاب اخبار ما عندنا ان ما قدمناہ فقد وجدناہ وما انفقناہ فقد ربحناہ وما خلفناہ فقد

یعنی ایک بار امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقیع پر گزرے اہلِ قبور پر سلام کرکے فرمایا۔ ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ تمہاری عورتوں نے نکاح کرلیے اور تمہارے گھروں میں اور لوگ بسے، تمہارے مال تقسیم ہوگئے۔ اس پر کسی نے جواب دیا: اے عمر بن الخطاب! ہمارے پاس کی خبریں یہ ہیں کہ ہم نے جو اعمال کئے تھے یہاں پائے اور

[عہ] فائدہ: یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ۱۲ منہ (م)

---

[1] سُنن ابن ماجہ باب ماجاء فی زیارۃ قبور المشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۴

خسرناہ ۱؎

جو راہِ خدا میں دیا تھا اس کا نفع اٹھایا اور جو پیچھے چھوڑا وہ ٹوٹے میں گیا۔

حدیث (۵۹) امام احمد تاریخ نیشاپور اور بیہقی اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں سعید بن المسیب سے راوی:

قال دخلنا مقابر المدینة مع علی ابن ابی طالب فنادٰی یا اھل القبور السلام علیکم ورحمة اللہ تخبرونا باخبارکم تریدون ان نخبرکم قال فسمعت صوتا وعلیك السلام ورحمة اللہ وبرکاته یا امیر المؤمنین اخبرنا عما کان بعدنا فقال علی رضی اللہ تعالیٰ عنه اما ازواجکم فقد تزوجن واما اموالکم فقد اقتسمت والاولاد فقد حشروا فی زمرة الیتامٰی والبناء الذی شیدتم فقد سکن اعداءکم فھذہ اخبار ما عندنا فما عندکم فاجابه میت فقد تخرقت الاکفان وانتثرت الشعور وتقطعت الجلود وسالت الاحداق علی الخدود وسالت المناخیر بالقیح والصدید وما قدمناہ ربحناہ وما خلفناہ خسرناہ ونحن مرتھنون بالاعمال ۲؎

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم ۞ سبحٰن من تفرد بالبقاء وقھر عبادہ بالموت سبحان

یعنی ہم مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمرکاب مقابرِ مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے حضرت مولا علی نے اہلِ قبر پر سلام کرکے فرمایا: تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمھیں خبر دیں؟ سعید بن مسیّب فرماتے ہیں: میں نے آواز سُنی کسی نے حضرت مولیٰ کو جوابِ سلام دے کر عرض کی: یا امیر المومنین! آپ بتائیے ہمارے بعد کیا گزری؟ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تمھاری عورتوں نے تو نکاح کرلیے، اور تمھارے مال سو وہ بٹ گئے، اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اُٹھی، اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا اُس میں تمھارے دشمن بسے، ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب تمھارے پاس کیا خبر ہے؟ ایک مُردے نے عرض کی کہ کفن پھٹ گئے، بال جھڑ پڑے، کھالوں کے پُرزے پُرزے ہو گئے، آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آئے، نتھنوں سے پیپ اور گندا پانی جاری ہے اور جو آگے بھیجا تھا اس کا نفع ملا اور جو پیچھے چھوڑا اسکا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے، طاقت قوت نہیں مگر عظمت و بلندی والے خدا سے۔ پاک ہے وہ جو اکیلا باقی رہنے والا ہے، اور اپنے

۱؎ شرح الصدور بحوالہ کتاب القبور لابن ابی الدنیا باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی سوات ص ۸۷

۲؎ " " تاریخ ابن عساکر " " " " " "

الحی الذی لایموت ابدا وھو الغفور الرحیم۔ بندوں کو موت کے تابع فرمان کردیا ہے، پاک ہے وُہ حیات والا جسے کبھی موت نہیں، اور وہی بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

تنبیہ: جن صاحبوں نے جواب حدیث چہلم میں اس خطاب جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو محض وعظ و تنبیہ احیاء کے لیے قرار دیا کمانقلہ فی مائۃ مسائل[1] (جیسا کہ مائۃ مسائل میں اسے نقل کیا گیا۔ ت) غالباً انھوں نے پُوری حدیث ملاحظہ نہ فرمائی ورنہ اس کے لفظ اوّل سے آخر تک پکار رہے ہیں کہ یہاں حقیقۃً اموات ہی سے خطاب مقصود تھا۔ اسی قدر کو دیکھ لیجیے کہ جناب مولا نے ابتداءً یہ لفظ ارشاد نہ کیے بلکہ اوّل اُن سے استفسار فرمایا کہ پہلے تم اپنی خبریں بتاؤ گے یا ہم شروع کریں۔ کہئے بے ارادہ خطاب حقیقی اس دریافت کرنے اور اختیار دینے کے کیا معنے تھے، پھر اُن کی درخواست پر حضرت نے اخبارِ دنیا ارشاد فرما کر انھیں حکم دیا: اب تم اپنی خبریں بتاؤ۔ چنانچہ اُنھوں نے عرض کیں۔ پھر مخاطبہ حقیقی میں کیا شک ہے! واللہ الموفق۔

حدیث (۶۰) ابن عساکر نے ایک حدیث طویل روایت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ عہد معدلت مہد فاروقی میں ایک جوان عابد تھا، امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے، دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشاء باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اُس پر عاشق ہوگئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا، ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہولیا، دروازے تک گیا، جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان سے نکلی:

ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطٰن تذکروا فاذاھم مبصرون[2]۔ ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اُسی وقت اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا۔ عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اُٹھا کر اُس کے دروازے پر ڈال۔ باپ منتظر تھا۔ آنے میں دیر ہوئی، دیکھنے نکلا، دروازے پر بیہوش پڑا پایا، گھر والوں کو بُلا کر اندر اُٹھوایا، رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پُوچھا، کہا خیر ہے، کہا بتادے، ناچار قصّہ کہا۔ باپ بولا جانِ پدر! وُہ آیت کون سی ہے؟ جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی، مُردہ پایا۔ رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین نے خبر پائی باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی: یا امیر المومنین! رات تھی۔ پھر امیر المومنین ہمراہیوں

---

[1] مائۃ مسائل مسئلہ بست وششم مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۵۴

[2] القرآن ۷/ ۲۰۱

کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے ـــــ آگے لفظِ حدیث یوں ہیں :

فقال عمر یافلان ولمن خاف مقام ربه جنتٰن، فاجابه الفتی من داخل القبر یاعمر قد اعطانیهما ربی فی الجنة مرتین[1]

یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا : اے فلان! جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لیے دو باغ ہیں۔ جوان نے قبر میں سے آواز دی : اے عمر! مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمٰی جنت میں دو بار عطا فرمائی۔

نسأل الله الجنة له الفضل والمنة وصلی الله تعالٰی علی نبی الانس والجنة واٰله وصحبه واصحاب السنة اٰمین اٰمین اٰمین!

ہم اللہ سے جنت کے خواستگار ہیں، اسی کے لیے فضل و احسان ہے، اور خدائے برتر کا درود و سلام ہو انس و جن کے نبی اور اُن کی آل و اصحاب اور اہلِ سنّت پر۔ الٰہی! قبول فرما، قبول فرما، قبول فرما! (ت)

المقصد الثالث فی اقوال العلماء

(مقصدِ سوم عُلماء کے اقوال میں)

قال الفقیر محرر السطور غفرله المولی الغفور اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کی تصریح و تلویح و تنقیص و تلمیح تائید و ترجیح و تسلیم و تصحیح میں ارشادات متکاثرہ و اقوال متوافرہ ہیں۔ حضرات عالیہ صحابہ کرام و تابعین فخام و اتباع اعلام و مجتہدینِ اسلام و سلف و خلف علمائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین وحشرنا فی زمرتھم یوم الدین اٰمین (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہوا اور ہمیں روزِ قیامت اُن کے زمرے میں اُٹھائے۔ الٰہی قبول فرما! ۔ ت) فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی اگر بقدرِ قدرت اُن کے حصر و استقصار کا ارادہ کرے موجز عجالہ حدِ مجلد سے گزرے، لہٰذا اولاً صرف ستّو ائمہ دین و علماء کاملین کے اسماء طیبہ شمار کرتا ہوں جن کے اقوال اس وقت میرے پیشِ نظر اور اس رسالہ کے فصول و مقاصد میں جلوہ گر وفضل الله سبحانه اوسع و اکثر (اور اللہ سبحانہ کا فضل اور زیادہ وسیع و فزوں تر ہے۔ ت) پھر دس نام اُن عالموں کے بھی حاضر کروں گا جن پر اعتماد میں مخالف مضطر وھذا الیھم ادھی وامر والحمد لله العلی الاکبر (اور یہ ان کے نزدیک زیادہ سخت اور تلخ ہے، اور سب خوبیاں بلندی و کبریائی والے خدا ہی کے لئے ہیں۔ ت)

فمن الصحابة رضوان الله تعالٰی علیہم اجمعین : (۱) امیر المومنین عمر فاروق اعظم

---

[1] کنز العمال بحوالہ ک حدیث ۴۴۳۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲/ ۱۷-۵۱۶

(۲) امیر المومنین علی مرتضےٰ (۳) حضرت عبداللہ بن مسعود
(۴) حضرت سلمان فارسی (۵) عمرو بن عاص
(۶) عبداللہ بن عمر (۷) ابوھریرہ
(۸) عبداللہ بن عمرو (۹) عقبہ بن عامر
(۱۰) ابوامامہ باہلی
(۱۱) صحابی اعرابی صاحب حدیث حیثما مررت وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور میں اُن کے سوا اُن صحابۂ کرام کے نام یہاں شمار نہیں کرتا جنھوں نے سماع وادراکِ موتٰی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا یا حضور کی زبان پاک سے سُنا مثل عبداللہ بن عباس وانس بن مالک و ابوزرین و براء بن عازب و ابوطلحہ و عمارہ بن حزم و ابوسعید خدری و عبداللہ بن سیدان و ام سلمہ و قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اگرچہ معلوم کہ ارشادِ والا حضور اعلٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سُن کر اُن کے خلاف پر اعتقاد حضرات صحابہ سے معقول نہیں، نہ مقام مقام احکام کہ احتمال خلاف بعلم ناسخ ہو، تاہم جب قصد استیعاب نہیں تو اُنھیں پر اقتصار جن کے خود اقوال وافعال دلیلِ مسئلہ ہیں، وباللہ التوفیق۔

ومن التابعین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین: (۱۲) مجاہد مکی (۱۳) عمرو بن دینار (۱۴) بکر مزنی (۱۵) ابن ابی لیلٰی (۱۶) قاسم بن مخیمرہ (۱۷) راشد بن سعد (۱۸) ضمرہ بن حبیب (۱۹) حکیم بن عمیر (۲۰) علاء بن جلاج (۲۱) بلال بن سعد (۲۲) محمد بن واسع (۲۳) اُم الدرداء وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی۔

ومن تبع تابعین لطف اللہ بھم یوم الدین: (۲۴) عالمِ قریش سیدنا ابوعبداللہ محمد بن ادریس شافعی (۲۵) عالمِ کوفہ فقیہ مجتہد امام سفیان (۲۶) عبدالرحمٰن بن العلاء وغیرہم روح اللہ تعالٰی ارواحہم۔

ومن اعاظم السلف واکارم الخلف نور اللہ تعالٰی مراقدھم: (۲۷) عالمِ اہلبیتِ رسالت حضرت امام علی بن موسٰی بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و بتول بنتِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ و علیہم و بارک وسلّم (۲۸) امام اجل عارف باللہ محمد بن علی حکیم ترمذی (۲۹) امام محدث جلیل کبیر اسمٰعیلی (۳۰) امام فقیہ عابد وزاہد احمد بن عصمہ ابوالقاسم صفار حنفی بدو واسطہ شاگرد امام ابویوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی (۳۱) امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (۳۲) امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی۔ (۳۳) امام ابوالفضل محمد بن محمد بن احمد حاکم شہید حنفی صاحبِ کافی (۳۴) امام ابوالفضل قاضی عیاض یحصبی مالکی (۳۵) امام حجۃ الاسلام مرشد الانام ابوحامد محمد محمد محمد غزالی (۳۶) امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن

فرح قرطبی صاحب تذکرہ (۳۷) امام[11] شمس الائمہ حلوانی حنفی (۳۸) امام[12] عارف باللہ فقیہ زاہد (۳۹) امام[13] محدث
محی الدین طبری شافعی (۴۰) امام[14] ربانی سیدنا علاء الدین سمنانی (۴۱) امام[15] ابوالمحاسن حسن بن علی ظہیر الدین کبیر
مرغینانی حنفی اُستاذِ امام قاضی خاں و صاحبِ خلاصہ (۴۲) بعض[16] اساتذہ امام شیخ الاسلام علی بن ابی بکر
برہان الدین فرغانی حنفی صاحب التجنیس والمزید (۴۳) امام[17] فقیہ النفس قاضی حسن بن منصور فرغانی اوزجندی
حنفی (۴۴) امام[18] ابوذکریا یحیٰی بن شرف نووی شافعی شارح صحیح مسلم (۴۵) امام[19] فخر الدین محمد رازی شافعی
(۴۶) امام[20] سعد الدین تفتازانی مصنف و شارح مقاصد (۴۷) امام[21] ابوسلیمٰن احمد بن ابراہیم خطابی (۴۸) امام[22]
ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد سہیلی صاحب الروض (۴۹) امام[23] عمر بن محمد بن عمر جلال الدین خبازی حنفی
صاحبِ فتاوٰی خبازیہ (۵۰) صاحب[24] عباب حنفی تلمیذ امام اجل قاضی خاں (۵۱) علامہ[25] محمود بن محمد لولوی بخاری
حنفی صاحبِ حقائق شرح منظومہ نسفیہ تلمیذ التلمیذ امام شمس الائمہ کردری (۵۲) سیدی[26] یوسف بن عمر صوفی حنفی
صاحبِ مضمرات (۵۳) امام[27] عارف باللہ صدر الدین قونوی (۵۴) امام[28] شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی
حنفی (۵۵) امام[29] ملک العلماء عز الدین بن عبدالسلام شافعی (۵۶) امام[30] محدث زین الدین مراغی (۵۷) امام[31]
ابوعبداللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر اندلسی (۵۸) قاضی[32] ناصر الدین بیضاوی شافعی صاحب تفسیر (۵۹) امام[33]
ابوعبداللہ ابن النعمان صاحبِ سفینۃ النجاہ لاہل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء (۶۰) امام[34] عارف باللہ
عبداللہ بن اسعد یافعی شافعی صاحبِ روض الریاحین (۶۱) امام[35] علامہ سید الحفاظ ابوالفضل احمد بن
علی ابن حجر عسقلانی شافعی صاحبِ فتح الباری شرح صحیح بخاری (۶۲) امام[36] شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی حنفی
صاحبِ کواکب الدراری شرح صحیح بخاری (۶۳) امام[37] علامہ تقی الدین علی بن عبدالکافی سبکی شافعی صاحبِ شفاء السقام
(۶۴) امام[38] شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی شافعی صاحبِ ارتیاح الاکباد بفقد الاولاد (۶۵) امام[39] خاتم الحفاظ
مجدد المائۃ التاسعہ ابوالفضل جلال الدین بن عبدالرحمٰن سیوطی صاحبِ شرح الصدور و بدور سافرہ و انیس الغریب
و زہر الربی شرح سنن نسائی وغیرہ (۶۶) امام[40] علامہ محمد بن احمد خطیب قسطلانی شافعی صاحبِ مواہب لدنیہ و
ارشاد الساری شرح صحیح بخاری (۶۷) امام[41] شہاب الدین رملی انصاری شافعی (۶۸) سیدی[42] ولی اللہ
احمد زروق (۶۹) سید[43] عارف باللہ ابوالعباس حضرمی (۷۰) امام[44] احمد بن محمد ابن حجر مکی شافعی شارح
مشکوٰۃ (۷۱) محقق[45] علامہ محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حنفی صاحبِ حلیہ شرح منیہ (۷۲) امام[46] محمد عبدری مکی مالکی
(۷۳) امام[47] صدر کبیر حسام الدین شہید عمر بن عبدالعزیز صاحبِ فتاوٰی کبرٰی حنفی (۷۴) امام[48] محمد بن محمد بن شہاب الدین
بزازی حنفی صاحبِ بزازیہ (۷۵) علامہ[49] نور الدین سمہودی شافعی صاحبِ خلاصۃ الوفاء فی اخبار دار المصطفٰی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (۷۶) علامہ[50] رحمۃ اللہ سندی حنفی صاحبِ مناسک ثلثہ (۷۷) علامہ[51] نور الدین علی

بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی صاحب سیرۃ انسان العیون (۷۸) امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی شافعی صاحب میزان الشریعۃ الکبریٰ (۷۹) علامہ محمد بن یوسف شامی صاحب سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (۸۰) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی صاحب شرح مواہب (۸۱) علامہ عبدالرؤف محمد مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر (۸۲) امام ابوبکر بن محمد بن علی حدادی حنفی صاحب جوہرہ نیرہ شرح قدوری (۸۳) علامہ ابراہیم بن محمد ابراہیم حلبی حنفی صاحب غنیہ شرح منیہ (۸۴) فاضل علی بن سلطان محمد قاری مکی حنفی صاحب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ (۸۵) علامہ محمد بن احمد حموی حنفی استاد محقق شرنبلالی (۸۶) علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار مصری شرنبلالی حنفی صاحب نور الایضاح وامداد الفتاح ومراقی الفلاح (۸۷) علامہ خیر الدین رملی حنفی صاحب فتاویٰ خیریہ، استاذ صاحب درمختار (۸۸) فاضل مدقق محمد بن علی دمشقی حصکفی شارح تنویر (۸۹) سیدی عارف باللہ عبدالغنی بن اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی حنفی صاحب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ (۹۰) سید علامہ ابوالسعود محمد حنفی (۹۱) مولانا عارف باللہ نور الدین جامی حنفی صاحب نفحات (۹۲) شیخ محقق برکۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الہند مولانا عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی حنفی صاحب لمعات واشعۃ اللمعات وجامع البرکات وجذب القلوب ومدارج النبوۃ (۹۳) فاضل محدث مولٰنا محمد طاہر فتنی احمدآبادی حنفی صاحب مجمع بحار الانوار (۹۴) فاضل شیخ الاسلام دہلوی حنفی صاحب کشف الغطا (۹۵) مولٰنا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعان فتاویٰ عالمگیری حنفیان (۹۶) بحر العلوم ملک العلماء مولانا ابوالعیاش محمد بن عبدالعلی لکھنوی حنفی (۹۷) خاتمۃ المحققین علامہ غنیمی حنفی (۹۸) فاضل سید احمد مصری طحطاوی حنفی (۹۹) سیدی امین الدین محمد شامی حنفی محشیان شرح علائی (۱۰۰) سیدی جمال بن عبداللہ بن عمر مکی حنفی وغیرہم برد اللہ تعالیٰ مضاجعہم۔

تنبیہ: فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے ان ائمہ سلف وعلمائے خلف سے صرف انھی اکابر کے اسمائے طیبہ گنے جن کے کلام میں خاص سماع وادراک وعلم وشعور اہل قبور کے نصوص قاہرہ یا دلائل باہرہ ہیں۔ پھر ان میں بھی حصر واستیعاب کا قصد نہ کیا کہ اس کی راہ میں بلاد شاسعہ وبراری واسعہ وجبال شاہقہ وبحار زاخرہ ہیں، بلکہ حاشا وہ بھی بالتمام[ع] ذکر نہ کیے جن کے اقوال ہدایت اشتمال اس وقت میرے سامنے جلوہ فرما و

ع قولہ وہ بھی بالتمام ذکر نہ کیے، اقول اس دعوٰی کی صحت پر خود یہی رسالہ دلیل کافی ہے، ناظر اول تا آخر اس کے مقامات کو مطالعہ کرے گا تو ائمہ مذکورین کے سوا بہت علماء ومشائخ کے اسماء دیکھے گا۔

(باقی بر صفحہ آئندہ)

متیسر حالت حاضرہ ہیں ۔ فتلك مائة كاملة فيهم وفاء لقلوب عاقلة (یہ کل سو ہیں جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں اتمامِ کلام کو اُن کے نام بھی شمار کرتا اور عدد کو پونے دوسو ۱۷۵ نام تک پہنچاتا ہوں ۔ متن میں سَو ۱۰۰ ائمہ سلف و خلف اور دس ۱۰ معتمدینِ مخالف کے اسماء گنائے کہ سب ایک سَو دس ۱۱۰ ہوئے ۔ آگے چلئے **من الصحابة والتابعين واتباعهم** : (۱۱۱) حضرت عبداللہ بن سلام (۱۱۲) حضرت ام المومنین صدیقہ (۱۱۳) حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضٰی (۱۱۴) حضرت امام حسن مثنٰی ابن حسن مجتبٰی ابن مولٰی مشکلکشا صلے اللہ تعالٰی علٰی سیدہم و بارک وسلم دائماً ابداً (۱۱۵) افضل التابعین امام سعید بن المسیب (۱۱۶) حبان بن ابی جبلہ (۱۱۷) ابن مینا (۱۱۸) ابو قلابہ بصری (۱۱۹) سلیم بن عمیر (۱۲۰) عبداللہ بن ابن نجیح مکی من العلماء والاولیاء من کلا النوعین المذکورین فی المتن (۱۲۱) امام محدث مفسر مجتہد ابن جریر طبری (۱۲۲) امام محدث اجل ابو محمد عبد الحق صاحبِ احکامِ کبرٰی و احکامِ صغرٰی (۱۲۳) امام ابو عمرو بن الصلاح محدث (۱۲۴) امام قاضی مجد الشریعۃ کرمانی (۱۲۵) امام اجل ابو البرکات عبداللہ نسفی صاحبِ تصانیفِ مشہورہ (۱۲۶) امام علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی صاحبِ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری (۱۲۷) علامہ ابن ملک شارح مشارق الانوار (۱۲۸) علامہ فضل اللہ بن الغوری حنفی (۱۲۹) امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی صاحبِ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق (۱۳۰) محمد بن محمد حافظ بخاری صاحبِ فصل الخطاب (۱۳۱) امام شہاب الدین شارح منہاج استاذ الاستاذ ابنِ حجر مکی (۱۳۲) حضرت سیدی علی قرشی قدس سرہ العرشی (۱۳۳) امام جلیل نور الدین ابو الحسن علی مصنف بہجۃ الاسرار (۱۳۴) امام مجد الدین عبداللہ بن محمود موصلی حنفی صاحبِ مختار و اختیار (۱۳۵) صاحبِ مطالب المومنین (۱۳۶) صاحبِ خزانۃ الروایات (۱۳۷) صاحب کنز العباد، ہر سہ از مستندان متکلمین طائفہ (۱۳۸) علامہ جہوری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ (۱۳۹) علامہ زیادی (۱۴۰) علامہ داؤدی شارح منہج (۱۴۱) علامہ حلبی محشی صاحبِ درمختار (۱۴۲) شیخ احمد نخلی (۱۴۳) شیخ احمد شناوی (۱۴۴) شیخ احمد قشاشی (۱۴۵) مولانا ابراہیم کردی استاذ الاستاذ شاہ ولی اللہ صاحب (۱۴۶) مولنا ابوطاہر مدنی خاص استاذ شاہ ولی اللہ (۱۴۷) مولانا محمد بن حسین کبتی حنفی مکی (۱۴۸) مولانا حسین بن ابراہیم مالکی مکی (۱۴۹) حضرت مولنا شیخ الحرم احمد بن دحلان شافعی مکی مصنف سیرت نبویہ و ردِّ وہابیہ وغیرہما تصانیف علیہ (۱۵۰) مولانا محمد بن محمد غرب شافعی مدنی (۱۵۱) مولنا عبد الجبار حنبلی بصری مدنی (۱۵۲) مولنا ابراہیم بن خیار شافعی مدنی (۱۵۳) عبد صالح ہاشم بن محمد (۱۵۴) اُن کے والد ماجد محمد عمری مدنی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اصحابِ فہم کے لیے کافی ہیں۔ت) ؎

اولٰئك ساداتی فجئنی بمثلھم　　　اذا جمعتنا یا جریر المجامع[1]

(یہ ہیں میرے سردار، پس تو ان کی مثل پیش کر، اے جریر! جب محفلیں ہم سب کو اکٹھا کریں)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

(۱۵۵) حضرت سیدی ابویزید بسطامی (۱۵۶) حضرت سیدی ابوالحسن خرقانی (۱۵۷) حضرت سیدی ابوعلی فارمدی (۱۵۸) حضرت سیدی ابوسعید خراز (۱۵۹) حضرت استاد امام ابوالقاسم قشیری۔ (۱۶۰) حضرت عارف باللہ سیدی ابی علی (۱۶۱) حضرت سیدی ابراہیم بن شیبان (۱۶۲) حضرت سیدی ابویعقوب (۱۶۳) حضرت سیدی علی خواص شیخ امام شعرانی (۱۶۴) حضرت میر ابوالعلٰے اکبر آبادی سردار سلسلہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ (۱۶۵) شاہ محمد غوث گوالیاری صاحبِ جواہر خمسہ (۱۶۶) مولانا وجیہ الدین علوی شیخ حضرت مولٰنا عبدالحق محدث دہلوی (۱۶۷) حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی (۱۶۸) شیخ بایزید ثانی (۱۶۹) مولٰنا عبدالملک (۱۷۰) شیخ اشرف لاہوری (۱۷۱) شیخ محمد سعید لاہوری کہ ساتوں صاحب مشائخ شاہ ولی اللہ سے ہیں۔ (۱۷۲) جناب شیخ مجدد الف ثانی (۱۷۳) شیخ عبدالاحد پیرِ سلسلہ مجددیہ (۱۷۴) شیخ ابوالرضا محمد جدِ شاہ ولی اللہ (۱۷۵) سید احمد بریلوی پیر میاں اسمٰعیل دہلوی کہ صراطِ مستقیم جن کی ملفوظات قرار دی گئی۔

یہ مجموعہ پونے دوسو (۱۷۵) ہوا من بعضھم تصریح البیان و من بعضھم افادۃ البرھان و من بعضھم التقریر والاذعان ولبعضھم لیس الخبر کالعیان والحمد للہ فی کل حین و اٰن (بعض کا صریح بیان ہے، بعض کی جانب سے افادہ برہان ہے، بعض سے تقریر اور اذعان ہے، اور بعض کا حال یہ ہے کہ خبر مشاہدے کی طرح نہیں، اور اللہ ہی کی حمد ہے ہر وقت اور ہر آن۔ت) اور ہنوز اس کتاب میں اور باقی ہیں اور جو حصر و استیعاب کی طرف راہ کیا ہے بلکہ استقصائے تمام قدرت خامہ و وسعت کاغذ کے ورا آخر نوعِ اول مقصد سوم میں ارشادِ ان علماء سے مذکور ہوگا کہ علم و سمع و بصرِ موتی پر تمام اہلسنت و جماعت کا اجماع ہے، تو آج تک جس قدر عمائد اہلسنت گزرے سب کے نام اسی فہرست میں اندراج کے قابل، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کے لاکھ ہے، والحمد للہ رب العٰلمین۔ اور لطف یہ کہ ان مذکورین میں گنتی کے بعض ایسے ہیں جن کے دو ایک ظواہر کلمات سے وہابیہ اس مسئلہ میں استناد کرتے اور انھیں کے باقی اقوال کو پسِ پشت ڈال کر مقامِ تحقیق و مرامِ توفیق و نظامِ تطبیق اور موافق و مبائن جمہور کی تفریق سے محض غافل یا اغوائے عوام کو متغافل گزرتے ہیں واللہ یھدی من یشاء الٰی صراط المستقیم (اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ت) ۱۲ منہ دامت فیوضہ (م)

---

[1] مختصر المعانی　تعریف المسند الیہ بالاشارۃ　المکتبۃ الفاروقیہ ملتان　ص ۱۱۱

والحمد للہ اوّلاً و اٰخرًا و باطنًا و ظاھرًا تمام الکلام بمسلک الالزام (اول، آخر، ظاہر، باطن میں اللہ تعالٰی کی حمد ہے، الزام کے رنگ میں کلام تمام کیا جارہا ہے۔ ت)

اب انھیں لیجئے جن پر اعتماد مخالف کو ضرور: (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) ان کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب (۳) اُن کے فرزند ارجمند مولٰنا شاہ عبدالعزیز صاحب (۴) ان کے برادر نامور مولٰنا شاہ عبدالقادر صاحب (۵) ان کے گورو ممدوح جناب میرزا مظہر جانجاناں (۶) اُن کے مرید رشید قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، (۷) مولوی اسحاق صاحب دہلوی (۸) اُن کے شاگرد نواب قطب الدین خاں دہلوی (۹) مولوی خرم علی صاحب بلہوری تجاوز اللہ عنا وعن کل من صح ایمانہ فی النشاتین ورحم کل من یشھد صدقا بالشہادتین (اللہ درگزر فرمائے ہم سے اور ہر اُس شخص سے جس کا ایمان دونوں نشأتوں میں صحیح ہے اور اُن سب پر رحم فرمائے جو سچائی سے دونوں شہادتوں کی گواہی دینے والے ہیں۔ ت) (۱۰) ان سب سے قوی مجتہد نو میاں اسمٰعیل دہلوی واللہ الھادی الی منہج السوی وھو المستعان علٰی کل غوی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الغالب العلی (اور خدا ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے اور اسی سے ہر گمراہ کے خلاف استعانت ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے غالب و برتر سے۔ ت)

واضح ہو کہ ارشادات علیہ صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین مقصدِ احادیث میں مذکور ہوئے کہ حدیث[1] اصطلاحِ محدثین میں انھیں بھی شامل، ھٰذا امورِ قبور و احوالِ ارواح تفارقہ میں رائے کو دخل نہیں تو یہاں[2] موقوف

---

[1] علامہ سید شریف رحمہ اللہ تعالٰی مقدمہ مصطلحات الحدیث میں فرماتے ہیں:

الحدیث اعم من ان یکون قول الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم والصحابی والتابعی وفعلھم وتقریرھم۔	حدیث رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابی و تابعی سب کے قول، فعل اور تقریر کو شامل ہے۔ (ت)

[2] امام علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی ارجوزہ مسمّٰی بالتثبیت عند التبییت میں فرماتے ہیں:

یکرر السوال للانام ⁂ فی ماروا فی سبعۃ ایام ⁂ کذا رواہ احمد بن حنبل ⁂ فی الزھد عن طاؤس الحبر العلی ⁂ وحکمہ الرفع کما	(۱) روایت محدثین کے مطابق مخلوق سے سوال سات دنوں کے اندر مکرر ہوگا (۲) امام احمد بن حنبل نے زہد میں متبحر بلند رتبہ تابعی امام طاؤس سے ایسا ہی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

بھی مرفوع میں داخل۔ ہاں بعض اقوالِ تابعین مثل بلال بن سعد اس مقصد سوم میں مذکور ہُوئے اور اس کی وجہ اقوالِ باب سے مناسبت، جس طرح مثلاً امام سفیان کا قول، ایسے ہی تناسب کے سبب اقوالِ تابعین کے ساتھ منقول ہُوا۔ اب بقیہ حضرات کے کلماتِ طیبات و اقوال و تصریحات اگر بوجہِ استیعاب لکھیے پھر دفتر ہوتا ہے۔ لہذا صرف **تین سو قول** پر اقتصار کرتا ہُوں۔ علمائے صنفِ اوّل کے ۲۰۰ دو سو اور اہلِ صنفِ دوم کے سو کہ دیدۂ انصاف صاف ہو تو اتنے کیا کم ہیں ؎

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

(اگر خانۂ عقل میں شعور ہو تو اشارہ ہی کافی ہے)

تنبیہ: عدّتِ قول جدّتِ مقول یا تعددِ مقول سے ہے، ابتداءً خواہ تقریراً اور درصورتِ اخیر ہر عالم کی عبارت جُدا جُدا لکھنا باعثِ طول۔ لہذا انھیں ایک ہی سُرخی میں گن کر اسامی علماء پر ہندسہ لگا دیا جائے گا۔ یہ مقصد بھی مثل اپنے دو برادرِ پیشیں کے دو نوع پر منقسم واللہ سبحٰنہ ھو الموفق للحق والصواب فی کل مھم (اور خدائے پاک ہی ہر مہم میں حق وثواب کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

نوعِ اوّل اقوالِ علماء سلف وخلف میں، ایک تمہید اور پندرہ فصل پر مشتمل۔

تمہید اس میں کہ رُوحیں موت سے نہیں مرتیں۔

(۱) ابنِ عساکر تاریخِ دمشق میں امام محمد بن وضاح سے راوی، امام اجل سحنون بن سعید قدس سرہٗ سے کہا گیا ایک شخص کہتا ہے بدن کے مرنے سے روح بھی مرجاتی ہے۔ فرمایا: معاذ اللہ ھذا من قول اھل البدع[1] خدا کی پناہ یہ بدعتیوں کا قول ہے۔

(۲) امام ابن امیر الحاج خاتمۂ حلیہ میں دربارۂ فوائدِ غسلِ میّت فرماتے ہیں:

اذا اعتق المولی بتطھیر جسد یلقی فی التراب — یعنی جب بندہ دیکھے گا کہ مولیٰ تبارک و تعالےٰ نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قد قالوا: اذ لیس للرأی فیہ مجال: ولیس للقیاس فی ذا الباب: من مدخل عند ذوی الالباب: وانما التسلیم فیہ اللائق: والانقیاد حیث أنبأ الصادق۔ ۱۲ منہ (م)

روایت کیا ہے (۳) وُہ حسبِ ارشادِ عُلما مرفوع کے حکم میں ہے، اس لیے کہ اس بارے میں رائے کا گزر نہیں (۴) اور قیاس کا اس باب میں اربابِ عقول کے نزدیک کوئی دخل نہیں (۵) جب صادق نے خبر دی ہے تو اس میں تسلیم وقبول اور تابعداری ہی مناسب ہے۔ (ت)

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۲۰۵، دار احیاء التراث العربی بیروت ۵۹ / ۱۰۶

تنبه العبد الی تطهیر ما هو باق وهو النفس فانه لا یفنی عند اهل السنۃ والجماعۃ[1]

ہم پر اس بدن کی تطہیر فرض کی جو خاک میں ڈالا جائیگا تو متنبہ ہوگا کہ اس کی تطہیر اور بھی ضرور ہے جو باقی رہنے والا ہے یعنی روح کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک فنا نہیں ہوتی۔

(۳) امام عزالدین بن عبدالسلام[علیہ] فرماتے ہیں کہ،

لا تموت ارواح الحیاۃ بل ترفع الی السماء حیۃ[2]

رُوحیں مرتی نہیں بلکہ زندہ آسمان کی طرف اُٹھالی جاتی ہیں۔

(۴) امام جلال الحق والدین سیوطی شرح الصدور میں ناقل، باقیۃ بعد خلقھا بالاجماع[3] رُوحیں پیدائش کے بعد بالاجماع جاوداں رہتی ہیں۔

(۵) خود امام ممدوح اس امر کی تائید میں کہ شہداء کی زندگی صرف رُوحانی نہیں بلکہ روح و بدن دونوں سے ہے، ارشاد فرماتے ہیں،

لو کان المراد حیاۃ الروح فقط لم یحصل لہ تمیز عن غیرہ لمشارکۃ سائر الاموات لہ فی ذلک ولعلم المؤمنین باسرھم حیاۃ کل الارواح فلم یکن لقولہ تعالٰی ولکن لا تشعرون معنیٰ[4]

یعنی اگر آیت کریمہ میں حیات شہید سے صرف زندگیِ رُوح مراد ہوتی تو اس میں اس کی کیا خصوصیت تھی۔ یہ بات تو ہر مُردے کو حاصل ہے اور تمام مسلمان جانتے ہیں کہ سب کی رُوحیں بعد موت زندہ رہتی ہیں حالانکہ حیاتِ شہداء کی نسبت آیت میں فرمایا کہ تمھیں خبر نہیں۔

یہاں سے اجماعِ صحابہ ثابت ہوا۔

فصل اوّل: موت صرف ایک مکان سے دوسرے میں چلا جانا ہے نہ کہ معاذ اللہ جماد ہو جانا۔

قول (۱) ابونعیم حلیہ میں بلال بن سعد[علیہ] رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی کہ اپنے وعظ میں فرماتے:

علیہ[1] نقلہ فی شرح الصدور عن امالیہ ۱۲ منہ (م) اسے شرح الصدور میں اُن کے امالی سے نقل کیا۔ ت

علیہ[2] تابعی جلیل، عابد، فاضل، ثقہ، رجال نسائی وغیرہ سے ۱۲ منہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] شرح الصدور بحوالہ عزالدین بن عبدالسلام خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۳۴

[3] 〃 〃 کتاب ابن قیم 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۱۳۵

[4] 〃 باب زیارت القبور 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۸۵

یااھل الخلود و یا اھل البقاء انکم لم تخلقوا للفناء وانما خلقتم للخلود والابد ولکنکم تنتقلون من دار الی دار[1]

اے ہمیشگی والو! اے بقا والو! تم فنا کو نہ بنے بلکہ دوام و ہمیشگی کے لئے بنے ہو، ہاں ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہو۔

قول (۲) شرح الصدور میں ہے :

قال العلماء الموت لیس بعدم محض ولا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال وانتقال من دار الی دار[2]

علماء نے فرمایا موت کے یہ معنی نہیں کہ آدمی محض نیست و نابود ہو جائے بلکہ وُہ تو یہی رُوح و بدن کے تعلق چھُوٹنے اور ان میں حجاب و جُدائی ہوجانے اور ایک طرح کی حالت بدلنے اور ایک گھر سے دوسرے گھر چلے جانے کا نام ہے۔

تنبیہ : تعلق چھُوٹنے کے یہ معنی کہ وُہ علاقہ معہودہ جو عالمِ حیات میں تھا، جاتا رہا۔ اور اسی طرح حجاب جدائی ہو جانے سے یہ مراد کہ ویسا اتصال تام باقی نہیں، ورنہ مذہب اہلسنت میں رُوح کو بعد موت بھی بدن سے ایک تعلق و اتصال رہتا ہے جیسا کہ فصولِ آئندہ کے اقوالِ کثیرہ میں آئے گا ان شاء اللہ تعالٰی۔

قول (۳) جامع البرکات میں فرمایا :

موت عدم محض نیست چنانکہ دہریاں وطبعیان گویند بلکہ انتقال ست از حالے بحالے واز دارے بدارے[3]

موت نیست و نابود ہوجانے کا نام نہیں جیسا کہ دہریہ اور طبیعین کہتے ہیں بلکہ ایک حال سے دوسرے حال اور ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوجانے کا نام ہے۔ (ت)

قول (۴) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ :

اولیائے خدا نقل کردہ شدند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود ومرزوق اند وخوشحال اند ومردم را ازاں شعور نیست[4]

اولیاء اس دار فانی سے دار بقا میں منتقل کر دئے جاتے ہیں، وُہ اپنے پروردگار کے یہاں زندہ ہیں، انھیں رزق ملتا ہے اور خوشحال رہتے ہیں اور لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔ (ت)

---

[1] شرح الصدور بحوالہ حلیہ باب فضل الموت خلافت اکیڈمی، منگورہ، سوات ص ۵

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃

[3] جامع البرکات

[4] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل ا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

قول (۵) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لافرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء الله لایموتون ولکن ینتقلون من دار الٰی دار[1]

اولیاء کی دونوں حالت حیات وممات میں اصلاً فرق نہیں، اسی لیے کہا گیا کہ وہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔

روایت مناسبہ: امام عارف باللہ استاذ ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ اپنے رسالہ میں بسندِ خود حضرت ولی مشہور سیدنا ابوسعید خراز قدس سرہ الممتاز سے راوی کہ میں مکہ معظمہ میں تھا بابِ بنی شیبہ پر ایک جوان مُردہ پڑا پایا، جب میں نے اُس کی طرف نظر کی مجھے دیکھ کر مُسکرایا اور کہا:

یا ابا سعید اما علمت ان الاحباء احیاء و ان ماتوا وانما ینقلون من دار الٰی دار[2]

اے ابوسعید! کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ کے پیارے زندہ ہیں اگرچہ مرجائیں، وُہ تو یہی ایک گھر سے دوسرے گھر میں بلائے جاتے ہیں۔

روایت دوم: وہی عالیجناب حضرت سیدی ابوعلی قدس سرہٗ سے راوی، میں نے ایک فقیر کو قبر میں اتارا، جب کفن کھولا اور اُن کا سر خاک پر رکھ دیا کہ اللہ اُن کی غربت پر رحم کرے، فقیر نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے فرمایا:

یا ابا علی أتذلنی بین یدی من دللنی[3]

اے ابوعلی! مجھے اس کے سامنے ذلیل کرتے ہو جو میرے ناز اٹھاتا ہے۔

میں نے عرض کی: اے سردار میرے! کیا موت کے بعد زندگی؟ فرمایا:

بل انا حی وکل محب الله حی لاینصرنك غدًا بجاهی یا روذباری[4]

میں زندہ ہُوں اور خدا کا ہر پیارا زندہ ہے بیشک وُہ جاہت وعزت جو روزِ قیامت ملے گی اس سے تجھے کوئی ضرر نہ پہنچے گا بلکہ میں تیری مدد کروں گا اے روذباری۔

روایت سوم: وہی جناب مستطاب حضرت ابراہیم بن شیبان قدس سرہٗ سے راوی، میرا ایک مرید جوان مرگیا، مجھے سخت صدمہ ہوا، نہلانے بیٹھا، گھبراہٹ میں بائیں طرف سے ابتدا کی، جوان نے وُہ کروٹ ہٹا کر اپنی دہنی کروٹ میری طرف کی، میں نے کہا: جانِ پدر! تُو سچا ہے مجھ سے غلطی ہُوئی۔

عہ هذه والاربعة بعدها کل ذلك فی شرح الصدور ۱۲ منہ (م) یہ روایت اور اسکے بعد کی چاروں روایتیں سب شرح الصدور میں ہیں

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ | کتاب الصلوٰۃ | باب الجمعہ | مکتبہ امدادیہ ملتان | ۳/ ۲۴۱

[2] و [3] الرسالۃ القشیریۃ | باب احوالهم عند الخروج من الدنیا | مصطفی البابی مصر | ص ۱۴۰

[4] الرسالۃ القشیریۃ | " | " | " | ۱۴۰ "

روایت چہارم: وہی امام حضرت ابو یعقوب سوسی نہرجوری قدس سرہٗ سے راوی، میں نے ایک مرید کو نہلانے کے لیے تختہ پر لٹایا اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا، میں نے کہا: جان پدر! میں جانتا ہوں کہ تو مردہ نہیں یہ تو صرف مکان بدلنا ہے، لے میرا ہاتھ چھوڑ دے۔[1]

روایت پنجم: جناب ممدوح انہی عارف موصوف سے راوی، مکہ معظمہ میں ایک مرید نے مجھ سے کہا پیرومرشد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ حضرت! یہ اشرفیاں لیں آدھی میں میرا دفن آدھی میں میرا کفن کریں۔ جب دوسرا دن ہوا اور ظہر کا وقت آیا مرید مذکور نے آکر طواف کیا، پھر کعبہ سے ہٹ کر لیٹا تو روح نہ تھی، میں نے قبر میں اتارا، آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: موت کے بعد زندگی کہاں؟ کہا: انا حی وکل محب اللہ حی[2] میں زندہ ہوں اور اللہ کا ہر دوست زندہ ہے۔

اس قسم کی صدہا روایات کلمات ائمہ کرام میں مذکور و من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور[3] (اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں۔ ت)

فصل دوم: موت سے روح میں اصلاً تغیر نہیں آتا اور اس کے علوم و افعال بدستور رہتے ہیں بلکہ زیادہ ہو جاتے ہیں، پھر جمادیت کیسی اور اثبات تخصیص ادراک ذمہ مخصص۔

قول (۶) امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

النفس باقیۃ بعد موت البدن عالمۃ باتفاق المسلمین بل غیر المسلمین ممن الفلاسفۃ وغیرھم ممن یقول ببقاء النفوس یقولون بالعلم بعد الموت ولم	یعنی مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح بعد مرگ باقی اور علم وادراک رکھتی ہے، بلکہ فلاسفہ وغیرہم کفار بھی جو بقائے ارواح کے قائل ہیں وہ بھی موت کے بعد علم مانتے ہیں اور بقائے روح میں کسی نے خلاف

ع امام سیوطی شرح الصدور میں مذہب اہلسنت کتاب الروح سے یوں نقل فرماتے ہیں:

ان الروح ذات قائمۃ بنفسہا تصعد وتنزل وتتصل وتنفصل وتذھب وتجیٔ وتتحرک وتسکن وعلی ھذا اکثر من مائۃ دلیل مقررۃ[4]	یعنی روح ایک مستقل ذات ہے کہ چڑھتی اترتی ملتی جدا ہوتی آتی جاتی حرکت کرتی ساکن ہوتی ہے اور اس پر سو سے زیادہ دلائل ثابت ہوتے ہیں۔ (م)

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ فصل فان قیل فما الغالب علی الولی فی حال الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۷۰

[2] " " " " " " " " ۱۷۱

[3] القرآن ۲۴/۴۰

[4] شرح الصدور خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۱۳۶

یخالف فی بقاء النفوس الامن لایعتد به[1] اھ ملتقطا۔

نہ کیا مگر ایسوں نے جو کسی گنتی شمار میں نہیں اھ ملتقطا

قول (۷) تفسیر بیضاوی میں ہے،

فیھا دلالۃ علی ان الارواح جواھر قائمۃ بانفسھا مغائرۃ لما یحس به من البدن تبقی بعد الموت دراکۃ و علیه جمھور الصحابة والتابعین و به نطقت الاٰیات والسنن[2]

یہ آیۃ کریمہ دلیل ہے کہ رُوحیں جوہر قائم بالذات ہیں، یہ بدن جو نظر آتا ہے اس کے سوا اور چیز ہیں، موت کے بعد اپنے اُسی جوش و ادراک پر رہتی ہیں۔ جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے اور اسی پر آیات و احادیث ناطق۔

قول (۸) امام غزالی احیاء[ف] میں فرماتے ہیں:

لاتظن ان العلم یفارقك بالموت فالموت لایھدم محل العلم اصلا ولیس الموت عدما محضا حتی تظن انك اذا عدمت عدمت صفتك[3]

یہ گمان نہ کرنا کہ موت سے تیرا علم تجھ سے جدا ہو جائیگا کہ موت محلِ علم یعنی رُوح کا تو کچھ نہیں بگاڑتی، نہ وہ نیست و نابود ہوجانے کا نام ہے کہ تو سمجھے جب تو نہ رہا تیرا وصف یعنی علم و ادراک بھی نہ رہا۔

قول (۹، ۱۰) امام نسفی عمدۃ الاعتقاد، پھر علامہ نابلسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں، الروح لایتغیر بالموت[4] مرنے سے رُوح میں کچھ تغیر نہیں آتا۔

قول (۱۱) علامہ تورپشتی فرماتے ہیں،

الروح الانسانیة المتمیزۃ المخصوصة بالادراکات بعد مفارقة البدن[5] نقله المناوی۔

فراقِ بدن کے بعد بھی روحِ انسانی متمیز و مخصوص بادراکات ہے۔ (اسے علامہ مناوی نے نقل کیا ہے)

---

[1] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۱۰

[2] تفسیر بیضاوی تحت آیۃ بل احیاء ولکن لاتشعرون مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۷

[3] التیسیر بحوالہ الغزالی تحت حدیث من طلب العلم الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۲/ ۴۲۹

ف: سعیِ بسیار کے باوجود یہ حوالہ احیاء العلوم سے دستیاب نہیں ہوسکا، تیسیر میں بحوالہ الغزالی بعینہٖ یہ عبارت موجود ہے اس لیے تیسیر سے یہ حوالہ نقل کیا ہے۔ نذیر احمد

[4] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی فی الامور المھمۃ واولھم آدم ابوالبشر مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد ۱/ ۲۹۰

[5] التیسیر شرح جامع صغیر بحوالہ التورپشتی تحت حدیث ان ارواح الشھداء الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۱/ ۳۱۶

قول (۱۲) علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں ہے :

الموت لیس بعدم محض والشعور باق حتی بعد الدفن[1]

موت بالکل عدم نہیں اور شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی۔

قول (۱۳) اُسی میں ہے :

ان الروح اذا انخلعت من ھذا الھیکل و انفکت من القیود بالموت تجول الی حیث شاءت[2]

بیشک رُوح جب اس قالب سے جُدا اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے جہاں چاہتی ہے جولان کرتی ہے۔

قول (۱۴) شرح الصدور میں منقول کہ دلائلِ قرآن وحدیث لکھ کر کہا :

فصح ان الارواح اجسام حاملۃ لاعراضھا من التعارف والتناکر وانھا عارفۃ متمیزۃ[3]

ان سے ثابت ہوا کہ رُوحیں اجسام ہیں اپنے اوصاف شناخت وناشناخت وغیرہ کی حامل جو بذاتِ خود ادراک تمیز رکھتی ہیں۔

یہاں وُہ تقریر یاد کرنی چاہئے جو زیرِ حدیثِ دوم گزری۔

قول (۱۵) مقاصد وشرح مقاصد علامہ تفتازانی میں ہے :

عند المعتزلۃ وغیرھم البدنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقد الاٰلات وعندنا یبقی و ھو الظاھر من قواعد الاسلام[4]

معتزلہ وغیرہم کے مذہب میں یہ بدن شرطِ ادراک ہے تو ان کے نزدیک جب اس کے آلات نہ رہے ادراکِ جزئیات بھی نہ رہا اور ہم اہلسنّت وجماعت کے مذہب میں باقی رہتا ہے اور یہی ظاہر ہے قواعدِ دینِ اسلام سے۔

قول (۱۶) لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے :

سببیۃ الحواس للاحساس وللادراک عادیۃ

حواس کا سببِ احساس وادراک ہونا اک امر عادی ہے

---

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیت یعرف من یحملہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۱/ ۳۰۳

[2] " " تحت حدیث ان روحی المؤمنین " " " ۱/ ۳۲۰

[3] شرح الصدور باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۹

[4] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۴۳

كما تقرر فى المذهب اما العلم فبالروح وهو باق[1] اهـ ملتقطا۔

جیسا کہ مذہب اہلِ سنت میں ثابت ہو چکا اور علم تو رُوح سے ہے وہ باقی ہے اھ مختصراً

قول (۱۷) امام سیوطی فرماتے ہیں:

ذهب اهل الملل من المسلمين وغيرهم الى ان الروح تبقى بعد موت البدن وخالف فيه الفلاسفة دليلنا ما تقدم من الأيات والاحاديث فى بقائها وتصرفها[2] الخ (ملخصا)

تمام اہلِ ملت مسلمین اور ان کے سوا سب کا یہی مذہب ہے کہ رُوحیں بعد موتِ بدن باقی رہتی ہیں فلاسفہ یعنی بعض مدعیانِ حکمت نے اس میں خلاف کیا، ہماری دلیل وہ آیتیں اور حدیثیں ہیں جن سے ثابت کہ رُوح بعد موت باقی رہتی اور تصرفات کرتی ہے الخ۔

قول (۱۸) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قد انكر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض محتجين بان الميت جماد لاحياة له ولا ادراك[3] الخ۔

بعض معتزلہ اور روافض عذابِ قبر سے منکر ہو گئے یہ حجت لا کر کہ مُردہ جماد ہے نہ اس کے لیے حیات ہے نہ ادراک الخ

قول (۱۹) کشف الغطاء مستند مولوی اسحٰق دہلوی میں ہے:

مذہب اعتزال است کہ گویند میت جماد محض است[4]۔ میت کو جماد محض بتانا معتزلہ کا مذہب ہے۔ (ت)

قول (۲۰) اُسی میں ہے:

فرقے نیست در ارواحِ کاملان در حینِ حیات و بعد از ممات مگر بترقی کمال[5]۔

اہلِ کمال کی رُوحوں میں حالتِ حیات و موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا سوا اس کے کہ بعد موت کمالات میں ترقی ہو جاتی ہے۔ (ت)

فصل سوم ان تصریحوں میں کہ اموات کے علم و ادراک دنیا و اہلِ دنیا کو بھی شامل۔

---

[1] لمعات شرح مشکوٰۃ	کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور	خاتمہ فی فوائد تتعلق بالروح	خلافت اکیڈمی، سوات	ص ۱۳۵

[3] ارشاد الساری شرح البخاری کتاب المغازی	باب قتل ابی جہل	دار الکتاب العربی بیروت	۲۵۵/۶

[4] کشف الغطاء	فصل در احکام دفن میت	مطبع احمدی دہلی	ص ۵۷

[5] ایضاً	فصل دہم در احکام زیارت قبور	"	ص ۷۵

قول (۲۱) امام جلال الدین سیوطی رسالہ منظومہ انیس الغریب میں فرماتے ہیں: ؎

یعرف من یغسلہ و یحمل ویلبس الاکفان ومن ینزل[1]

(مردہ اپنے نہلانے والے، اٹھانے والے، کفن پہنانے والے، قبر میں اتارنے والے سب کو پہچانتا ہے)

قول (۲۲ تا ۲۴) امام ابن الحاج مدخل اور امام قسطلانی[۲۳] مواہب اور علامہ زرقانی[۲۲] شرح میں تقریبًا فرماتے ہیں:

واللفظ لاحمد من انتقل الی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم احوال الاحیاء غالبًا وقد وقع کثیر من ذلک کما ھو مسطور فی مظنۃ ذلک من الکتب[2]

احمد کے الفاظ ہیں جو مسلمان برزخ میں ہیں اکثر احوال احیاء پر علم رکھتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہے جیسا کہ کتابوں میں اپنے محل پر مذکور ہے۔

قول (۲۵) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں علم وادراکِ موتٰی کی تحقیق وتفصیل لکھ کر فرماتے ہیں:

بالجملہ کتاب وسنت مملوو مشحون اند باخبار وآثار کہ دلالت مے کند بروجود علم موتٰی را بدنیا واہل آں پس منکر نہ شود آں را مگر جاہل باخبار ومنکر دین[3]

الحاصل کتاب وسنّت ایسے اخبار وآثار سے لبریز ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ مُردوں کو دُنیا واہلِ دنیا کا علم ہوتا ہے تو اس کا انکار وہی کرے گا جو اخبار واحادیث سے بے خبر اور دین کا منکر ہو۔ (ت)

فصل چہارم اموات سے حیا کرتے ہیں۔

قول (۲۶) ابن ابی الدنیا کتاب القبور میں سلیم بن عمیر سے راوی، وہ ایک مقبرہ پر گزرے، پیشاب کی حاجت سخت تھی، کسی نے کہا یہاں اُتر کر قضائے حاجت کرلیجئے، فرمایا:

سبحان اللہ واللہ انی لاستحیی من الاموات کما استحیی من الاحیاء[4]

سُبحان اللہ! خدا کی قسم میں مُردوں سے ایسی ہی شرم کرتا ہوں جیسی زندوں سے۔

---

[1] انیس الغریب

[2] المواہب اللدنیہ من آداب الزیارت المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۸۱

شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد العاشر المطبعۃ العامرہ مصر ۸/۳۴۹

المدخل فصل فی الکلام علی زیارۃ سید الاولین دار الکتب العربیہ بیروت ۱/۲۵۳

[3] اشعۃ اللمعات کتاب الجہاد فصل اول نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۱

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ ابن ابی الدنیا کتاب الجنائز باب زیارۃ القبور الفصل الثالث مکتبہ امدادیہ ملتان ۴/۱۱۷

قول (۲۷) جب سیدنا امام شافعی مزارِ فائض الانوارِ حضرت امام اعظم پر تشریف لے گئے رضی اللہ تعالٰی عنہما وعن اتباعہما، نمازِ صبح میں قنوت نہ پڑھی، لوگوں نے سبب پُوچھا، فرمایا:

کیف اقنت بحضرة الامام و ھو لایقول بہ ۔ ذکرہ سیدی علی الخواص والامام الشعرانی فی المیزان[1] و نحوہ العلامة ابن حجر المکی فی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان فی اولہا واعادہ فی اٰخرھا عن بعض شراح منہاج الامام النووی وعن غیرہ ونحوہ فی عقود الجمان فی مناقب النعمان عن شیخ شیوخہ الامام الزاھد الولی شہاب الدین شارح المنہاج ۔

میں امام کے سامنے کیونکر قنوت پڑھوں حالانکہ وُہ اس کے قائل نہیں (اسے سیدی علی خواص نے اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ذکر کیا اور اسی کے ہم معنی علامہ ابن حجر نے "الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان" کے شروع میں ذکر کیا اور اس کے آخر میں دوبارہ منہاج امام نووی کے بعض شارحین وغیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا ۔ اسی طرح عقود الجمان فی مناقب النعمان میں اپنے شیخ الشیوخ امام، زاہد، ولی اللہ شہاب الدین شارح منہاج سے نقل کیا ۔ ت)

بعض روایات میں آیا بسم اللہ شریف بھی جہر سے نہ پڑھی

نقلہ الفاضل الشامی فی رد المحتار[2] عن بعض العلماء وکذا الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان ۔

اسے فاضل شامی نے ردالمحتار میں بعض علماء سے نقل کیا، ایسے ہی امام ابن حجر نے الخیرات الحسان میں ذکر کیا ۔ (ت)

بعض میں ہے تکبیراتِ انتقال میں رفع یدین نہ فرمایا، سبب دریافت ہُوا، جواب دیا:

ادبنا مع ھذا الامام اکثر من ان نظھر خلافہ بحضرتہ[3] ذکرہ علی القاری فی المرقاة ۔

اس امام کے ساتھ ہمارا ادب اس سے زائد ہے کہ اُن کے حضور اُن کا خلاف ظاہر کریں (اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا ۔ ت)

شرح لباب میں خاص بلفظ استحیا نقل کیا کہ امام شافعی نے فرمایا:

استحیی ان اخالف مذھب الامام

مجھے شرم آتی ہے کہ امام کے سامنے ان کے

---

[1] المیزان الکبرٰی فصل فیما نقل عن الامام الشافعی مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱
[2] ردالمحتار مطلب یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۸
[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ تذکرہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۰

48

فی حضورہ[1]۔ ذکرہ فی باب الزیارۃ النبویۃ فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ المنورۃ

مذہب کے خلاف کروں۔ (اسے علامہ قاری نے شرح لباب، باب زیارت نبوی، فصل اقامتِ مدینہ منورہ میں ذکر کیا۔ ت)

سبحان اللہ اگر اموات دیکھتے سُنتے نہیں تو جہر و اخفا، یا رفع و ترک و مکث قنوت و تعجیلِ سجود میں کیا فارق تھا، لِلّٰہ انصاف، اگر بنائے قبر حجاب مانع ہو تو امام ہمام کا سامنا کہاں تھا اور اس ادب و لحاظ کا کیا باعث تھا۔

قول (۲۸ تا ۳۱) علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعتِ علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارت بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتدا کرے کہ پہلے وہی ملتا ہے تو بے سلام کے وہاں سے گزر جانا بے ادبی ہے، اسی طرح اس بقعہ پاک میں جو مزار پہلے آتا جائے اس پر سلام کرتا جائے کہ جو ذرا بھی عزت و عظمت رکھتا ہے اس کے سامنے سے بے سلام چلے جانا مروّت و ادب سے بعید ہے۔ مولانا علی قاری نے شرح لباب میں اسے نقل فرما کر مسلّم رکھا، شیخ محقق نے جذب القلوب میں بعض دیگر علماء سے اُس کی تحسین نقل کی ہے کہ یہ ایک عمدہ مقصد ہے جس کے ساتھ افضل و اشرف کی رعایت نہ کرنی کچھ مضائقہ نہیں۔ منسک متقسط میں ہے:

ذکر العلامۃ فضل اللہ بن الغوری من اصحابنا ان البداءۃ بقبۃ العباس والختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اولٰی لان مشھد العباس اول مایلقی الخارج من البلد عن یمینہ فمجاوزتہ من غیر سلام علیہ جفوۃ فاذا سلم علیہ وسلم علی من یمر بہ اولا فیختم بصفیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا فی رجوعہ کما صرح بہ ایضا کثیر من مشائخنا الخ[2]۔

علامہ فضل اللہ بن غوری حنفی وغیرہ ایک جماعتِ علماء نے تصریح فرمائی کہ زیارتِ بقیع شریف میں قبہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ابتداء کرے اور حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مزار پر ختم کرے یہ بہتر ہے کیونکہ باہر الا جب دائیں طرف سے شروع کرے تو پہلے وہی ملتا ہے تو ان کو سلام کئے بغیر گزر جانا بے ادبی ہے جب ان پر گزرے اور جو مزار پہلے آتا جائے سلام کرتا جائے، تو واپسی پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر ختم کرے جیسا کہ بہت سے ہمارے مشائخ نے تصریح فرمائی الخ (ت)

---

[1] منسک متوسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ الخ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

[2] مسلک متقسط " " " " " " " " " ۳۴۵

جذب القلوب میں ہے :

متاخرین علماء اختلاف کردہ اند کہ ابتداء بزیارت کہ کند طائفہ برآنند کہ ابتداء بزیارت حضرت عباس کند و ہر کہ باوے در یک قبہ آسودہ اند از ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین زیرا کہ اسہل و اقرب است و از پیش ایشاں درگزشتن و بزیارت دیگراں متوجہ شدن نوعے از جفا و سوئے ادب باشد[1] الخ

علمائے متاخرین نے اختلاف کیا ہے کہ زیارت میں ابتدا کس سے کرے، ایک جماعت کے ہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ قبہ میں جو اہلبیت ائمہ کرام رضوان علیہم آرام فرما ہیں سے شروع کرے کیونکہ یہ آسان اور اقرب ہے اور ان کے آگے سے بغیر سلام گزرجانا اور دوسروں کی زیارت میں متوجہ ہوجانا ایک قسم کی لاپرائی اور بے ادبی ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے :

محصل کلام بعضے از علماء آں است کہ ابتدا از قبہ عباس کند رضی اللہ تعالٰی عنہ و عمن معہ و بعد ازاں بہر کہ پیش آید زیرا کہ ہر کرا با دنی جلالت شان بود بے سلام از پیش وے گزشتن و جائے دیگر رفتن از عالم مروت و حفظ طریقہ ادب بغایت دور است قال بعضھم و ھو مقصد صالح لایضر معہ عدم رعایۃ الافضل والاشرف[2] الخ

بعض علماء کے کلام کا ماحاصل یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور قبہ میں ان کے ساتھ والوں سے ابتداء کرے اور اس کے بعد ہر پہلے آنے والے کو سلام کرتا جائے کیونکہ کسی ادنٰی شان والے سے بے سلام گزرنا اور دوسری جگہ چلے جانا بھی مروّت اور حفظ ادب سے بعید ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ مقصد صالح ہے جس کی وجہ سے افضل واشرف کی عدم رعایت مضر نہیں الخ (ت)

فصل پنجم افعال احیاء سے تاذی اموات میں۔

قول (۳۲ تا ۳۴) مراقی الفلاح میں فرمایا :

اخبرنی شیخی العلامۃ محمد بن احمد الحموی رحمہ اللہ تعالٰی بانھم یتاذون بخفق النعال[3]۔

مجھے میرے استاذ علامہ محمد بن احمد حنفی رحمہ اللہ نے خبردی کہ جُوتی کی پھچل سے مُردے کو ایذا ہوتی ہے۔

---

[1] جذب القلوب باب درفضائل مقبرہ بقیع منشی نولکشور لکھنؤ ص ۱۸۷

[2] " " " " ۱۸۸

[3] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی زیارۃ القبور نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی " ۳۴۲

علامہ طحطاوی[۳] نے اس پر تقریر فرمائی۔

قول (۳۵) حدیث میں جو تکیہ قبر پر لگانے سے ممانعت فرمائی اور اسے ایذائے میت ارشاد ہوا جیسا کہ حدیث ۲۵ میں گزرا۔ شیخ محقق رحمہ اللہ اس پر شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

شاید کہ مراد آنست کہ رُوحِ وے ناخوش می دارد و راضی نیست بہ تکیہ کردن بر قبر وے از جہت تضمن وے اہانت واستخفاف را بوی[۱] واللہ اعلم۔

ہوسکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ اس کی رُوح کو ناگوار ہوتا ہے اور وُہ اپنی قبر پر تکیہ لگانے سے راضی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس میں اس کی اہانت اور بے وقعتی پائی جاتی ہے اور خدا خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

قول (۳۶، ۳۷) عارف باللہ حکیم ترمذی پھر علامہ نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

معناہ ان الارواح تعلم بترك اقامة الحرمة بالاستہانة فتاذی بذلك[۲]۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ رُوحیں جان لیتی ہیں کہ اس نے ہماری تعظیم میں قصور کیا لہذا ایذا پاتی ہیں۔

قول (۳۸، ۳۹) حاشیہ طحطاوی و ردالمحتار وغیرہ میں ہے، مقابر میں پیشاب کرنے کو نہ بیٹھے لان المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی[۳] اس لیے کہ جس سے زندوں کو اذیت ہوتی ہے اُس سے مُردے بھی ایذا پاتے ہیں۔

اقول بلکہ دیلمی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کلیہ کی صراحتًا روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

المیت یؤذیہ فی قبرہ مایؤذیہ فی بیتہ[۴]۔

میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی تھی قبر میں بھی اُس سے اذیت پاتا ہے۔

قول (۴۰، ۴۱) حدیث ۲۶ کے نیچے اشعہ میں امام ابوعمر عبدالبر سے نقل کیا:

ازینجا مستفاد می گردد کہ میت متالم می گردد بجمیع انچہ متالم می گردد بدان حی ولازم این ست کہ متلذذ گردد

یہاں سے معلوم ہُوا کہ میت کو ان تمام چیزوں سے تکلیف ہوتی ہے جن سے زندہ کو تکلیف ہوتی ہے، اس کو

---

[۱] اشعۃ اللمعات باب دفن المیت فصل ۳ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۹۹

[۲] نوادر الاصول الاصل التاسع والمائتان دار صادر بیروت ص ۲۴۴

[۳] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب صلوٰۃ الجنازۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۸۱

[۴] شرح الصدور بحوالہ الدیلمی باب تاذی المیت الخ خلافت اکیڈمی، سوات ص ۱۲۴

بتمام آنچہ متلذذ مے شود بداں زندہ۔[1]

لازم یہ ہے کہ اُسے ان تمام چیزوں سے لذت بھی حاصل ہو جن سے زندہ کو لذت ملتی ہے۔ (ت)

تذئیل: مسئلہ ہے کہ دارالحرب کے جن جانوروں کو اپنے ساتھ لانا دشوار ہو انھیں زندہ چھوڑیں کہ اس میں حربیوں کا نفع ہے، نہ کونچیں کاٹیں کہ اس میں جانوروں کی ایذا ہے بلکہ ذبح کرکے جلادیں تاکہ وُہ ان کے گوشت سے بھی انتفاع نہ کرسکیں۔ درمختار میں ہے:

حرم عقر دابۃ شق نقلھا الی دارنا فتذبح وتحرق بعدہ اذ لا یعذب بالنار الا ربھا۔[2]

جس جانور کو دارالاسلام تک لانا دشوار ہو اس کی کونچیں کاٹنا حرام ہے، پہلے ذبح کریں اس کے بعد جلادیں اس لیے کہ زندہ آگ میں ڈالنے کا عذاب دینا ربِّ نار ہی کا کام ہے۔ (ت)

اس پر علامہ حلبی محشّی درمختار نے شبہہ کیا کہ یہاں سے لازم کہ مُردے کے جسم کو جو صدمہ پہنچائیں اُس سے اسے تکلیف نہ ہو حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف وارد ہے۔ علامہ طحطاوی و علامہ شامی نے جواب دیا کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کہ وُہ اپنی قبور میں ثواب وعذاب پاتے ہیں تو اُن کی ارواح کو ابدان سے ایسا تعلق رہتا ہے جس کے سبب ادراک واحساس ہوتا ہے، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا۔ ردالمحتار میں ہے:

اوردالمحشی علی جواز احراقھا بعد الذبح انہ یقتضی ان المیت لایتألم مع انہ ورد انہ یتألم بکسر عظمہ قلت قد یجاب بان ھذا خاص ببنی اٰدم لانھم یتنعمون ویعذبون فی قبورھم بخلاف غیرھم من الحیوانات والالزم ان لاینتفع بعظمھا ونحوہ ثم رأیت ط ذکر نحوہ[3] انتہی۔

محشی نے جانوروں کو ذبح کرکے جلانے پر یہ شبہ پیش کیا اس سے لازم آتا ہے کہ مُردے کو اذیت نہیں ہوتی حالانکہ حدیث میں اس کا خلاف ہے کہ میّت کی ہڈی توڑنے سے اس کو اذیت ہوتی ہے، میں کہتا ہوں اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ بات بنی آدم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ وُہ اپنی قبروں میں خوشی اور تکلیف پاتے ہیں، جانوروں میں یہ بات نہیں ورنہ ان کی ہڈی وغیرہ سے انتفاع نہ کیا جاتا، پھر میں نے طحطاوی کو دیکھا تو انھوں نے ایسا ہی فرمایا، انتہی (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات — باب دفن المیت — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۱/۶۹۶

[2] درمختار — باب المغنم وقسمتہ — مطبع مجتبائی دہلی — ۱/۳۴۲

[3] ردالمحتار — " — مصطفی البابی مصر — ۳/۵۲

اقول تخصیص بنی آدم باضافت حیوانات مراد ہے ورنہ جن بھی بعدموت ادراک رکھتے ہیں کما یاتی قول ۱۹۰ (جیسا کہ قول ۱۹۰ میں آئیگا۔ت) اور خود عذاب وثواب سے علامہ کی تعلیل اس پر دلیل، واللہ تعالٰی اعلم

فصل ششم ملاقاتِ احیاء وذکرِ خدا سے اموات کا جی بہلتا ہے۔

قول (۴۲) امام سیوطی نے انیس الغریب میں فرمایا: ع

یانسون ان اتی المقابر[1]

(جب زائر مقابر پر آتے ہیں مُردے اُن سے اُنس حاصل کرتے ہیں۔ت)

قول (۴۳) امام اجل نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اقسامِ زیارت میں فرمایا ایک قسم کی زیارت اس غرض سے ہے کہ مقابر پر جانے سے اموات کا دل بہلائیں کہ یہ بات حدیث سے ثابت ہے وسیاتی نقلہ فی النوع الثانی ان شاء اللہ تعالٰی (یہ ان شاء اللہ تعالٰی نوعِ ثانی میں نقل ہوگا۔ت)

قول (۴۴) جذب القلوب میں فرمایا:

زیارت گاہی از جہت ادائے حق اہل قبور نیز باشد درحدیث آمدہ مانوس ترین حالتیکہ میت رابود دروقتے ست کہ یکے از آشنایانِ او زیارتِ قبر او کند و احادیث دریں باب بسیار است[2]

زیارت کبھی قبر والوں کے حق کی ادائیگی کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ میت کے لیے سب سے زیادہ اُنس کی حالت وہ ہوتی ہے جب اُس کا کوئی پیارا آشنا اُس کی زیارت کے لیے آتا ہے۔ اس باب میں احادیث بہت ہیں۔(ت)

قول (۴۵ و ۴۶) فتاوٰی قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

ان قرأ القراٰن عند القبور ان نوی بذلك ان یونسه صوت القراٰن فانه یقرأ[3]

مقابر کے پاس قرآن پڑھنے سے اگر یہ نیت ہو کہ قرآن کی آواز سے مُردے کا جی بہلائے تو بیشک پڑھے۔

قول (۴۷ تا ۴۹) ردالمحتار میں غنیہ شرح منیہ سے اور طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تلقینِ میت کے مفید ہونے میں فرمایا:

ان المیت یستانس بالذکر علی ماورد

بیشک اللہ تعالٰی کے ذکر سے مُردے کا جی بہلتا ہے

---

[1] انیس الغریب

[2] جذب القلوب — باب پانزدہم — منشی نولکشور لکھنؤ — ص ۲۱۳

[3] فتاوٰی ہندیہ — الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور — نورانی کتب خانہ پشاور — ۵/۳۵۰

فی الآثار[1]

جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے ۔

قول (۵۰ تا ۵۸) امام قاضی خاں فتاوٰی خانیہ[۵۰] شرنبلالی نورالایضاح ومراقی الفلاح و امداد الفتاح پھر علامہ[۵۱] ابوالسعود و فاضل طحطاوی[۵۲] حاشیہ مراقی میں استناداً و تقریراً اور شامی حاشیہ[۵۳] در میں استناداً ، اور خزانۃ الروایات میں فتاوٰی کبرٰی سے ، اور امام بزازی[۵۴] فتاوٰی بزازیہ اور شیخ الاسلام[۵۵] کشف الغطا میں ، اور ان کے سوا اور علماء فرماتے ہیں :

واللفظ للخانیۃ یکرہ قطع الحطب و الحشیش من المقبرۃ فان کان یابسًا لاباس بہ لانہ مادام رطبًا یسبح فیونس المیت[2]

چوب وگیاہ سبز کا مقبرہ سے کاٹنا مکروہ ہے اور خشک ہو تو مضائقہ نہیں کہ وہ جب تک تر رہتی ہے تسبیح خدا کرتی ہے اور اس سے میت کا جی بہلتا ہے ۔

علامہ شامی نے اُسی حدیث سے مدلل کرکے فرمایا : اس بنا پر مطلقًا کراہت ہے اگرچہ خود رُو ہو کہ قطع میں حق میت کا ضائع کرنا ہے ۔

تنبیہ : فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہٗ علماء کی ان عبارات اور نیز چار قول آئندہ و دیگر تصریحات رحشندہ سے دو جلیل فائدے حاصل :

اوّلًا نباتات وجمادات وتمام اجزائے عالم میں ہر ایک کے موافق ایک حیات ہے کہ اُس کی بقا تک ہر شجر و حجر زبان قال سے اُس رب اکرم جل جلالہٗ کی پاکی بولتا ہے اور سبحان اللہ سبحان اللہ یا اس کے مثل اور کلماتِ تسبیحِ الٰہی کہتا ہے نہ کہ اُن میں صرف زبانِ حال ہے جیسا کہ ہر جنی کا تقاق ہے کہ اس تقدیر پر تر و خشک میں تفرقہ محض بے معنی تھا کما لا یخفٰی (جیسا کہ مخفی نہیں ۔ ت) اور آیۂ کریمہ ان من شیئ الا یسبح بحمدہٖ خود اس پر برہانِ قاطع کہ اس میں فرمایا ، ولکن لا تفقھون تسبیحھم[3] تم اس کی تسبیح نہیں سمجھتے ۔ ظاہر ہے کہ تسبیح حالی تو ہر شخص عاقل سمجھتا ہے یہاں تک کہ شعراء بھی کہہ گئے : ؎

ہر گیاہے کہ از زمین روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

(جو گھاس بھی زمین سے اُگتی ہے کہتی ہے وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ۔ ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶
[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی غسل المیت الخ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۹۳
[3] القرآن ۱۷/ ۴۴

اور خود مذہبِ اہلسنّت مقرر ہوچکا[1] کہ تمام ذراتِ عالم کے لیے ایک نوع علم وادراک وسمع وبصر حاصل ہے مولوی معنوی قدس سرہٗ نے مثنوی شریف میں اس مضمون کو خوب مشرح ادا فرمایا۔ اور اس پر قرآن واحادیث کے صدہا نصوص[2] ناطق جنھیں جمع کروں توان شاء اللہ پانسو سے کم نہ ہوں گے، ان سب کو بلاوجہ ظاہر سے پھیر کر تاویل کرنا قانونِ عقل ونقل سے خروج بلکہ صراحۃً سفاہات مبتدعین میں ولوج ہے خصوصاً وہ نصوص[3] جو صریح مفسر

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے باب فضل الاذان میں ہے:

الصحیح ان للجمادات والنباتات والحیوانات علما وادراکا وتسبیحا قال البغوی وھذا مذھب اھل السنۃ وتدل علیہ الاحادیث والاٰثار یشھد لہ مکاشفۃ اھل المشاھدۃ والاسرار التی ھی کالانوار والمعتمد فی المعتقدات شھادۃ الاعضاء بلسان القال وما ورد عن الشارع یحمل علٰی ظاھرہ مالم یصرف عنہ صارف ولا صارف ھنا کما لایخفی[1] ملتقطا ۱۲۔ (م)

صحیح یہ ہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات کو بھی ایک قسم کا علم وادراک اور عمل تسبیح حاصل ہے۔ امام بغوی نے فرمایا یہی اہلسنّت کا مذہب ہے جس پر احادیث وآثار سے دلیلیں موجود ہیں، اہل مشاہدہ اور انوار جیسے اسرار والوں کا مکاشفہ بھی اس پر شاہد ہے اور عقیدہ میں معتمد یہ ہے کہ اعضاء کی گواہی زبانِ قال سے ہوگی، شارع سے جو بھی وارد ہے وہ اپنے ظاہر پر محمول ہوگا جب تک ظاہر سے پھیرنے والی کوئی دلیل نہ ہو اور یہاں ایسا کچھ بھی نہیں جیسا کہ واضح ہے۔ (ت)

[2] فقیر نے اپنے فتاوٰی میں ایک جملہ صالحہ ذکر کیا اور صدہا کا پتا دیا وباللہ التوفیق۔ (م)

[3] مثلاً وہ حدیثیں جن میں صاف ارشاد ہوا کہ نہ کوئی جانور شکار کیا جائے، نہ کوئی پیڑ کاٹا جائے جب تک تسبیحِ الٰہی میں غفلت نہ کرے۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماصید صید ولا قطعت شجرۃ الا بتضییع التسبیح[2] رواہ ابونعیم فی الحلیۃ بسند حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نہ کوئی جانور شکار کیا جاتا ہے اور نہ کوئی درخت کاٹا جاتا ہے جب تک تسبیح الٰہی نہ ترک کرے۔ اسے ابونعیم نے حلیہ میں بسندِ حسن ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مرقات المفاتیح باب فضل الاذان فصل ۲ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۴۹-۳۴۸

[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابی ہریرہ حدیث ۱۹۱۹ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۴۵

ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں رکھتے۔ مقام اجنبی نہ ہوتا تو میں اِس مسئلے کا قدرے ایضاح کرتا۔

ثانیاً اقوال مذکورہ سے یہ بھی منصّۂ ثبوت پر جلوہ گر ہُوا کہ اہلِ قبور کی قوتِ سامعہ اس درجہ تیز وصاف وقوی تر ہے کہ نباتات کی تسبیح جسے اکثر احیاء نہیں سُنتے وہ بلا تکلف سُنتے اور اس سے اُنس حاصل کرتے ہیں، پھر انسان کا کلام تو واضح اور اظہر ہے واللہ تعالٰی الہادی۔

قول (۵۹ تا ۶۲) مجمع البرکات میں مطالب المومنین سے، اور کنز العباد و فتاوٰی غرائب وغیرہا میں ہے:

وضع الورد والریاحین علی القبور حسن لانہ مادام رطبا یسبح ویکون للمیت انس بتسبیحہ[1]۔

گلاب وغیرہ کے پھُول قبروں پر ڈالنا خوب ہے کہ جب تک تازہ رہیں گے تسبیحِ الٰہی کریں گے، تسبیح سے میّت کو اُنس حاصل ہوگا۔

فائدہ: مطالب المومنین وجامع البرکات دونوں کتب مستندۂ مخالفین سے ہیں اس سے مولوی اسحٰق نے مائۃ مسائل میں اور اس سے متکلم قنوجی وغیرہ نے استناد کیا۔

فصل ہفتم
وُہ اپنے زائرین کو دیکھتے، پہچانتے اور ان کی زیارت پر مطلع ہوتے ہیں:

قول (۶۳ و ۶۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مسلک متقسط شرح منسک متوسط، پھر فاضل ابن عابدین حاشیہ شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ابوالشیخ نے روایت کی:

ما اخذ طائر ولا حوت الا بتضییع التسبیح[2]۔

کوئی پرندہ اور مچھلی نہیں پکڑی جاتی مگر تسبیحِ الٰہی چھوڑ دینے سے۔ (ت)

ابن اسحٰق بن راہویہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، ان کے پاس ایک زاغ لایا گیا جس کے شہپر سالم وکامل تھے، دیکھ کر فرمایا میں نے سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا:

ماصید صید ولا عضدت عضاہ ولا قطعت شجرۃ الا بقلۃ التسبیح[3] ۱۲ منہ (م)

نہ کوئی جانور شکار ہُوا نہ کوئی ببول کٹی، نہ کسی پیڑ کی جڑیں چھانٹی گئیں مگر تسبیح کی کمی کرنے سے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی زیارۃ القبور نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۱
[2] درمنثور بحوالہ ابی الشیخ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ وان من شیئ الا یسبح بحمدہ کے تحت مکتبۃ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران ۴/ ۱۸۴
[3] کنز العمال بحوالہ ابن راہویہ عن ابی بکر حدیث ۱۹۲۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۴۵

من اٰداب الزیارۃ ما قالوا من انہ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لامن قبل راسہ لانہ اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانہ یکون مقابل بصرہ[1]

زیارتِ قبور کے ادب سے ایک بات یہ ہے جو علماء نے فرمائی کہ زیارت کو قبر کی پائنتی سے جائے نہ کہ سرہانے سے کہ اس میں میّت کی نگاہ کو مشقت ہوگی (یعنی سر اُٹھا کر دیکھنا پڑے گا) پائنتی سے جائے گا تو اس کی نظر کے خاص سامنے ہوگا۔

قول (۶۵) مدخل میں فرمایا:

کفی فی ھذا بیانا قولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام المومن ینظر بنور اللہ انتھی ونور اللہ لایحجبہ شیئ، ھذا فی حق الاحیاء من المؤمنین، فکیف من کان منھم فی الدار الاٰخرۃ[2]

اس امر کے ثبوت میں کہ اہلِ قبور کو احوالِ احیاء پر علم وشعور ہے، سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ فرمانا بس ہے کہ مسلمان خدا کے نور سے دیکھتا ہے اور خدا کے نور کو کوئی چیز پردہ نہیں ہوتی، جب زندگی کا یہ حال ہے تو اُن کا کیا پُوچھنا جو آخرت کے گھر یعنی برزخ میں ہیں۔

قول (۶۶) شیخ محقق جذب القلوب میں امام علامہ صدر الدین قونوی سے نقل فرماتے ہیں:

درمیان قبور سائر مومنین وارواحِ ایشاں نسبت خاصی است مستمر کہ بدان زائران رامی شناسند و رد سلام برایشاں می کنند بدلیل استحباب زیارت درجمیع اوقات[3]

تمام مومنین کی قبروں اور روحوں کے درمیان ایک خاص نسبت ہوتی ہے جو ہمیشہ موجود رہتی ہے، اسی سے زیارت کے لیے آنے والوں کو پہچانتے ہیں اور ان کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ زیارت تمام اوقات میں مستحب ہے۔

شیخ فرماتے ہیں علامہ ممدوح نے بہت احادیث سے اس معنی کو ثابت کیا ہے۔

قول (۶۷) انیس الغریب میں فرمایا: ع

ویعرفون من اتاھم زائرا[4] (جو زیارت کو آتا ہے مُردے اسے پہچانتے ہیں۔ ت)

---

[1] ردالمحتار حاشیہ درمختار — مطلب فی زیارۃ القبور — مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۶۵

[2] المدخل — فصل فی الکلام علی زیارۃ سید المرسلین الخ — دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۵۳

[3] جذب القلوب — باب چہاردہم — منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۰۲

[4] انیس الغریب

قول (۶۸) تیسیر میں ہے:

الشعور باق حتی بعد الدفن حتی انہ یعرف زائرہ[1]

شعور باقی ہے یہاں تک کہ بعد دفن بھی یہاں تک کہ اپنے زائر کو پہچانتا ہے۔

قول (۶۹) لمعات و اشعۃ اللمعات و جامع البرکات میں ہے:

واللفظ للوسطی در روایات آمدہ است کہ دادہ می شود برائے میت در روز جمعہ علم و ادراک بیشتر از انچہ دادہ می شود در روزہائے دیگر تا آنکہ می شناسد زائر را بیشتر از روز دیگر[2]

الفاظ اشعۃ اللمعات کے ہیں، روایات میں آیا ہے کہ میت کو جمعہ کے دن دوسرے دنوں سے زیادہ علم و ادراک دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ روزِ جمعہ زیارت کرنے والے کو دوسرے دن سے زیادہ پہچانتا ہے۔

شرح سفر السعادۃ میں مفصل و منقح تر فرمایا کہ:

خاصیت سی ام آنکہ روز جمعہ ارواحِ مومناں بقبورِ خویش نزدیک می شوند نزدیک شدن معنوی و تعلق و اتصال روحانی نظیر و مشابہ اتصالی کہ بہ بدن دارد و زائران راکہ نزدیک قبر آیند می شناسد و خود ہمیشہ می شناسند ولیکن دریں روز شناختن زیادہ بر شناخت سائر ایام ست از جہت نزدیک شدن بقبور لابد شناخت از نزدیک بیشتر و قوی تر باشد از شناخت دور و در بعض روایات آمدہ کہ ایں شناخت در اول روز بیشتر است از آخر آن و لہذا زیارت قبور درین وقت مستحب تر است و عادت در حرمین شریفین ہم بریں است[3]

تیسویں خاصیت یہ ہے کہ جمعہ کے دن مومنین کی رُوحیں اپنی قبروں سے نزدیک ہوجاتی ہیں۔ یہ نزدیکی معنوی ہوتی ہے اور روحانی تعلق و اتصال ہوتا ہے جیسے بدن سے قرب و اتصال ہوتا ہے، اس دن جو زائرین قبر کے پاس آتے ہیں انھیں پہچانتی ہیں اور یہ پہچاننا ہمیشہ ہوتا ہے مگر اس دن کی شناخت دیگر ایام کی شناخت سے بڑھی ہُوئی ہوتی ہے جس کا سبب یہی ہے کہ رُوحیں قبروں کے قریب ہوجاتی ہیں۔ ضروری بات ہے کہ نزدیک سے جو شناخت ہوتی ہے وُہ دُور والی شناخت سے زائد اور قوی ہوتی ہے ــــ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ شناخت جمعہ کی صبح کو شام کی بہ نسبت اور زیادہ ہوتی ہے اسی لیے اس وقت زیارتِ قبور کا استحباب زیادہ ہے، اور حرمین شریفین کا دستور بھی یہی ہے۔ (ت)

---

[1] التیسیر شرح جامع صغیر تحت ان المیت یعرف من یحملہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۱/۳۰۳

[2] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ۱ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶

[3] شرح سفر السعادۃ فصل در بیان تعظیم جمعہ " " " ص ۱۹۹

اقول ولا عطر بعد العروس (میں کہتا ہوں، دلھن کے بعد عطر نہیں ہے۔ت)

قول (۷۰ و ۷۱) شیخ و شیخ الاسلام نے فرمایا: واللفظ للشیخ فی جامع البرکات (جامع البرکات میں شیخ کے الفاظ ہیں۔ت):

تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و اورا علم و شعور بزائران و احوال ایشاں ثابت است و ایں امریست مقرر در دین۔[1]

آیات و احادیث سے بتحقیق ثابت ہوچکا ہے کہ رُوح باقی رہتی ہے اور اسے زائرین اور ان کے احوال کا علم وادراک ہوتا ہے، یہ دین میں ایک طے شدہ امر ہے۔(ت)

قول (۷۲) تیسیر میں زیر حدیث من زار قبر ابویہ (جس نے اپنے باپ کی قبر کی زیارت کی۔ت) نقل فرمایا:

هذا نص فی ان المیت یشعر بمن یزورہ والا لما صح تسمیته زائرا واذا لم یعلم المزور بزیارة من زارہ لم یصح ان یقال زارہ هذا هو المعقول عند جمیع الامم۔[2]

یہ حدیث نص ہے اس بات میں کہ مردہ زائر پر مطلع ہوتا ہے ورنہ اُسے زائر کہنا صحیح نہ ہوتا کہ جس کی ملاقات کو جائیے جب اُسے خبر ہی نہ ہو تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے ملاقات کی، تمام عالم اس لفظ سے یہی معنٰی سمجھتا ہے۔(ت)

قول (۷۳ و ۷۴) اشعۃ اللمعات آخر باب البکاء میں شرح مشکوٰۃ امام ابنِ حجر مکی سے زیر حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ آغاز نوع دوم مقصد دوم میں گزری نقل فرمایا:

دریں حدیث دلیلے واضح ست بر حیاتِ میت و علم وے و آنکہ واجب است احترامِ میت نزد زیارتِ وے خصوصاً صالحان و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں چنانکہ در حالت حیات ایشان۔[3]

اس حدیث میں اس پر کھلی ہُوئی دلیل موجود ہے کہ وفات یافتہ کو حیات وعلم حاصل ہے اور وقتِ زیارت اس کا احترام واجب ہے خصوصاً صالحین کا احترام اور اُن کے مراتب کے لحاظ سے رعایتِ ادب حیاتِ دُنیوی کی طرح ضروری ہے۔(ت)

---

[1] جامع البرکات

[2] تیسیر شرح جامع صغیر تحت من زار قبر ابویہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۰

[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور فصل ۳ تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۲۰

پھر کتاب الجہاد لمعات میں اُسے ذکر کرکے لکھا ہے: ھل ھذا الا اثبات العلم والادراك[1] (یہ اگر میت کے لیے علم وادراک ثابت کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ ت)

فصل ہشتم

وہ اپنے زائروں سے کلام کرتے اور اُن کے سلام وکلام کا جواب دیتے ہیں۔[عہ]

قول (۷۵ تا ۷۸) امام یافعی پھر امام سیوطی امام محب طبری شارح تنبیہ سے ناقل ہیں امام اسمٰعیل حضرمی کے ساتھ مقبرہ زبیدہ میں تھے فقال یا محب الدین اتؤمن بکلام الموتی قلت نعم فقال ان صاحب ھذا القبر یقول لی انا من حشو الجنۃ[2] اُنھوں نے فرمایا: اے محب الدین! آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ مُردے کلام کرتے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، کہا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے کہ میں جنت کی بھرتی سے ہوں۔

تنبیہ: اس روایت کے لانے سے یہ غرض نہیں کہ اُس میت نے امام اسمٰعیل سے کلام کیا کہ ایسی روایات تو صدہا ہیں اور ہم پہلے کہہ آئے کہ وقائع جزئیہ شمار نہ کریں گے بلکہ محلِ استدلال یہ ہے کہ وہ دونوں امام احیائے اموات کے کلام کرنے پر اعتقاد رکھتے تھے، اور ان دونوں اماموں نے اسے استناداً نقل فرمایا۔

تذییل: امام یافعی امام سیوطی انہی اسمٰعیل قدس سرہ الجلیل سے حاکی ہوئے بعض مقابریمن پر اُن کا گزر ہوا بشدت روئے اور سخت مغموم ہوئے، پھر کھلکھلا کر ہنسے اور نہایت شاد ہوئے، کسی نے سبب پوچھا، فرمایا: میں نے اس مقبرہ والوں کو عذابِ قبر میں دیکھا رویا اور جنابِ الٰہی سے گڑگڑا کر عرض کی، حکم ہوا، قد شفعناك فیھم ہم نے تیری شفاعت اُن کے حق میں قبول فرمائی۔ اس پر یہ قبروالی مجھ سے بولی: وانا معھم یا فقیہ اسمٰعیل انا فلانۃ المغنیۃ مولانا اسمٰعیل! میں بھی انھیں میں سے ہوں میں فلانی گائن ہوں۔ میں نے کہا: وانت معھم تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ اس پر مجھے ہنسی آئی[3] اللّٰھم اجعلنا ممن رحمتہ باولیائك اٰمین (اے اللہ! ہمیں بھی ان میں شامل فرما جن کو اپنے اولیاء کے طفیل رحمت سے نوازا۔ الٰہی قبول فرما۔ ت)

قول (۷۹) زہر الربی شرح سنن نسائی میں نقل فرمایا:

ان للروح شانا اٰخر فتکون فی الرفیق الاعلٰی	رُوح کی شان جُدا ہے باآنکہ ملاءِ اعلٰی میں ہوتی
وھی متصلۃ بالبدن بحیث اذا سلم المسلم	ہے پھر بھی بدن سے ایسی متصل ہے کہ جب سلام

عہ تنبیہ: جوابِ سلام کا ایک قول فصل ہفتم میں علامہ قونوی سے گزرا ۱۲ منہ (م)

---

[1] لمعات کتاب الجہاد

[2] شرح الصدور باب فی زیارۃ القبور الخ خلافت اکیڈمی، منگورہ، سوات ص ۸۶

[3] ایضاً " " "

علی صاحبہ رد علیہ السلام وھی فی مکانھا ھناك الی ان قال انما یاتی الغلط ھھنا من قیاس الغائب علی الشاھد فیعتقد ان الروح من جنس مایعھد من الاجسام التی اذا شغلت مکانا لم یمکن ان تکون فی غیرہ وھذا غلط محض[1]

کرنے والا سلام کرے جواب دیتی ہے۔ لوگوں کو دھوکا اس میں یوں ہوتا ہے کہ بے دیکھے چیز کو محسوسات پر قیاس کرکے رُوح کا حال جسم کا سا سمجھتے ہیں کہ جب ایک مکان میں ہو اُسی وقت دُوسرے میں نہیں ہوسکتی، حالانکہ یہ محض غلط ہے۔

قول (۸۰) علامہ زرقانی شرح مواہب میں نقل فرماتے ہیں:

رد السلام علی المسلم من الانبیاء حقیقی بالروح والجسد بجملتہ، ومن غیر الانبیاء والشھداء باتصال الروح بالجسد اتصالا یحصل بواسطتہ التمکن من الرد مع کون ارواحھم لیست فی اجسادھم وسواء الجمعۃ وغیرھا علی الاصح، لکن لامانع ان الاتصال فی الجمعۃ والیومین المکتنفین بہ اقوی من الاتصال فی غیرھا من الایام[2] اھ ملخصا۔

انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا جواب سلام سے مشرف فرمانا تو حقیقی ہے کہ رُوح و بدن دونوں سے ہے اور انبیاء و شہداء کے سوا اور مومنین میں یوں ہے کہ اُن کی رُوحیں اگرچہ بدن میں نہیں تاہم بدن سے ایسا اتصال رکھتی ہیں جس کے باعث جواب سلام پر انھیں قدرت ہے اور مذہب اصح یہ ہے کہ جمعہ وغیرہ سب دن برابر ہیں، ہاں اس کا انکار نہیں کہ پنجشنبہ وجمعہ وشنبہ میں اور دنوں کی نسبت اتصال اقوی ہے اھ ملخصاً

قول (۸۱ و ۸۲) شرح الصدور وطحطاوی حاشیہ مراقی میں نقل فرمایا:

الاحادیث والاثار تدل علی ان الزائر متی جاء علم بہ المزور وسمع سلامہ وانس بہ ورد علیہ وھذا عام فی حق الشھداء وغیرھم وانہ لاتوقیت

احادیث وآثار دلیل ہیں کہ جب زائر آتا ہے مُردے کو اس پر علم ہوتا ہے کہ اُس کا سلام سُنتا اور اس سے انس کرتا اور اس کو جواب دیتا ہے اور یہ بات شہداء وغیر شہداء سب میں عام ہے نہ اس میں کچھ وقت کی خصوصیت[عہ]

عہ انھیں امام جلیل نے انیس الغریب میں فرمایا: وسلموا ردا علی المسلم فی ای یوم قالہ ابن القیم، مُردے سلام کے جواب میں سلام کرتے ہیں کوئی دن ہو جیسا کہ ابن قیم نے تصریح کی ۱۲ (م)

---

[1] زہر الربی حاشیۃ علی النسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲

[2] الزرقانی شرح المواہب المقصد العاشر فی اتمام نعمتہ المطبعۃ العامرہ مصر ۸/ ۳۵۲

فی ذلک[1] کہ بعض وقت ہو اور بعض وقت نہیں۔

قول (۸۳) بنایہ حاشیہ ہدایہ میں دربارہ حدیث تلقینِ موتٰی فرمایا:

عند اھل السنۃ ھذا علی حقیقتہ لان اللہ تعالٰی یحییہ علی ما جاءت بہ الاٰثار[2]۔

اہلِ سنّت کے نزدیک یہ اپنی حقیقت پر ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی مُردے کو زندہ فرما دیتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا۔

فصل نہم اولیاء کی کرامتیں اولیاء کے تصرف بعد وصال بھی بدستور ہیں۔

قول (۸۴) امام نووی نے اقسامِ زیارت میں فرمایا: ایک زیارت بغرضِ حصولِ برکت ہوتی ہے[عہ]، یہ مزاراتِ اولیاء کے لیے سنّت ہے اور ان کے لیے برزخ میں تصرفات و برکات بے شمار ہیں وستقف علٰی ذلک ان شاء اللہ تعالٰی (ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب اس سے آگاہی ہوگی۔ ت)

قول (۸۵ و ۸۶) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

تفسیر کردہ است بیضاوی آیہ کریمہ والنّٰزعٰت غرقًا الاٰیۃ را بصفات نفوس فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ می شوند از ابدان و نشاط میکنند بسوئے عالمِ ملکوت و سیاحت میکنند دراں پس سبقت میکنند بحظائر قدس پس می گردند بشرف و قوت از مدبرات[3]۔

قاضی بیضاوی نے آیہ کریمہ والنّٰزعٰت غرقًا الخ کی تفسیر میں بتایا ہے کہ یہاں بدن سے جدائی کے وقت ارواحِ طیبہ کی جو صفات ہوتی ہیں ان کا بیان ہے کہ وہ بدنوں سے نکالی جاتی ہیں اور عالمِ ملکوت کی طرف تیزی سے جاتی اور وہاں سیر کرتی ہیں پھر مقاماتِ مقدس کی طرف سبقت کرتی ہیں اور قوت و شرف کے باعث مدبراتِ امر یعنی نظامِ عالم کی تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔ (ت)

قول (۸۷) علّامہ نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

کرامات الاولیاء باقیۃ بعد موتھم ایضا ومن زعم خلاف ذلک فھو جاھل متعصب

اولیاء کی کرامتیں بعد انتقال بھی باقی ہیں جو اس کے خلاف زعم کرے وہ جاہل ہٹ دھرم ہے،

عہ زیارت گاہی از جہت انتفاع باہلِ قبور بود چنانچہ در زیارتِ قبورِ صالحین آثار آمدہ ۱۲ جذب القلوب

کبھی زیارت، اہلِ قبور سے فائدہ اٹھانے کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ قبورِ صالحین کی زیارت کے بارے میں احادیث آئی ہیں (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی زیارۃ القبور دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۶۲۰

[2] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الجنائز مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۱/ ۱۰۷۳

[3] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۱

ولنا رسالة فی خصوص اثبات الکرامة بعد موت الولی[1] اھ ملخصًا۔

ہم نے ایک رسالہ خاص اسی امر کے ثبوت میں لکھا ہے اھ ملخصًا (ت)

قول (۸۸ و ۸۹) شیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالبلد الامین مولٰنا جمال بن عبداللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنے فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

قال العلامۃ الغنیمی وھو خاتمۃ محقق الحنفیۃ اذاکان مرجع الکرامات الی قدرۃ اللہ تعالٰی کما تقرر فلا فرق بین حیاتھم ومماتھم (الی ان قال) قد اتفقت کلمات علماء الاسلام قاطبۃ علٰی ان معجزات نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتحصر لان منہا ما اجراہ اللہ تعالٰی ویجریہ لاولیائہ من الکرامات احیاءً و امواتًا الٰی یوم القیٰمۃ[2]۔

علامہ غنیمی رحمہ اللہ تعالٰی نے کہ محققین حنفیہ کے خاتم ہیں فرمایا جب ثابت ہوچکا کہ مرجع کرامات قدرت الٰہی کی طرف سے ہے تو اولیاء کی حیات ووفات میں کچھ فرق نہیں تمام علماءِ اسلام ایک زبان فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے محدود نہیں کہ حضور ہی کے معجزات سے ہیں وہ سب کرامتیں جو اولیائے زندہ ومُردہ سے جاری کیں اور قیامت تک اُن سے جاری فرمائے گا۔

قول (۹۰) اس میں امام شیخ الاسلام شہاب رملی سے منقول:

معجزات الانبیاء وکرامات الاولیاء لاتنقطع بموتھم[3]۔

انبیاء کے معجزے اور اولیاء کی کرامتیں ان کے انتقال سے منقطع نہیں ہوتیں۔

قول (۹۱ و ۹۲) امام ابن الحاج مدخل میں امام ابوعبداللہ بن نعمان کی کتاب مستطاب سفینۃ النجاء لاھل الالتجاء فی کرامات الشیخ ابی النجاء سے ناقل:

تحقق لذوی البصائر والاعتبار ان زیارۃ قبور الصالحین محبوبۃ لاجل التبرک مع الاعتبار فان برکۃ الصالحین جاریۃ بعد مماتھم کما کانت فی حیاتھم[4]۔

اہل بصیرت واعتبار کے نزدیک محقق ہوچکا ہے کہ قبور صالحین کی زیارت بغرض تحصیل برکت وعبرت محبوب ہے کہ اُن کی برکتیں جیسے زندگی میں جاری تھیں بعد وصال بھی جاری ہیں۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ اولہم آدم ابوالبشر نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۹۰

[2] فتاوٰی جمال بن عمر مکی

[3] ″ ″

[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۹

قول (۹۳) جامع البرکات میں ارشاد فرمایا:

اولیاء را کرامات و تصرفات در اکوان حاصل است و آن نیست مگر ارواحِ ایشان را چون ارواح باقی است بعد از ممات نیز باشد[1]۔

اولیاء کو کائنات میں کرامات و تصرفات کی قوت حاصل ہے اور یہ قوت ان کی روحوں کو ہی ملتی ہے تو رُوحیں جب بعد وفات بھی باقی رہتی ہیں تو یہ قوت بھی باقی رہتی ہے۔ (ت)

قول (۹۴) کشف الغطاء میں ہے:

ارواحِ کمل کہ در حینِ حیات ایشاں بہ سبب قربِ مکانت و منزلت از رب العزت کرامات و تصرفات و امداد داشتند بعد از ممات چوں بھماں قرب باقیند نیز تصرفات دارند چنانکہ در حینِ تعلق بجسد داشتند یا بیشتر از آں[2]۔

کاملین کی رُوحیں ان کی زندگی میں رب العزت سے قربِ مرتبت کے باعث کرامات و تصرفات اور حاجتمندوں کی امداد فرمایا کرتی تھیں بعد وفات جب وہ ارواحِ شریفہ اُسی قرب و اعزاز کے ساتھ باقی ہیں تو اب بھی ان کے تصرفات ویسے ہی ہوتے ہیں جیسے جسم سے دنیاوی تعلق کے تھے یا اُس سے بھی زیادہ۔ (ت)

قول (۹۵ و ۹۶) شرح مشکوۃ میں فرمایا:

یکے از مشائخ عظام[عـــه ۱] گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ تصرف می کنند در قبور خود مانند تصرفہائے شاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف و عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما و دوکس[عـــه ۲] دیگر را از اولیاء۔

ایک عظیم بزرگ فرماتے ہیں میں نے مشائخ میں سے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں رہ کر بھی ویسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے حیاتِ دنیا کے وقت فرماتے تھے یا اس سے بھی زیادہ (۱) شیخ معروف کرخی

عـــه ۱: یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز کما روی عنہ الامام نور الدین ابو الحسن علی فی بہجۃ الاسرار بسندہ ۱۲ منہ (م)

عـــه ۲: یعنی شیخ عقیل بسہی و حضرت شیخ حیاۃ ابن قیس الحرانی قدس اللہ تعالٰی اسرارہما کما فی البہجۃ ۱۲ منہ (م)

یعنی سیدی علی قرشی قدس سرہ العزیز، جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ان سے نور الدین ابو الحسن علی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

یعنی شیخ عقیل منبجی بسہی اور شیخ حیات ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی، جیسا کہ بہجۃ الاسرار میں ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] جامع البرکات

[2] کشف الغطاء، فصل دہم زیارت قبور، مطبع احمدی دہلی ص ۸۰

شمردہ ومقصود حصر نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است [1]

(۲) سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہما، اور دو اولیا کو شمار کیا (شیخ عقیل منبجی بلسبی اور شیخ حیاۃ ابن قیس حرانی رحمہما اللہ تعالٰی) ان کا مقصد حصر نہیں بلکہ خود جو دیکھا اور مشاہدہ فرمایا وہ بیان کیا۔ ت)

فصل دہم الحمدللہ برزخ میں بھی ان کا فیض جاری اور غلاموں کے ساتھ وہی شان امداد و یاری ہے۔

قول (۹۷) امام اجل عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں ارشاد فرماتے ہیں:

جمیع الائمۃ المجتھدین یشفعون فی اتباعھم ویلاحظونھم فی شدائدھم فی الدنیا و البرزخ ویوم القیامۃ حتی یجاوزا الصراط [2]

تمام ائمہ مجتہدین اپنے پیرووں کی شفاعت کرتے ہیں اور دنیا و برزخ و قیامت ہر جگہ کی سختیوں میں ان پر نگاہ رکھتے ہیں یہاں تک کہ صراط سے پار ہو جائیں۔

اسی امام اجل نے اسی کتاب اجل میں فرمایا:

قد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقھاء و الصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم و یلاحظون احدھم عند طلوع روحہ و عند سوال منکر ونکیرلہ وعند النشر و الحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام الشیخ ناصرالدین اللقانی راٰہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بك فقال لما اجلسنی الملکان فی القبر لیسئلانی اتاھم الامام مالك فقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ تنحیا عنہ فتنحیا عنی اھ واذاکان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم و مریدیھم

ہم نے کتاب الاجوبہ عن الفقہاء و الصوفیہ میں ذکر کیا ہے کہ تمام ائمہ فقہاء و صوفیہ اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور جب ان کے مقلد کی رُوح نکلتی ہے جب منکر نکیر اُس سے سوال کو آتے ہیں جب اس کا حشر ہوتا ہے، جب نامۂ اعمال کھلتے ہیں، جب حساب لیا جاتا ہے، جب تُل تُلتے ہیں، جب صراط پر چلتا ہے، غرض ہر حال میں اس کی نگہبانی فرماتے ہیں اور کسی جگہ اس سے غافل نہیں ہوتے ہمارے استاد شیخ الاسلام امام ناصرالدین لقانی مالکی رحمہ اللہ تعالٰی کا جب انتقال ہوا بعض صالحوں نے اُنھیں خواب میں دیکھا، پوچھا اللہ تعالٰی نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا جب منکر نکیر نے مجھ سے سوال کے لئے بٹھایا امام مالک تشریف لائے اور ان سے فرمایا ایسا شخص بھی اس کی حاجت رکھتا ہے کہ اس سے خدا و رسول

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور تیج کمار لکھنؤ ۱/ ۷۱۵
[2] المیزان الکبرٰی مقدمۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۹

فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا و الاٰخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب الذین ھم أوتاد الارض وارکان الدین وأمناء الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی امتہ رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔[1]

پر ایمان کے بارے میں سوال کیا جائے الگ ہو اس کے پاس سے۔ یہ فرماتے ہی نکیرین مجھ سے الگ ہوگئے۔ اور جب مشائخ کرام صوفیہ قدست اسرارہم ہول وسختی کے وقت دنیا وآخرت میں اپنے پیروؤں اور مریدوں کا لحاظ رکھتے ہیں تو ان پیشوایانِ مذاہب کا کہنا ہی کیا جو زمین کی میخیں ہیں اور دین کے ستون، اور شارع علیہ السلام کی اُمت پر اُس کے امین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ؎

حسبی من الخیرات ما اعددتہ	یوم القیامۃ فی رضی الرحمٰن
دین النبی محمد خیر الورٰی	ثم اعتقادی مذھب النعمٰن
وارادتی وعقیدتی و محبتی	للشیخ عبد القادر الجیلانی

(میرے لیے نیکیوں سے وُہ کافی ہے جو روزِ قیامت خوشنودی الٰہی کی راہ میں، میں نے تیار کر رکھا ہے۔ نبی اکرم، مخلوق میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا دین پاک، پھر مذہب نعمان امامِ اعظم ابوحنیفہ پر اعتقاد، اور سیدی شیخ عبدالقادر جیلانی سے ارادت اور عقیدت ومحبّت۔ ت) ؎

دی بخاکِ رضا شدم گفتم	کہ تو چونی کہ ما چناں شدہ ایم
ہمہ روز از غمت بفکرِ فضول	ہمہ شب درخیال بیہدہ ایم
خبری گو بما ز تلخی مرگ	گفت ما جام تلخ کم زدہ ایم
قادریت بکامِ ما کردند	سنیّت راگدائے میکدہ ایم
شیر بودیم و شہد افزوزند	ما سراپا حلاوت آمدہ ایم

(ایک دن میں نے رضا کی خاک پر جاکر کہا تمھارا کیا حال ہے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ دن رات تمھارے غم میں بیکار سوچتے اور فکر کرتے رہتے ہیں، بتاؤ کہ موت کی تلخی کا حال کیسا رہا؟ عرض کیا: یہ تلخ جام ہم نے تو کم ہی چکھا، قادریت ہمارا مشرب رہا اور سنیّت ہمارا میکدہ، ہم دُودھ تھے ہی اس پر شہد کا اضافہ ہوا، ہم تو سراپا حلاوت نکلے۔ ت)

[1] المیزان الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ مصطفٰے البابی مصر ۱/۵۳

تنبیہ نبیہ: ہاں مقلدان ائمہ کو خوشی و شادمانی اور ان کے مخالفوں کو حسرت و پشیمانی، مگر حاشا صرف فروع میں تقلید سے متبع نہیں ہوتا، پہلے مہم امر عقائد ہے جو اس میں ائمہ سلف کے خلاف ہو تو یہ، کہاں وہ اور کہاں اتباع، یُوں تو بہتیرے معتزلی حنفیت جتاتے ہیں بعض زیدیہ روافض شافعی کہلاتے ہیں، بہت مجسمہ موجہہ حنبلی کہے جاتے، پھر کیا ارواحِ طیّبہ حضرات عالیہ امام اعظم و امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اُن سے خوش ہوں گے، کلّا و اللہ! ان گمراہوں کا انتساب ایسا ہے جیسے روافض اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہیں، حالانکہ اُن سے پہلے بیزار روح پاک ائمہ اطہار ہے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ یُونہی نجد کے حنبلی، ہند کے حنفی جو مخترعانِ مذہب جدید و متبعانِ قرنِ طریہ ہُوئے ہرگز حنبلی و حنفی نہیں بلکہ حَبَلی[1] و جنفی[2] ہیں۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہٗ نے اپنے قصیدہ اکسیر اعظم (۱۳۰۲ھ) کی شرح مجیر معظم (۱۳۰۳ھ) میں غلامان سرکار قادری کے فضائل اور ان کے لیے جو عظیم اُمیدیں ہیں لکھ کر گزارش کی:

اما ہوس کارانیکہ نزد ایشاں اتباع ہوائے نفس کمالِ تصوف و رد احکام شرع تمغائے تعرف، مناہی و ملاہی موصل الی اللہ و تباہی و دواہی ریاضت این راہ، روزہا دارند اما برگردن و نمازہا گزارند بمعنی ترک کردن و نہ آنکہ از ینہا باکے دارند یا سرے خارند بلکہ فارغ زیند و حسابے ندارند و خود از ینہا چہ حکایت و از بدعت چہ شکایت کہ متہوران ایشاں ضروریات دین را خلاف کنند و بدعوی اسلام بر عقائد اسلام خندہ زنند، من و خدائے من کہ اینان نہ قادری باشند و نہ چشتی بلکہ غادری باشند و زشتی ؎

سایۂ ما دُور باد از ما دور الخ اھ ملخصا

مگر وُہ ہوس کار جن کے نزدیک ہوائے نفس کی پیروی کمال تصوف اور احکامِ شرع کو رَد کرنا تمغۂ امتیاز، ممنوعات اور لہو کی چیزیں خدا رسی کا ذریعہ، تباہی اور مصیبت کی چیزیں اس راہ کی ریاضت، روزے رکھیں مگر ذمہ میں رہیں، نمازیں پڑھیں مگر نہ پڑھنے کی طرح، اس پر بھی یہ نہیں کہ کچھ خوف یا فکر ہو بلکہ چین سے جیتے ہیں اور کوئی حساب نہیں رکھتے، اُن کی کیا بات اور اس بد مذہبی کی کیا شکایت جبکہ اُن کے بے باکوں کا حال یہ ہے کہ ضروریاتِ دین کا خلاف کریں اور اسلام کا دعوٰی کر کے عقائد اسلام پر خندہ زن ہوں، واللہ یہ نہ قادری ہیں نہ چشتی بلکہ غادری ہیں اور زِشتی، ان کا سایہ ہم سے دُور ہو دور الخ (ت)

معہذا بالفرض اگر ایک فریق منکرین باعتبار فروع مقلدین سہی تاہم جب اُن کے نزدیک ارواحِ گزشتگان

---

[1] حَبَل بفتحتین بمعنی غضب ۱۲ منہ (م)

[2] جَنَف بفتحتین میل و جور ۱۲ منہ (م)

مثل جماد اور محال امداد اور شرک استمداد، تو وہ اس قابل کہاں کہ ارواحِ ائمہ ان پر نظر فرمائیں۔ سنّتِ الٰہیہ ہے کہ منکر کو محروم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالٰی حدیثِ قدسی میں فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی بی[1] رواہ البخاری۔

میں بندہ سے وُہ کرتا ہُوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا۔

جب اُن کے گمان میں امداد محال تو اُن کے حق میں ایسا ہی ہوگا، ع

گر بر تو حرام است حرامت بادا

سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیثِ متواتر میں فرماتے ہیں:

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بھا لم یکن من اھلھا[2]۔ رواہ ابن منیع عن زید بن ارقم وبضعۃ عشر من الصحابۃ رضوان اللہ تعالٰی علیھم اجمعین۔

میری شفاعت قیامت کے روز حق ہے جو اس پر ایمان نہ لائے گا اُس کے اہل سے نہ ہوگا۔ (اسے ابنِ منیع نے حضرت زید بن ارقم اور تیرہ صحابہ کرام رضوان تعالٰی علیہم اجمعین سے روایت کیا۔ ت)

اللہ تعالٰی دنیا و آخرت میں اُن کی شفاعتوں سے بہرہ مند فرمائے آمین اللّٰھم آمین۔

قول (۹۸ تا ۱۰۰) امام غزالی قدس سرہ العالی پھر شیخ محقق پھر شیخ الاسلام فرماتے ہیں:

واللفظ لشرح المشکوٰۃ حجۃ الاسلام امام غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ مے شود بوی در حیات استمداد کردہ مے شود بوی بعد از وفات[3]۔

الفاظ شرح مشکوٰۃ کے ہیں: حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں جس سے زندگی میں مدد مانگی جائے اُس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جائے۔ (ت)

قول (۱۰۱ و ۱۰۲) امام ابن حجر مکی پھر شیخ نے شروح مشکوٰۃ میں فرمایا:

صالحاں را مددِ بلیغ است بہ زیارت کنندگانِ خود را بر اندازہ ادب ایشاں[4]

صالحین اپنے زائرین کے ادب کے مطابق ان کی بے پناہ مدد فرماتے ہیں۔ (ت)

---

[1] الصحیح للبخاری باب قول اللہ ویحذرکم اللہ نفسہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۱۰۱

[2] الجامع الصغیر بحوالہ ابن منیع حدیث ۴۸۹۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/۳۰۱

[3] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۵

[4] " " " " " ۱/۷۲۰

قول (۱۰۳) امام علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں اہلسنت کے نزدیک علم وادراک موتی کی تحقیق کرکے فرمایا:

ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار[1]

اسی لیے قبور اولیاء کی زیارت اور ارواح طیبہ سے استعانت نفع دیتی ہے۔

قول (۱۰۴ و ۱۰۵) ردالمحتار میں امام غزالی سے ہے:

انھم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالٰی ونفع الزائرین بحسب معارفھم و اسرارھم[2]

ارواح طیبہ اولیائے کرام کا حال یکساں نہیں بلکہ وہ متفاوت ہیں اللہ سے نزدیکی اور زائروں کو نفع دینے میں موافق اپنے معارف واسرار کے۔

قول (۱۰۶) امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان کانت المیت المزار ممن ترجی برکتہ فیتوسل الی اللہ تعالٰی بہ، یبدأ بالتوسل الی اللہ تعالٰی بالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذھو العمدۃ فی التوسل والاصل فی ھذا کلہ والمشرع لہ، ثم یتوسل باھل تلک المقابر اعنی بالصالحین منھم فی قضاء حوائجہ ومغفرۃ ذنوبہ ویکثر التوسل بھم الی اللہ تعالٰی لانہ سبحانہ تعالٰی اجتباھم وشرفھم وکرمھم فکما نفع بھم فی الدنیا ففی الأخرۃ اکثر فمن ارادحاجۃ فلیذھب

یعنی اگر صاحبِ مزار اُن لوگوں میں ہے جن سے اُمید برکت کی جاتی ہے تو اُسے اللہ تعالٰی کی طرف وسیلہ کرے، پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے توسل کرے کہ حضور ہی توسل میں عمدہ اور ان سب باتوں میں اصل اور توسل کے مشروع فرمانے والے ہیں پھر صالحین اہل قبور سے اپنی حاجت روائی و بخشش گناہ میں توسل اور اس کی تکرار و کثرت کرے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں چُنا اور فضیلت و کرامت بخشی تو جس طرح دُنیا میں ان کی ذات سے نفع پہنچایا یُونہی بعد انتقال اُس سے زیادہ پہنچائیگا تو جسے کوئی حاجت منظور ہو وہ ان کے مزاراتِ عـہ پر حاضر

عـہ قصد زیارت مقربان آں درگاہ ومنتسبان آں

اُس بارگاہ کے قُرب یافتہ اور اُس جناب سے تعلق (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا الخ دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲/۴۳

[2] ردالمحتار مطلب فی زیارۃ القبور ادارۃ الطباعۃ العربیۃ مصر ۱/۶۰۴

اليهم ويتوسل بهم فانهم الواسطة بين الله تعالى و خلقه وقد تقرر في الشرع و علم ما لله تعالى بهم من الاعتناء و ذلك كثير مشهور، و مازال الناس من العلماء والاكابر كابرا عن كابر مشرقا ومغربا يتبركون بزيارة قبورهم و يجدون بركة ذلك حسا ومعنى اھ ملخصا[1]

ہو اور ان سے توسل کرے کہ یہی واسطہ ہیں اللہ تعالٰی اور اس کی مخلوق میں، اور بیشک شرع میں مقرر و معلوم ہوچکا کہ اللہ تعالٰی کو اُن پر کیسی عنایت ہے اور یہ خود بکثرت و شہرت ہے اور ہمیشہ علمائے اکابر خلف و سلف مشرق و مغرب میں اُن کی زیارت قبور سے تبرک کرتے اور ظاہر و باطن میں اس کی برکتیں پاتے رہے ہیں اھ ملخصا۔

قول (۱۰۷ تا ۱۰۹) اشعۃ میں فرمایا:

سیدی احمد بن زروق کہ از اعاظم فقہاء و علماء و مشائخ دیارِ مغرب است گفت روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید امدادِ حی قوی ست یا امدادِ میّت قوی ست من گفتم قومی می گویند کہ امداد حی قوی تر است و من می گویم کہ امدادِ میّت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وی در بساطِ حق است و در حضرت اوست (قال) ونقل دریں معنی ازیں طائفہ بیشتر ازاں است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنّت و اقوالِ سلف صالح چیزے کہ منافی و مخالف

سیدی احمد بن زروق جو دیارِ مغرب کے عظیم ترین فقہا اور علماء و مشائخ سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک دن شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پُوچھا زندہ کی امداد قوی ہے یا وفات یافتہ کی؟ میں نے کہا کچھ لوگ زندہ کی امداد زیادہ قوی بتاتے ہیں اور میں کہتا ہُوں کہ وفات یافتہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا: ہاں، اس لئے کہ وہ حق کے دربار اور اس کی بارگاہ میں حاضر ہے (فرمایا) اس مضمون کا کلام ان بزرگوں سے اتنا زیادہ منقول ہے کہ حد و شمار سے باہر ہے اور کتاب و

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جناب و استفاضۂ خیرات و برکات از ایشاں نماید موجب مزید خیر و زیادتِ ثواب خواہد بود والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب۔ (م)

رکھنے والوں کی زیارت کا قصد کرے اور اُن سے درخواست کرے کہ اپنی برکات و خیرات کا فیض عطا کریں یہ مزید خیر و خوبی اور ثواب میں زیادتی کا باعث ہوگا، والسلام ۱۲ منہ جذب القلوب (ت)

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۸-۴۹

[2] جذب القلوب باب دوازدہم مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں، لاہور ص ۱۳۸

ایں باشد و رد کند ایں را الخ۔[1] سنّت اور سلف صالحین کے اقوال میں ایسی کوئی بات موجود نہیں جو اس کے منافی و مخالف اور اسے رد کرنے والی ہو الخ۔ (ت)

قول (۱۱۰) اسی میں ہے:

بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ و ایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند۔[2] بہت سے لوگوں کو فیض و کشف ارواح سے حاصل ہُوا ہے اور اس جماعت کو ان حضرات کی اصطلاح میں اُویسی کہتے ہیں۔ (ت)

قول (۱۱۱ و ۱۱۲) شیخ الاسلام امام فخر الدین رازی سے ناقل:

چوں می آید زائر نزد قبر حاصل می شود نفس او را تعلقے خاص بقبر چنانکہ نفس صاحب قبر را و بسبب ایں دو تعلق حاصل مے شود میان ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود و اگر بر عکس بود بر عکس شود۔[3] جب زائر قبر کے پاس آتا ہے تو اسے قبر سے اور ایسے ہی صاحب قبر کو اس سے ایک خاص تعلق حاصل ہوتا ہے اور ان دونوں تعلقات کی وجہ سے دونوں کے درمیان معنوی ملاقات اور ایک خاص ربط حاصل ہو جاتا ہے، اب اگر صاحب قبر زیادہ قوت والا ہے تو زائر مستفیض ہوتا ہے اور برعکس ہے تو برعکس ہوتا ہے (ت)

قول (۱۱۳ و ۱۱۴) مولٰنا جامی قدس اللہ سرہ السامی حضرت سیدی امام اجل علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالٰی سے ناقل:

درویشے از شیخ سوال کرد کہ چوں بدن را در خاک ادراک نیست و در عالم ارواح حجاب نیست چہ احتیاج است بسر خاک رفتن، چہ در ہر مقامیکہ توجہ کند بروح بزرگے ہماں باشد کہ بسر خاک، شیخ فرمود فائدہ بسیار دارد یکے آنکہ چوں بزیارت کسے مے رود چندانکہ می رود توجہ او زیادہ می شود ایک درویش نے شیخ سے سوال کیا کہ جب قبر کے اندر ادراک بدن کو نہیں بلکہ رُوح کو ہے اور عالم ارواح میں کوئی حجاب نہیں ہے تو قبر کے پاس جانے کی کیا ضرورت، جہاں سے بھی توجہ کرے بزرگ کی روح سے وُہی فائدہ ہوگا جو قبر کے پاس ہوگا۔ شیخ نے فرمایا: اس میں بہت فوائد ہیں ایک یہ کہ جب آدمی کسی کی زیارت

---

[1] اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۷۱۶

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۷۱۵

[3] کشف الغطاء فصل دہم زیارت قبور مطبع احمدی دہلی ص ۸۰

چوں بر سر خاک رسد بحس مشاہدہ کند خاک او را حس او نیز مشغول او می شود و بکلی متوجہ گردد و فائدہ بیشتر باشد و دیگر آنکہ ہر چند ارواح را حجاب نیست و ہمہ جہان او را یکے است اما باآں موضع تعلق بیشتر بود[۱] اھ ملخصا

کو جاتا ہے تو جس قدر آگے بڑھتا ہے اس کی توجہ بڑھتی جاتی ہے، جب قبر کے پاس پہنچتا ہے تو حواس سے اس کی قبر کا ادراک اور مشاہدہ کرتا ہے اب اُس کے حواس بھی اُس کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں اور وہ پُورے ظاہر و باطن کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جس کا فائدہ فزوں تر ہوتا ہے۔ دُوسرے یہ کہ اگرچہ ارواح کے لیے حجاب نہیں ہے اور سارا جہان ان کے لیے ایک ہے مگر اُس مقام سے تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ اھ بہ تلخیص (ت)

قول (۱۱۵ و ۱۱۶) سیّد جمال مکّی کے فتاوٰی میں امام شہاب الدین رملی سے منقول:

للانبیاء والرسل والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتھم[۲]

انبیاء و رسل و اولیاء و صالحین بعد رحلت بھی فریاد رسی کرتے ہیں۔

فصل یازدہم تصریحاتِ علماء میں کہ سلامِ قبور دلیل قطعی سماع و فہم و علم و شعور ہے۔

قول (۱۱۷) امام عزالدین بن عبدالسلام اپنی امالی میں فرماتے ہیں:

لانا امرنا بالسلام علی القبور ولولا ان الارواح تدرك لما کان فیہ فائدۃ[۳]

ہمیں حکم ہوا کہ قبور پر سلام کریں اگر رُوحیں سمجھتی نہ ہوتیں تو بیشک اس میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

قول (۱۱۸) امام ابوعمر ابن عبدالبر نے فرمایا:

احادیث زیارۃ القبور والسلام علیہا وخطابہم مخاطبۃ الحاضر العاقل دالۃ علی ذلك[۴] اھ ملخصا

زیارت قبور اور ان پر سلام اور ان سے حاضر عاقل کی طرح خطاب کی حدیثیں اس پر دلیل ہیں اھ ملخصا

قول (۱۱۹) شرح الصدور میں مثل قولین سابقین منقول:

قد شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لامتہ ان یسلموا علی اھل القبور سلام من یخاطبونہ

بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت کیلئے اہلِ قبور پر ایسا سلام مشروع فرمایا ہے جیسے سُننے

---

۱ نفحات الانس ترجمہ ابو المکارم رکن الدین علاء الدین السمنانی مہدی توحیدی پور طہران ص ۴۴۰

۲ فتاوٰی جمال بن عمر مکی

۳ شرح الصدور بحوالہ عزالدین ابن عبدالسلام باب مقر الارواح خلافت اکیڈمی سوات ص ۱۰۳

۴ " " ابن عبدالبر " " " " " ۱۰۰

ممن یسمع و یعقل[1] سمجھنے والوں سے خطاب کرتے ہیں۔

قول (۱۲۰) امام علامہ نووی منہاج میں امام قاضی عیاض کا قول در بارۂ سماعِ موتٰی نقل کرکے فرماتے ہیں:

ھو الظاھر المختار الذی یقتضیہ احادیث السلام علی القبور[2]۔ یہی ظاہر و مختار ہے جسے سلام قبور کی حدیثیں اقتضاء کرتی ہیں۔

قول (۱۲۱) علامہ مناوی نے اسی امر کی دلیل یُوں نقل فرمائی ہے: فان السلام علی من لایشعر محال[3] کہ جو نہ سمجھے اس پر سلام اصلاً معقول نہیں۔

قول (۱۲۲) شیخ محقق مدارج النبوۃ میں سلامِ اموات کو حدیث سے نقل کرکے فرماتے ہیں:

خطاب با کسیکہ نہ شنود و نہ فہمد معقول نیست، و نزدیک ست کہ شمار کردہ شود از قبیلۂ عبث چنانکہ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ گفت[4]۔ جو نہ سُنے نہ سمجھے اس سے خطاب معقول نہیں اور قریب ہے کہ عبث کے دائرے میں شمار ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا۔ (ت)

قول (۱۲۳) مولانا علی قاری شرح اللباب میں در بارۂ سلامِ زیارت فرماتے ہیں:

من غیر رفع صوت ولا اخفاء بالمرۃ لفوت الاسماع الذی ھو السنۃ[5]۔ نہ بلند آواز سے ہو نہ بالکل آہستہ جس میں سنانا کہ سنت ہے فوت ہو جائے۔

فصل دوازدہم اہلِ قبور سے سوائے سلام اور انواع خطاب و کلام میں۔

قول (۱۲۴ تا ۱۲۷) منسک متوسط و مسلک متقسط و اختیار شرح مختار و فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

واللفظ للاخیرین فانہ ابسط (الفاظ اخیرین کے ہیں اس لیے کہ یہ زیادہ مبسوط ہیں۔ ت) کہ بعد زیارتِ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہاتھ بھر ہٹ کر سرِ اقدس صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقابل ہو اور بعد سلام عرض کرے:

جزاک اللہ عنا افضل ماجزی اماما عن امۃ آپ کو اللہ تعالٰی ہم سے جزا و عوض نیک دے بہتر

---

[1] شرح الصدور باب زیارۃ القبور خلافت اکیڈمی منگورہ سوات ص ۹۴

[2] منہاج للنووی شرح صحیح مسلم مع مسلم باب عرض مقعد المیت من الجنۃ والنار الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۸۷

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت من زار قبر ابویہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیہ ۲/ ۴۲۰

[4] مدارج النبوۃ فصل در سماعت میت نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۹۵

[5] مسلک متقسط مع ارشاد الساری باب زیارت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۳۸

نبیه ولقد خلفته باحسن خلف و سلکت طریقه و منهاجه خیر مسلك و قاتلت اھل الردۃ و البدع و مھدت الاسلام و وصلت الارحام ولم تزل قائلا للحق ناصرا لاھله حتی اتاك الیقین[1]

اُس عوض کا جو کسی امام کو اس کے نبی کی اُمت سے عطا فرمایا ہو بیشک آپ نے بہترین خلافت سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کی اور بہترین روش سے حضور کی راہ و طریقہ پر چلے، آپ نے اہل ارتداد و بدعت سے قتال کیا، آپ نے اسلام کو آراستگی دی، آپ نے صلہ رحم فرمایا، آپ ہمیشہ حق گو اور اہل حق کے ناصر رہے یہاں تک کہ آپ کو موت آئی۔

پھر ہٹ کر قبر مبارک حضرت فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے محاذی ہو اور بعد سلام عرض کرے:

جزاك اللہ عنا افضل الجزاء و رضی اللہ عمن استخلفك فقد نصرت الاسلام والمسلمین حیا و میتا فکفلت الایتام و وصلت الارحام و قوی بك الاسلام و کنت للمسلمین اماما مرضیا و ھادیا مھدیا جمعت شملھم و اغنیت فقیرھم و جبرت کسیرھم[2]

اللہ تعالٰی آپ کو بہتر بدلہ دے اور اُن سے راضی ہو جنھوں نے آپ کو خلیفہ کیا یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ آپ نے اپنی زندگی اور موت دونوں حال میں اسلام و مسلمین کی مدد فرمائی، آپ نے یتیموں کی کفالت اور رحم کا صلہ کیا، اسلام نے آپ سے قوت پائی، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ پیشوا اور رہنمائے راہ یاب ہوئے، آپ نے اُن کا جتھا باندھا اور ان کے محتاجوں کو غنی کردیا اور ان کی شکستہ دلی دُور فرمائی۔

اسی طرح کتب مناسک میں بہت تصریحیں اس کی ملیں گی۔

قول (۱۲۸ تا ۱۳۰) امام خطابی نے دربارۂ تلقین فرمایا:

لاباس به اذ لیس فیه الا ذکر اللہ تعالٰی و عرض الاعتقاد علی المیت (الٰی قوله) و کل ذلك حسن۔ نقله القاری فی المرقاۃ[3]

اس میں کچھ حرج نہیں کہ وہ ہے کیا مگر اللہ تعالٰی کی یاد اور میت پر عرض اعتقاد، یہ سب خوب ہیں (اسے ملا علی قاری نے مرقاۃ میں نقل کیا۔ ت)

بعینہٖ اسی طرح ذیل مجمع البحار[4] میں مذکور۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ مطلب زیارۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۶۶

[2] " " " " " "

[3] مرقاۃ المفاتیح بحوالہ الخطابی باب اثبات عذاب القبر تحت الحدیث ۱۳۳ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۳۵۶

[4] تکملہ مجمع البحار تحت لفظ ثبت منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

وحسبنا الله العزیز الغفور وصلی الله تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ الٰی یوم النشور۔

ہمیں عزت ومغفرت والا خدا کافی ہے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا ومولا حضرت محمد اور ان کی آل واصحاب پر تاحشر درود ورحمت بھیجے۔ (ت)

فصل سیزدہم بعد دفن میت کو تلقین اور اسے عقائد اسلام یاد دلانے میں۔ یہ فصل فصلِ دوازدہم کی ایک صنف ہے کہ اس میں بھی میت سے سوائے سلام اور قسم کا خطاب وکلام ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت)۔ میں یہاں صرف علمائے حنفیہ کے اقوال شمار کروں گا کہ شافعیہ تو قاطبۃً قائلِ تلقین ہیں الا من شاء اللہ۔

قول (۱۳۱ تا ۱۳۳) امام زاہد صفار نے کتاب مستطاب تلخیص الادلہ میں تصریح فرمائی کہ تلقینِ موتٰی مسلک اہلسنت ہے اور منع تلقین مذہب معتزلہ پر مبنی کہ وہ میت کو جماد مانتے ہیں۔ امام حاکم شہید نے کافی اور امام خبازی نے خبازیہ میں اُن سے نقل فرمایا:

ان ھذا (ای منع التلقین) علٰی مذھب المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندھم مستحیل، اما عند اھل السنۃ فالحدیث ای لقنوا موتاکم لا الٰہ الا اللہ محمول علٰی حقیقتہ، لان اللہ تعالٰی یحییہ علٰی ما جاءت بہ الاٰثار وقد روی عنہ علیہ الصلٰوۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد الدفن الخ ذکرہ فی ردالمحتار[1] عن معراج الدرایۃ۔

تلقین سے ممانعت معتزلہ کا مذہب ہے اس لیے کہ موت کے بعد زندہ کرنا ان کے نزدیک محال ہے لیکن اہلسنت کے نزدیک حدیثِ تلقین (اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ) اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی مردے کو زندہ فرمادیتا ہے جیسا کہ احادیث میں وارد ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ سرکار نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا الخ۔ اسے ردالمحتار میں معراج الدرایہ کے حوالے سے ذکر کیا (ت)

قول (۱۳۴ و ۱۳۵) درمختار میں جوہرہ نیرہ سے ہے: انہ مشروع عند اھل السنۃ[2] بیشک تلقین اہل سنت کے نزدیک مشروع ہے۔

قول (۱۳۶) نہایہ شرح ہدایہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار بحوالہ الخبازیۃ مطلب فی تلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱

[2] درمختار باب صلٰوۃ الجنازۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۹

کیف لایفعل وقد روی عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام انہ امر بالتلقین بعد دفن[1]۔

تلقین کیونکر نہ کی جائیگی حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا، حضور نے بعد دفن تلقین کا حکم دیا۔

اور ان کا قول فصل ہشتم میں گزرا کہ اہلسنت کے نزدیک تلقین اپنی حقیقت پر ہے۔

قول (۱۳۷ و ۱۳۸) امام اجل شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا:

لایؤمر بہ ولاینھی عنہ[2]۔ نقلہ فی النہایۃ وغیرھا۔

تلقین کا حکم نہ دیں نہ اس سے منع کریں (اسے نہایہ وغیرہ میں نقل کیا۔ ت)

حلیہ میں اسے نقل کرکے فرمایا: ظاھرہ انہ یباح[3] اس قول سے ظاہر اباحت ہے۔

قول (۱۳۹) امام فقیہ النفس قاضی خاں نے فرمایا:

ان کان التلقین لاینفع لایضر ایضا فیجوز[4]۔ اثرہ المذکورات

تلقین میں اگر کوئی نفع نہ ہو تو ضرر بھی نہیں، پس جائز ہوگی۔ (اسے دونوں مذکور حضرات نے ذکر کیا ہے)

اور ظاہر ہے کہ نفیِ نفع برسبیلِ تنزل ہے۔

قول (۱۴۰ تا ۱۴۲) صاحبِ غیاث فرماتے ہیں:

انی سمعت استاذی قاضی خان انہ یحکی عن الامام ظھیر الدین انہ لقن بعض الائمۃ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ فیجوز[5]۔ نقلہ فی شرح النقایۃ۔

میں نے اپنے استاذ قاضی خان کو سنا کہ امام اجل ظہیر الدین کبیر مرغینانی سے حکایت فرماتے تھے بعض ائمہ نے تلقین فرمائی اور مجھے اپنی تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے انھیں تلقین کی، پس جواز ثابت ہوا۔ (اسے شرح نقایہ میں نقل کیا گیا۔ ت)

---

[1] البنایۃ فی شرح الہدایۃ باب الجنائز المکتبۃ الامدادیۃ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳

[2] " " " بحوالہ الحلوانی " " " " " " " " "

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] البنایۃ فی شرح الہدایۃ بحوالہ قاضی خاں المکتبۃ الامدادیۃ فیصل آباد جلد اول جز ثانی ص ۱۰۷۳

[5] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۸

اسی طرح صاحبِ حقائق[۱۴۳] نے بتصریح اس کے کہ یہ تلقین بعد دفن تھی، صاحبِ غیاث سے نقل کیا کما فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں ہے۔ ت) امام ابن امیر الحاج عبارتِ حقائق لکھ کر فرماتے ہیں، یفید ان فعلہ ساجح علی ترکہ[۱] یہ کلام استحباب تلقین کا مفید ہے۔ پھر اس پر حدیث سے دلیل ذکر کرکے ائمہ محدثین امام ابوعمرو بن الصلاح وغیرہ سے اُس کا بوجہ شواہد و عمل قدیم علمائے شام قوت پانا نقل کرتے ہیں کما اسلفناہ فی المقصد الثانی (جیسا کہ ہم نے اسے مقصدِ دوم میں پیش کیا۔ ت)

قول (۱۴۴ و ۱۴۵) مضمرات میں ہے:

نحن نعمل بھما عند الموت وعند الدفن[۲] نقلہ فی الھندیۃ[۱۴۵]۔
ہم دونوں تلقینوں پر عمل کرتے ہیں وقتِ نزع بھی اور وقتِ دفن بھی۔ (اسے ہندیہ میں نقل کیا گیا۔ ت)

قول (۱۴۶) ذیل مجمع البحار میں ہے: اتفق کثیر علی التلقین[۳] بہت علماء کا تلقین پر اتفاق ہے۔

قول (۱۴۷) نور الایضاح میں ہے: تلقینہ فی القبر مشروع[۴] مردے کو تلقین کرنا مشروع ہے۔

قول (۱۴۸ و ۱۴۹) علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں کتاب التجنیس[۱۴۹] والمزید سے ناقل، التلقین بعد الموت فعلہ بعض مشائخنا[۵] ہمارے بعض مشائخ نے موت کے بعد تلقین فرمائی ہے۔

قول (۱۵۰ تا ۱۵۲) جامع الرموز[۱۵۱] میں جواہر سے منقول:

سئل القاضی مجد[۱۵۲] الدین الکرمانی عنہ قال ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن وروی فی ذٰلک الحدیثین[۶]
قاضی مجد الدین کرمانی سے بارۂ تلقین سوال ہوا، فرمایا جو بات مسلمان اچھی سمجھیں خدا کے نزدیک اچھی ہے، اور اس بارے میں دو حدیثیں روایت کیں۔

عہ یہ معنی خود لفظ اوصانی سے مستفاد مگر اس میں صریح تر ہے کہ لقن بعض الائمۃ بعد دفنہ واوصانی بتلقینہ فلقنتہ بعد ما دفن[۷] ۱۲ منہ (بعض ائمہ نے بعد از دفنِ میت کو تلقین فرمائی اور مجھے میت کو تلقین کرنے کی وصیت کی تو میں نے بعد از دفنِ میت کو تلقین کی ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[۲] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ المضمرات الباب الحادی والعشرون فی الجنائز نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۵۷

[۳] تکملہ مجمع بحار الانوار تحت لفظ ثبت نولکشور لکھنؤ ص ۲۵

[۴] نور الایضاح باب احکام الجنائز مطبع علیمی لاہور ص ۵۴

[۵] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صلوٰۃ الجنازۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۶۴

[۶] جامع الرموز فصل فی الجنائز مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۸

[۷] حاشیۃ الشلبی علی التبیین بحوالہ الحقائق باب الجنائز مطبعہ کبرٰی بولاق مصر ۱/۲۳۴

قول (۱۵۳) طحطاوی حاشیہ مراقی میں علامہ حلبی سے منقول :

کیف لایفعل مع انہ لاضرر فیہ بل فیہ نفع للمیت[1] تلقین کیونکر نہ کی جائے گی حالانکہ اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ میّت کا فائدہ ہے ۔

قول (۱۵۴) کشف الغطاء میں ہے : بالجملہ بمقتضائے مذہب اہل سنّت وجماعت تلقین مناسب ۔ پھر امام صفار کا ارشاد کہ :

سزاوار آن ست کہ تلقین کردہ شود میت برمذہب امام اعظم وہرکہ تلقین نمی کند ونمے گوید بآن پس او برمذہب اعتزال ست کہ گویند میت جماد محض است وروح درقبر معاد نمی شود ۔

مذہب امام اعظم میں میّت کو تلقین مناسب ہے اور جو تلقین کا تارک اور منکر ہے وہ معتزلہ کا مذہب رکھتا ہے جو میّت کو جماد محض کہتے ہیں اور قبر میں رُوح کا اعادہ نہیں مانتے ۔ (ت)

نقل کرکے فرمایا :

وانچہ درکافی گفت کہ اگر مسلمان مردہ است محتاج نیست بسوئے تلقین وے بعد از موت وگرنہ فائدہ نمی کند ناتمام است چہ باوجود اسلام احتیاج بسوئے تلقین برائے ثابت داشتن دل باقی ست چنانکہ درحدیث آمدہ کہ آنحضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد از دفن فرمودی استغفار کنید برادر خود را وسوال کنید برائے وے تثبت را بدرستیکہ الآن سوال کردہ مے شود از وے[2] الٰی آخرہ ۔

وُہ جو کافی میں کہا کہ "اگر بحالتِ اسلام مرا ہے تو وہ موت کے بعد تلقین کا محتاج نہیں، اور اگر ایسا نہیں تو تلقین بے سُود ہے" ناتمام ہے اس لیے کہ اسلام کے باوجود، دل کو ثابت رکھنے کے لیے تلقین کی حاجت ثابت ہے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفن کے بعد فرماتے اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اس کے لیے ثابت قدمی کی دُعا کرو کہ اس وقت اس سے سوال ہورہا ہے، الخ (ت)

قول (۱۵۵ و ۱۵۶) علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق میں دربارہ تلقین پہلے استحباب پھر جواز پھر منع تینوں قول نقل کرکے استحباب پر دلیل قائم کی اور بے شک تعلیل دلیل اختیار وتعویل ہے ، علامہ حامد آفندی نے مغنی المستفتی عن سوال المفتی میں فرمایا : ھو المرجح اذا ھو المحلی بالتعلیل[3] (اس کی

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۶
[2] کشف الغطاء فصل احکام دفن مطبع احمدی دہلی ص ۵۷
[3] مغنی المستفتی عن سوال المفتی

علت بیان کی گئی ہے لہذا اسی کو ترجیح ہے۔ت) ولہذا علامہ شامی آفندی تبیین کا یہ کلام نقل کرکے فرماتے ہیں:
ظاھر استدلالہ للاول اختیارہ[1] یعنی قولِ استحباب پر دلیل قائم کرنے سے ظاہر یہی ہے
کہ امام زیلعی اُسی کو مذہب مختار جانتے ہیں اور خود علامہ شامی کا کلام اختیارِ جواز و استحباب پر دلیل ہے
کہ معراج الدرایہ سے عدمِ تلقین کا ظاہر الروایۃ ہونا نقل کرکے پھر اُسی معراج سے بحوالہ کافی وخبازیہ
امام صفار کا وہ ارشاد نقل کیا پھر فتح کا حوالہ دیا کہ اُنھوں نے حدیثِ تلقین کو اپنی حقیقت پر محمول کرنے کی
بہت تائید فرمائی، پھر غنیہ سے تائید لائے کہ حدیث میں تجوز ہے مگر تلقین سے منع نہ کریں گے کہ میت کو مفید ہے
پھر زیلعی کے کلام سے یُوں استظہار کیا اور شارح نے جو مشروعیتِ تلقین کو قولِ اہلسنت کہا اُسے مقرر و
مسلّم رکھا، واللہ تعالٰی اعلم۔

نکتہ جلیلہ تتمیم کلام و ازالہ اوہام میں۔

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، طائفہ جدیدہ ان اقوال کے مقابل براہ تلبیس و
مغالطہ منعِ تلقین کے اقوال پیش کردیتے ہیں، حالانکہ یہ محض جہالت بے مزہ ہے، ہم یہاں نفسِ مسئلہ
تلقین کی بحث میں نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ ان علمائے مجوزین نے ادراک وسمعِ موتٰی مانا اور یہ امر اقوالِ مذکورہ
سے یقیناً ثابت، ذرا آنکھیں مَل کر دیکھیں کہ ائمہ نے کیا چیز جائز مانی، تلقینِ میت۔ پھر یہ سیکھیں کہ تلقین
کے معنی کیا ہیں، تفہیم وتذکیر یعنی سمجھانا اور یاد دلانا کما فی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی (جیسا
کہ حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی الفلاح میں ہے۔ت) پھر کسی ذی عقل سے پُوچھیں کہ تفہیم وتذکیر جماد و
دیوار کو ہوتی ہے یا سامع فہیم وہوشیار کو؟ حاشا وکلّا ہر سمجھ والا بچّہ جانتا ہے کہ سمجھانا اور یاد دلانا
ہرگز متصور نہیں جب تک مخاطب سُنتا سمجھتا نہ ہو اور جس کے اعتقاد میں ہو کہ مخاطب نہ عقل وفہم رکھتا ہے
نہ میرا کہا سُنے پھر اس کے آگے بقصدِ تفہیم وتذکیر بات کرے وہ قطعاً مجنون ودیوانہ ہوگا لہذا یقیناً واجب
کہ جو ائمہ وعلماء استحباب خواہ جوازِ تلقین کے قائل ہوئے اُنھوں نے بلاشبہہ اموات کو بعد دفن بھی
کلامِ اَحیا سُننے سمجھنے والا مانا اور اسی قدر مقصود تھا بخلاف اقوالِ منع کہ وُہ زنہار نہ مخالف کو مفید نہ ہمیں مضر
کہ ترکِ تلقین کی علت کچھ انکارِ فہم وسماع ہی میں منحصر نہیں جس سے خواہی نخواہی سمجھا جائے کہ جو تلقین نہیں
مانتا وہ میت کو سمیع وفہیم بھی نہیں جانتا، کیا ممکن نہیں کہ اس کی وجہ بعض کے نزدیک عدمِ ثبوت ہو، جیسا کہ
حلیہ میں ہے:

---

[1] ردالمحتار مطلب فی التلقین بعد الموت ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/۵۷۱

فص الشیخ عزالدین بن عبد السلام علی انه بدعة[1]

شیخ عزالدین بن عبد السلام نے اس کے بدعت ہونے پر نص کی ہے۔ (ت)

دیکھو امام عزالدین شافعی اس وجہ سے قائلِ تلقین نہ ہُوئے کہ اُن کے نزدیک بدعت تھی، حالانکہ یہ وہی امام عزالدین ہیں جن کا ارشاد قول ۱۱ میں گزرا کہ مُردے ہمارا کلام نہ سمجھتے ہوتے تو سلامِ قبور محض لغو تھا۔ یوں ہی کیا ممکن نہیں کہ منع کی وجہ ان کی رائے میں عدم فائدہ ہو بایں معنی کہ مُردہ با ایمان گیا تو خود رحمتِ الٰہی اُسے بس ہے وہ بتوفیقِ ربانی آپ ہی صحیح جواب دے گا۔

قال اللہ تعالٰی یثبت اللہ الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ[2]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دُنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (ت)

اور جو عیاذ باللہ نوعِ دیگر ہے اُسے لاکھ تلقین کیجئے کیا فائدہ! دیکھو امام حافظ الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی شرح وافی میں انکارِ تلقین اسی پر مبنی کیا۔

حیث قال ولقن الشھادۃ لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام لقنوا موتاکم شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وارید بہ من قرب من الموت وقیل ھو مجری علی حقیقتہ وھو قول الشافعی لانہ تعالٰی یحییہ وقد روی انہ علیہ السلام امر بتلقین المیت بعد دفنہ وزعموا انہ مذھب اھل السنۃ والاول مذھب المعتزلۃ لانا نقول لا فائدۃ بالتلقین بعد الموت لانہ ان مات مومنا فلا حاجۃ الیہ وان مات کافرا فلا یفید التلقین[3] اھ ببعض تلخیص۔

ان کی عبارت یہ ہے: وقتِ نزع شہادت یاد دلائے اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے "اپنے "مُردوں" کو کلمۂ شہادت کی تلقین کرو۔" اس سے مراد وُہ ہیں جو قریب الموت ہوں۔ اور کہا گیا کہ یہ اپنے حقیقی معنی میں ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے، اس لیے کہ اللہ تعالٰی اسے زندہ کر دے گا، اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دفن کے بعد تلقین کا حکم دیا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مذہب اہلسنت ہے اور اول معتزلہ کا مذہب ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ موت کے بعد تلقین کا کوئی فائدہ نہیں، اس لیے کہ اگر بحالتِ ایمان مرا ہے تو تلقین کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کافر مرا ہے تو تلقین کارگر نہ ہوگی اھ (ختم قدرے تلخیص کے ساتھ)۔ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن ۱۴/ ۲۷

[3] کافی شرح وافی

50

اگرچہ علماء نے اس شبہہ کا جواب کافی دے دیا کہ ہم شقِ اوّل یعنی موت علی الایمان اختیار کرتے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ اب حاجت نہیں غیر مسلّم کہ وُہ وقت ہول و وحشت کا ہے ہماری تذکیر اور خدا کے ذکر سے دل میّت کا قوی ہوگا، ڈھارس بندھے گی، وحشت گھٹے گی۔

قال اللہ تعالیٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سُن لو خدا کی یاد سے ٹھہر جاتے ہیں دل۔

اسی لیے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد دفن حکم دیتے میت کے لیے خدا سے تثبت مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا[2]، کما مر فی المقصد الاول (جیسا کہ مقصد اول میں گزرا۔ ت) شیخ الاسلام کا کلام قول ۱۵ میں سُن چکے اور علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

نفی صاحب الکافی فائدته مطلقاً ممنوع (بان فیه فائدة التثبیت للجنان) نعم الفائدة الاصلیة (وھی تحصیل الایمان فی ھذا الوقت) منتفیة ویحتاج الیه لتثبیت الجنان للسوال فی القبر[3] اھ موضحاً بحاشیة الطحطاوی۔

صاحبِ کافی کا مطلقاً فائدے سے انکار ہمیں تسلیم نہیں (کیونکہ اس میں دل کو ٹھہرانے اور ثبات دینے کا فائدہ ہے) ہاں فائدہ اصلیہ (اس وقت اُسے ایمان بخشنا) نہیں، اور تلقین کی ضرورت قبر میں سوال کے وقت دل کی تقویت اور ثبات کے لیے ہے اھ (عبارت مراقی ختم حاشیہ طحطاوی سے توضیح کے ساتھ) (ت)

علامہ ابراہیم حلبی کا جواب اسی مقصد میں گزرا کہ تلقین میں میّت کا فائدہ ہے کہ ذکرِ خدا سے اُس کا جی بہلے گا،

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ اگر عدمِ فائدہ میں ایسی ہی تقریریں کریں تو دعاء و دوا تمام کارخانہ اسباب سب مہمل و معطل رہ جائے کہ تقدیرِ الٰہی میں حصول مراد ہے تو آپ ہی ملے گی ورنہ کیا حاصل، غرض جب واضح و بیّن کہ تلقین بے فہم وسماعِ میّت محال اور اس کا انکار کچھ نفی سماع میں منحصر نہیں تو یقیناً ثابت کہ اقوالِ جواز ہمارے مذہب پر دلائل ساطع اور اقوالِ ترک ومنع اصلاً مضر نہیں، پھر ان کے مقابل ان کا پیش کرنا کیا کہا جائے کہ کس درجہ کی سفاہت ہے اور یہ قدیم چالاکی ان حضرات کی ہے جہاں کسی امر کے اثبات کو بعض علماء کے وُہ اقوال جن کا مبنی اس امر کا ماننا ہو پیش کیجیے اور وُہ مسئلہ مختلف فیہا ہو فوراً دوسری طرف کے قول نقل کر لائیں گے، یہ نہیں دیکھتے کہ

---

[1] القرآن ۱۳/ ۲۸

[2] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ ابی داؤد باب اثبات عذاب القبر مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب احکام الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۷

محلِ نزاع کیا تھا اور موضع استدلال کون سا مقدمہ ہے، کہا تو یہ تھا کہ امر ثابت ہے ولہذا فلاں فلاں امام نے اس بات پر فلاں بات مبنی کی، اس کا یہ کیا جواب ہوگا کہ فلاں فلاں نے وُہ بنا نہ مانی، کیا انکارِ بنا انکارِ مبنی کو مستلزم ہوتا ہے، واقعی سلامت عقل عجب دولت ہے جسے خدا دے وباللہ التوفیق۔ یہ نکتہ واجب الحفظ ہے کہ اس سے مخالفین کی بہت چالاکیوں کا حال کُھلتا ہے واللہ الھادی۔

فائدہ جمیلہ تنقیحِ مسئلہ تلقین میں۔

اقول وباللہ استعین، نفس مبحث تلقین کی نسبت استطراداً اتنی بات اور سمجھ لیجئے کہ ظاہر الروایۃ میں اگر لایلقن یا غیر مشروع آیا بھی ہو تو وہ ممانعت و عدمِ جواز کے لیے متعین نہیں، آخر نہ سُنا کہ امام مجتہد برہان الدین محمود نے ذخیرہ میں بروایت امام محرر المذہب حضرت محمد بن الحسن امام الائمہ مالک الازمہ حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں اور علماء نے اس کے معنٰی عدمِ وجوب لیے۔ اشباہ میں ہے:

سجدۃ الشکر جائزۃ عند ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لاواجبۃ وھو معنی ماروی عنہ انھا لیست مشروعۃ ای وجوبًا[1] اھ واقرہ علیہ العلامۃ السید الحموی فی غمز العیون والسیدان الفاضلان احمد الطحطاوی و محمد الشامی فی حواشی الدر۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک سجدۂ شکر جائز ہے واجب نہیں، یہی اس کا معنی ہے جو امام صاحب سے مروی ہے کہ سجدۂ شکر مشروع نہیں یعنی وجوباً مشروع نہیں اھ۔ اسے علامہ سید حموی نے غمز العیون میں اور علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید محمد شامی نے حواشی دُرمختار میں برقرار رکھا۔ (ت)

فتاوٰی حجہ میں فرمایا:

عندی ان قول الامام محمول علی الایجاب، وقول محمد علی الجواز والاستحباب، فیعمل بھما لایجب بکل نعمۃ سجدۃ شکرًا کما قال ابوحنیفۃ ولکن یجوز ان یسجد سجدۃ الشکر فی وقت سرنعمۃ او ذکر نعمۃ، فشکرھا بالسجدۃ وانہ غیر خارج عن حد

میرے نزدیک یہ ہے کہ امام اعظم کا قول ایجاب پر اور امام محمد کا قول جواز و استحباب پر محمول ہے تو دونوں قول پر عمل کیا جائیگا ہر نعمت پر سجدۂ شکر واجب نہیں جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے لیکن جب کسی نعمت سے مسرت ہو تو سجدۂ شکر کرنا جائز ہے، اسی طرح جب کسی نعمت کی یاد ہو تو اس کے شکریہ میں سجدہ کرلینا یہ دائرۂ استحباب سے

[1] الاشباہ والنظائر ما افترق فیہ سجود التلاوۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۶۴

الاستحباب[1] اھ نقلہ فی حاشیۃ المراقی و قبلہ الحلبی فی الغنیۃ۔
باہر نہیں اھ اسے حاشیۂ مراقی میں اور اس سے پہلے حلبی نے غنیہ میں نقل کیا۔(ت)

اسی ذخیرہ میں فرمایا:

لایتعوذ التلمیذ اذا قرأ علی استاذہ[2]۔
شاگرد استاد کے پاس درس کے وقت تعوذ نہ پڑھے۔(ت)

درمختار میں اسے نقل کرکے کہا: ای لایسن[3] (یعنی یہ مسنون نہیں۔ت)۔ نہر میں کہا:

لیس ما فی الذخیرۃ فی المشروعیۃ وعدمھا بل فی الاستنان وعدمہ[4]۔
ذخیرہ کی عبارت مشروعیت اور عدمِ مشروعیت سے متعلق نہیں بلکہ سنیت اور عدمِ سنیت سے متعلق ہے۔(ت)

یونہی ہمارے ائمہ سے در بارۂ عقیقہ لایعق عن الغلام (لڑکے کی طرف سے عقیقہ نہ کرے۔ت) منقول، علمائے کرام فرماتے ہیں اس کے معنی نفی وجوب واستنان ہیں اور اباحت ثابت ہے۔ فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

لایعق عن الغلام وعن الجاریۃ یرید انہ لیس بواجب ولا سنۃ لکنہ مباح[5]۔
لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کرے، اس سے مراد یہ ہے کہ یہ واجب وسنّت نہیں، لیکن مباح ہے۔(ت)

اسی طرح عامہ کتب میں مثلاً ہدایہ و وقایہ و نقایہ و بدائع و منیہ و ملتقی و تنویر و جوہرہ وغیرہ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کے بارہ میں امام اعظم وامام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما کا قول بلفظ لایاتی و لایسمی[6] (تسمیہ نہ لائے، بسم اللہ نہ پڑھے۔ت) ذکر کیا۔ پھر محققین نے تصریح فرمائی کہ اس سے مراد نفیِ سنیت ہے بخلاف امام محمد کہ قائل استنان ہیں۔ رہی کراہت وممانعت، وہ کسی کا مذہب نہیں، کہ پڑھنا بالاجماع بہتر ہے جیسا کہ ذخیرہ و مجتبٰی و بحر و نہر و حاشیۂ دُرر للعلامۃ الشرنبلالی و شرح علائی و حواشی شامی و طحطاوی وغیرہا سے واضح۔ علامہ غزی تمرتاشی نے فرمایا: لابین الفاتحۃ والسورۃ (فاتحہ وسورت کے درمیان

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجدۃ الشکر مکروہۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۷۲
[2] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۵
[3] " " " " ۱/ ۷۵
[4] ردالمحتار بحوالہ نہر الفائق " ادارۃ الطباعۃ المصریۃ مصر ۱/ ۳۲۹
[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الکراہیۃ الفصل التاسع فی المتفرقات مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۷۷
[6] الدرالمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۵

نہیں۔ت) محقق علائی نے لا کے بعد لفظ تسن بڑھا دیا (یعنی مسنون نہیں۔ت) پھر فرمایا: ولاتکرہ اتفاقا[1] (مکروہ تو بالاتفاق نہیں۔ت) طحطاوی نے فرمایا: بل لاخلاف فی انہ لوسمی لکان حسنا، نہر[2] (بلکہ اس میں بھی کوئی خلاف نہیں کہ اگر بسم اللہ پڑھا تو اچھا ہے، نہر۔ت) بحرالرائق میں ہے:

الخلاف فی الاستنان اما عدم الکراھۃ فمتفق علیہ ولھذا صرح فی الذخیرۃ و المجتبی بانہ ان سمی بین الفاتحۃ والسورۃ[3] کان حسنا عند ابی حنیفۃ۔الخ

اختلاف مسنون ہونے میں ہے اور مکروہ نہ ہونے پر تو اتفاق ہے، اسی لیے ذخیرہ اور مجتبٰی میں تصریح ہے کہ اگر فاتحہ اور سورۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اچھا ہے الخ (ت)

پھر امام صفار کا ارشاد سُن چکے کہ مذہب امام میں تلقین مناسب ہے، یہ امام علام صرف دو واسطے سے شاگردِ صاحبین ہیں، امام نصیر بن یحیٰی سے اخذِ علم کیا وھو عن ابن سماعۃ عن ابی یوسف ح وعن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد (انھوں نے ابن سماعہ سے انھوں نے امام ابویوسف سے اور امام نصیر نے ابوسلیمان جوزجانی سے اخذ کیا اُنھوں نے امام محمد سے۔ت) یہ بالیقین اعرف بمذہب امام ومعنی ظاہر الروایۃ، پھر اُس سے ہزار درجہ زائد اُس جناب کا وہ ارشاد ہے کہ تلقین مذہب اہلسنت اور اس کا منع مشربِ معتزلہ ہے، اور واقعی مشائخ مذہب میں اس فرقہ ضالہ کا اختلاط اور نقول مذہب میں اس کے اقوال وتخاریج کا اندراج بعض جگہ سخت لغزشوں کا باعث ہوتا ہے یہاں تک کہ کبھی حقیقت کار ماہروں پر ملتبس ہوجاتی ہے و باللہ العصمۃ۔ جیسے بشر مرلیسی معتزلی کا قول والرحمٰن لاافعل کذا[4] (رحمٰن کی قسم میں ایسا نہ کروں گا۔ت) اگر سورۃ رحمٰن مراد لی یمین نہ ہوگی، صاحبِ ولوالجیہ وخلاصہ وغیرہما نے یُوں نقل کردیا گویا یہی مذہب ہے، حالانکہ وہ اس معتزلی کا قول ہے، اور مذہب مہذب ائمہ کرام کے بالکل خلاف کما حققہ فی البحر الرائق (جیسا کہ البحر الرائق میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) ردالمحتار میں کہا: ھذا التفصیل فی الرحمٰن قول بشر المریسی[5] (الرحمٰن میں یہ تفریق، بشر مرلیسی کا قول ہے۔ت) ایسا

---

[1] الدرالمختار | باب صفۃ الصلٰوۃ | مطبع مجتبائی دہلی | ۱/ ۷۵
[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار | باب صفۃ الصلٰوۃ | دارالمعرفۃ بیروت | ۱/ ۲۱۹
[3] البحرالرائق | فصل واذا اراد الدخول | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۳۱۲
[4] ردالمحتار | کتاب الایمان | مصطفی البابی مصر | ۳/ ۵۵
[5] " | " | " | "

ہی اشتباہ علامہ زین بن نجیم مصری کو مسئلہ ذبیحہ میں واقع ہُوا جس پر علامہ سید احمد حموی نے فرمایا:

مبناھا علی الاعتزال الصریح والعجب ان المصنف لم یتفطن لہ مع ظہورہ من القنیۃ[1]

اس کا مبنیٰ اعتزال پر ہے اور عجب یہ کہ مصنف کو اس پر تنبہ نہ ہُوا باآنکہ صاحبِ قنیہ کا معتزلی ہونا کُھلا ہوا ہے۔

بالجملہ روایت کا تو یہ حال ہے۔ رہی درایت، مقصد دوم میں دیکھ چکے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس میں حدیث وارد جسے امام ابن الصلاح وامام ضیا وامام ابن حجر وابن امیر الحاج وصاحبِ مجمع وغیرہم نے بوجہ شواہد وعواضد حسن وقوی کہا، پھر سیدنا ابو امامہ باہلی صحابی اور راشد وضمرہ وحکیم وغیرہم تابعین کے اقوال اُس میں مروی پھر اور صحابہ سے اس کا خلاف ہرگز ثابت نہیں، بااینہمہ قولِ صحابی قبول نہ کرنا اصول حنفیہ پر کیونکر مستقیم ہوا، تقلیدِ صحابی[عہ] میں ہمارے امام کا مذہب معلوم ہے۔ میزان الشریعۃ الکبرٰی میں امام ابو مطیع بلخی سے منقول:

قلت للامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ارأیت لو رأیت رأیا ورأی ابوبکر رأیا اکنت تدع رائك لرأیہ؟ قال نعم فقلت لہ ارأیت لو رأیت رأیا ورأی عمر رأیا اکنت تدع رأیك لرأیہ؟ فقال نعم وکذلك کنت ادع رائی لرأی عثمان و

میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی: بھلا ارشاد فرمائیے اگر آپ کی ایک رائے ہو اور صدیق اکبر کی رائے اس کے خلاف ہو کیا آپ اپنی رائے ان کی رائے کے آگے چھوڑ دیں گے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے عمر فاروق کی نسبت پوچھا، فرمایا: ہاں، اور یونہی میں اپنی رائے عثمان غنی و

عہ مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الخطبہ میں فرماتے ہیں:

قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدہ عندنا اذا لم ینفہ شیئ اٰخر من السنّۃ[2] انتہی اقول وھذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترك لدلیل اقوی منہ ۱۲ منہ (م)

صحابی کا قول حجت ہے تو اسکی تقلید ہمارے یہاں واجب ہے جبکہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرتی ہو انتہی اقول یہ قولِ صحابی سے ہی خاص نہیں اس لیے کہ ہر دلیل اپنے سے قوی تر دلیل کے باعث متروک ہوگی ۱۲ منہ (ت)

---

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الصید والذبائح ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۰۶

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الخطبہ تحت حدیث ۱۴۱۱ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۵۰۵

على وسائر الصحابة ماعدا اباهريرة و انس بن مالك وسمرة بن جندب[1] اھ۔

علی مرتضٰی و باقی تمام صحابہ کی رائے کے آگے ترک کردوں گا سوا ابوہریرہ و انس بن مالک وسمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اھ"

بلکہ علامہ ابن امیرالحاج تو حلیہ میں فرماتے ہیں، جب کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول مروی ہوا ور دیگر صحابہ سے اُس کا خلاف نہ آئے وہ مسئلہ اجماعی ٹھہرے گا

حيث قال الصحيح قولنا لما روى عن على رضى الله تعالٰى عنه انه قال فى مسافر جنب يتأخر الى اٰخر الوقت ولم يروعن غيره من الصحابة خلافه فيكون اجماعًا[2]۔

ان کی عبارت یہ ہے، صحیح ہمارا قول ہے اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جنابت والے مسافر کے بارے میں مروی ہے کہ وہ آخر وقت تک پانی کا انتظار کرے، اس کے خلاف کسی اور صحابی سے مروی نہیں، تو یہ ان کا اجماعی مسئلہ قرار پائیگا (ت)

بہرحال انکار اگر عدمِ ثبوت پر مبنی، تو ثبوت حاضر۔ اور نفیِ نفع پر مبنی، تو نفع ظاہر۔ ہاں یہ رہ گیا کہ فہم سماعِ موتٰی کا انکار کیجئے یہ بیشک اصولِ معتزلہ ہی پر درست ہوگا۔ ولہذا بحرالعلوم نے فرمایا اس بنا پر کہ مُردہ نہیں سُنتا تلقین نہ ماننا مذہب باطل ہے کما سيأتى نقله ان شاء الله تعالٰى (آگے ان کی عبارت اِن شاء اللہ تعالٰی نقل ہوگی۔ ت) لاجرم عمائدِ حنفیہ سے یہ علمائے دین و ائمہ ناقدین جن میں امام صفار وحاکم شہید و شمس الائمہ و ظہیر کبیر و فقیہ النفس وغیرہم ائمہ مجتہدین ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین جواز واستحبابِ تلقین کے قائل ہُوئے اور بالیقین وُہ ہم سے زیادہ روایات و درایاتِ مذہب پر آگاہ تھے، اور قطعًا اس کے خلاف پر اصلًا کوئی دلیل نہیں اور بیشک اس میں احیا و امواتِ مسلمین کا نفع ہے، ذکرِ خدا ہے، رغمِ اعدا ہے، پھر وجہ انکار کیا ہے، تنزلی درجہ اتنا سہی کہ لايؤمربه و لاينهى عنه (جائز و مباح ہو، نہ حکم ہو نہ ممانعت۔ ت) باقی عدمِ جواز یا ممانعت حاشَ للہ محض بے حجت،

ومن ادعٰى فعليه البيان هذا ما عندى والعلم بالحق عند ربى والله تعالٰى اعلم و

جو اس کا مدعی ہو بیان اس کے ذمہ۔ یہ وُہ ہے جو میرے علم میں ہے اور حق کا علم میرے رب کے

---

[1] الميزان الكبرٰى فصل فى بيان ضعف قول من نسب الامام اباحنيفة الخ مصطفٰى البابى مصر ۱/ ۶۵
[2] حلية المحلى شرح منية المصلى

علمه جل مجدہ اتم و احکم۔ یہاں ہے۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم زیادہ کامل و محکم ہے، اس کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

فصل چہاردہم اصل مسئلہ مسئولہ سائل میں۔ یعنی ارواح کرام کو ندا اور ان سے توسل و طلب دُعا۔ یہ فصل بھی فصل دوازدہم کا ایک حصہ ہے کہ یہاں بھی کلام سلام کے سوا ہے مگر مثل فصل تلقین بوجہ مہتم بالشان ہونے کے فصل جُداگانہ قرار پائی واللہ الموفق۔

قول (۱۵۷ تا ۱۵۹) سیدی خواجہ حافظی فصل الخطاب پھر شیخ محقق جذب القلوب میں ناقل:

قیل لموسی الرضا رضی اللہ تعالٰی عنه علمنی کلاما اذا زرت واحدا منکم فقال ادن من القبر وکبر اللہ اربعین مرۃ ثم قل السلام علیکم یا اھل بیت الرسالۃ انی مستشفع بکم ومقدمکم امام طلبی وارادتی ومسألتی وحاجتی واشھد اللہ انی مومن بسرکم وعلانیتکم وانی ابرأ الی اللہ من عدو محمد و اٰل محمد من الجن و الانس[1] (ملخصاً)

یعنی امام ابن الامام الی ستۃ آباء کرام علی موسٰی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنہم جمیعاً سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہلِ بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں؟ فرمایا: قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہلبیتِ رسالت! میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب، خواہش و سوال و حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم و ظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری ہوتا ہوں اُن سب جن وانس سے جو محمد و آلِ محمد کے دشمن ہوں صلی اللہ تعالٰی علی محمد و آلِ محمد و بارک وسلم آمین!

قول (۱۶۰ و ۱۶۱) سیدی جمال مکی قدس سرہ کے فتاوٰی میں ہے:

سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یارسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبدالقادر مثلا ھل ھو جائز شرعا ام لا فاجبت نعم الاستغاثۃ بالاولیاء و نداؤھم والتوسل بھم امر مشروع ومرغوب لاینکرہ الا مکابر

مجھ سے سوال ہُوا اس شخص کے بارے میں جو سختیوں کے وقت کہتا ہے یارسول اللہ، یا علی، یا شیخ عبدالقادر مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا: ہاں اولیاء سے مدد مانگنی اور انھیں پکارنا اور اُن کے ساتھ توسّل کرنا امر مشروع و شے

---

[1] جذب القلوب باب دوازدہم درذکر مقبرہ شریفہ بقیع مکتبہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور ص ۱۳۸

او معاند وقد حرم برکة الاولیاء الکرام، و سئل شیخ[1] الاسلام الشہاب الرملی الانصاری الشافعی عما یقع من العامۃ من قولہم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذلک من الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والصالحین فاجاب بما نصہ الاستغاثۃ بالانبیاء والمرسلین والاولیاء الصالحین جائزۃ بعد موتہم الخ اھ ملخصا۔

مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمنِ انصاف، اور بیشک وُہ برکتِ اولیائے کرام سے محروم ہے۔ شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری شافعی سے استفتاء ہُوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے فریاد کرتے ہیں اس کا شرع میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتوٰی دیا کہ انبیاء و مرسلین و اولیاء صالحین سے اُن کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت واستمداد جائز ہے۔

قول (۱۶۲) علامہ خیر الملۃ والدین رملی حنفی استاذ صاحبِ دُرِمختار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

قولہم یا شیخ عبد القادر نداء فما الموجب لحرمتہ[2] اھ ملخصا۔

لوگوں کا کہنا یا شیخ عبد القادر یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حُرمت کا سبب کیا ہے۔

قول (۱۶۳) سیّد احمد زروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ اکابر علماء و اولیائے دیارِ مغرب سے ہیں اپنے قصیدہ میں ارشاد فرماتے ہیں، ؎

انا لمریدی جامع لشتاتہ
اذا ما سطا جور الزمان بنکبتہ
وان کنت فی ضیق وکرب ووحشۃ
فناد بیا زروق آت بسرعتہ[3]

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہُوں جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اُس پر تعدی کرے۔ اور اگر تُو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یُوں ندا کر: یا زروق، میں فوراً موجود ہوں گا۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی صاحب اس شیرِ الٰہی کا حال اپنی کتاب بستان المحدثین میں یوں لکھتے ہیں، شیخِ او سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در حق او — ان کے شیخ سیدی زیتون رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ان کے

---

[1] فتاوٰی جمال بن عمر مکی
[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الکراہۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت ۲/۱۸۲
[3] بستان المحدثین بحوالہ زروق حاشیہ بخاری زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲

بشارت دادہ کہ اُو از ابدال سبعہ است و باوصف علو حال باطن تصانیف او در علوم ظاہرہ نیز نافع شدہ ومفید وکثیر افتادہ۔[1]

حق میں بشارت دی کہ وہ ساتوں ابدال میں سے ایک ہیں، علم باطن میں بلند رتبہ کے ساتھ ظاہری علوم میں بھی ان کی کثیر تصانیف موجود ہیں جو نافع ومفید ہیں (ت)

پھر شمارِ تصانیف کے بعد لکھا:

بالجملہ مردے جلیل القدر لیست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است واو آخر محققان صوفیہ است کہ بین الحقیقۃ والشریعت جامع بودہ اند وبشاگردی او اجلۂ علماء مفتخر ومباہی بودہ اند مثل شہاب الدین قسطلانی کہ سابق حال او مذکور شدہ وشمس الدین لقانی الخ[2]

مختصر یہ کہ وُہ ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبہ کمال بیان سے بالاتر ہے، وُہ ان آخر صوفیۂ محققین سے ہیں جو حقیقت وشریعت کے جامع ہُوئے، ان کی شاگردی پر اجلّۂ علما فخر ومباہات کرتے ہیں جیسے علامہ شہاب الدین قسطلانی جن کا حال پہلے ذکر ہوا اور شمس الدین لقانی الخ۔ (ت)

پھر کہا:

واو را قصیدہ الیست برطور قصیدہ جیلانیہ کہ بعضے ابیات او این ست[3]

قصیدۂ غوثیہ کے طرز پر ان کا ایک قصیدہ بھی ہے جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔ (ت)

اور وہی دو بیت مذکور نقل کیے۔

قول (۱۶۴ و ۱۶۵) امام ابن الحاج[۱۶۴] امام ابن النعمان کی سفینۃ النجاء[۱۶۵] سے ناقل:

الدعاء عند قبور الصالحین والتشفع بھم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمۃ الدین۔[4]

قبور صالحین کے پاس دُعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین ائمۂ دین کا معمول ہے۔

قول (۱۶۶ تا ۱۷۰) لباب[۱۶۶] وشرح لباب[۱۶۷] واختیار[۱۶۸] وفتاوٰی ہندیہ[۱۶۹] میں ہے[۱۷۰]: واللفظ للاولین فانہ اتم (الفاظ پہلی دونوں کتابوں کے ہیں کیونکہ وُہ زیادہ کامل ہیں۔ ت) بعد زیارت فاروقی بقدر ایک بالشت کے

---

[1] بستان المحدثین مع اردو ترجمہ حاشیہ بخاری سیّد زروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۰

[2] " " " " " " " " " ص ۳۲۱

[3] " " " " " " " " " "

[4] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربی بیروت ۱/۲۴۹

سرہانے کی طرف پلٹے اور وزیرین جلیلین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے درمیان کھڑا ہو کر بعد اعادہ سلام و ذکر ماثر اسلام عرض کرے:

جزاکما اللہ عن ذٰلک مرافقتہ فی جنتہ و ایانا معکما برحمتہ انہ ارحم الراحمین وجزاکما اللہ عن الاسلام واھلہ خیر الجزاء، جئنا یا صاحبی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زائرین لنبینا وصدیقنا وفاروقنا ونحن نتوسل بکما الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لیشفع لنا الی ربنا۔[1]

اللہ تعالٰی آپ دونوں صاحبوں کو ان خوبیوں کے عوض اپنی جنت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رفاقت عطا فرمائے اور آپ کے ساتھ ہمیں بھی، بیشک وہ ہر مہروالے سے زیادہ مہروالا ہے، اللہ آپ دونوں کو اسلام و اہلِ اسلام کی طرف سے بہتر بدلہ کرامت فرمائے، اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دونوں یارو! ہم اپنے نبی اور اپنے صدیق اور اپنے فاروق کی زیارت کو حاضر ہوئے اور ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آپ دونوں سے توسل کرتے ہیں تاکہ حضور ہمارے رب کے پاس ہماری شفاعت فرمائیں۔

اسی طرح مدخل[2] میں ہے:

یتوسل بھما الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویقدمھما بین یدیہ شفیعین فی حوائجہ۔[2]

یعنی حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف توسل کرے اور انھیں اپنی حاجتوں میں شفیع بنا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آگے کرے۔

قول (۱۷۱) اشعۃ اللمعات میں فرمایا:

لیت شعری چہ می خواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ این فرقہ منکر آں را آنچہ ما می فہمیم ازاں این ست کہ داعی دعا کند خدا و توسل کند بروحانیت ایں بندۂ مقرب یا ندا کند ایں بندۂ مقرب را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ بدہد مسؤل و مطلوب مرا

نہ معلوم وہ استمداد و امداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دُعا کرنے والا خدا سے دُعا کرتا ہے اور اس بندۂ مقرب کی رُوحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندۂ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور

---

[1] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری باب زیارۃ سید المرسلین دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۰

[2] المدخل فصل فی الکلام علی زیارت سید الاولین الخ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۲۵۸

اگر ایں معنی موجب شرک باشد چنانکہ منکر زعم می کند باید
کہ منع کردہ شود توسل وطلب دعا از دوستان خدا
درحالت حیات نیز وایں مستحب ومستحسن است باتفاق
وشائع است در دین وآنچہ مروی ومحکی است از
مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ
ازاں خارج از حصر است ومذکور ست در کتب و
رسائل ایشاں ومشہور ست میان ایشاں حاجت
نیست کہ آنرا ذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود نہ کند
اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذلک کلام دریں مقام
بحد اطناب کشید برغم منکراں کہ در قرب ایں زماں فرقہ
پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد واستعانت را از
اولیائے خدا ومتوجہاں بجناب ایشاں را مشرک بخدا
عبدۃ اصنام می دانند ومی گویند آنچہ می گویند[1] ملتقطاً

اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا
کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا فرمادے ــــ اگر یہ معنیٰ
شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہیے
کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیاتِ دنیا میں بھی وسیلہ بنانا
اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق
مستحب ومستحسن اور دین میں معروف ومشہور ہے۔
ارواح کاملین سے استمداد اور استفادہ کے بارے
میں مشائخ اہل کشف سے جو روایات و واقعات
وارد ہیں وہ حصر وشمار سے باہر ہیں اور ان حضرات کے
رسائل وکتب میں مذکور اور ان کے درمیان مشہور ہیں۔
ہمیں ان کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں اور شاید
ہٹ دھرم منکر کے لیے ان کے کلمات سود مند بھی
نہ ہوں ــــ خدا ہمیں عافیت میں رکھے ــــ اس
مقام میں کلام طویل ہوا ان منکرین کی تردید وتذلیل کے پیشِ نظر جو ایک فرقہ کے روپ میں آج کل نکل آئے ہیں اور
اولیاء اللہ سے استمداد واستعانت کا انکار کرتے ہیں اور ان حضرات کی بارگاہ میں توجہ کرنے والوں کو مشرک و
بت پرست سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں جو کہتے ہیں اھ (ت)

اور شرح عربی میں اس مضمونِ اخیر کو یوں ادا فرمایا:

انما اطلنا الکلام فی ھذا المقام رغما لانف
المنکرین فانہ قد حدث فی زماننا شرذمۃ
ینکرون الاستمداد من الاولیاء ویقولون
مایقولون ومالھم علٰی ذلک من علم ان ھم
الا یخرصون[2]

ہم نے اس مقام میں کلام طویل کیا منکروں کی ناک خاک
پر رگڑنے کو کہ ہمارے زمانے میں معدودے چند ایسے
پیدا ہوئے ہیں کہ حضرات اولیاء سے مدد مانگنے کے منکر
ہیں اور کہتے ہیں جو کچھ کہتے ہیں اور انھیں اس پر کچھ علم
نہیں یونہی اپنے سے اٹکلیں لڑاتے ہیں۔

---

[1] اشعۃ اللمعات باب حکم الاسراء فصل ۱ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۴۰۱
[2] لمعات التنقیح "

اسی طرح جذب القلوب شریف میں معنی توسل و استمداد بروجہ مذکور بیان کرکے فرمایا:

و ورود نص قطعی در روے حاجت نیست بلکہ عدم نص بر منع آں کافی ست[1]

اس بارے میں نصِ قطعی کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی ممانعت پر نص نہ ہونا ہی کافی ہے۔ (ت)

قول (۱۷۲) شیخ الاسلام جنھیں مائۃ مسائل میں علمائے محدثین سے شمار کیا اور اُن کی کتاب کشف الغطاء پر جابجا اعتماد و اعتبار کیا، اسی کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

انکار استمداد را وجہے صحیح نمی نماید مگر آنکہ از اول امر منکر شوند تعلق رُوح و بدن را بالکلیہ و آں خلاف منصوص است و بریں تقدیر زیارت و رفتن بقبور ہمہ لغو وبے معنی گردد و ایں امرے دیگر است کہ تمام اخبار و آثار دال برخلاف آنست و نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود را ازجناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندۂ مقرب یا ندا کند آں بندہ را کہ اے بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدائے تعالٰی مطلوب مرا و در وے ہیچ شائبۂ شرک نیست چنانچہ منکر وہم کردہ اھ بالالتقاط۔[2]

استمداد سے انکار کی کوئی صحیح وجہ نظر نہیں آتی، مگر یہ کہ سِرے سے رُوح و بدن کے تعلق کا ہی بالکل انکار کردیں ــــ اور یہ نص کے خلاف ہے ــــ اس تقدیر پر تو قبروں کے پاس جانا اور زیارت کرنا سب لغو اور بے معنی ہوا جاتا ہے۔ اور یہ ایک دوسری بات ہے جس کے خلاف تمام آثار و احادیث دلیل ہیں۔ اور استمداد کی صورت کیا ہے؟ یہی کہ حاجت مند اپنی حاجت خدائے عزّوجل سے بندۂ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ کرکے طلب کرتا ہے، یا اُس بندے کو ندا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست! میری شفاعت کیجئے اور میرے مطلوب کے لیے خدا سے دُعا کیجئے۔ اس میں تو شرک کا کوئی شائبہ بھی نہیں جیسا کہ منکر کا وہم و خیال ہے اھ ملتقطاً (ت)

قول (۱۷۳) سیدی محمد عبدری مدخل میں در بارۂ زیارتِ قبور انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

یاتی الیھم الزائر و یتعین علیہ قصد ھم من الاماکن البعیدۃ، فاذا جاء الیھم

زائران کے آگے حاضر ہو اور اس پر متعین ہے کہ دُور دراز مقاموں سے اُن کی زیارت کا قصد کرے

---

[1] جذب القلوب　باب پانزدہم دربیان حکم زیارت قبر مکرم الخ　منشی نولکشور لکھنؤ　ص ۲۲۴

[2] کشف الغطاء　فصل دہم زیارت قبور　مطبع احمدی دہلی　ص ۸۱ ــ ۸۰

فلیتصف بالذل والانکسار والمسکنۃ والفقر والفاقۃ والحاجۃ والاضطرار والخضوع، ویستغیث بھم ویطلب حوائجہ منھم، ویجزم الاجابۃ ببرکتھم، فانھم باب اللّٰہ المفتوح وجرت سنتہ سبحانہ وتعالٰی فی قضاء الحوائج علٰی ایدیھم وبسببھم[1] (ملخصًا)

پھر جب حاضری سے شرف یاب ہو تو لازم ہے کہ ذلت انکسار و محتاجی و فقر و فاقہ و حاجت و بے چارگی و فروتنی کو شعار بنائے اور ان کی سرکار میں فریاد کرے اور اُن سے اپنی حاجتیں مانگے اور یقین کرے کہ ان کی برکت سے اجابت ہوگی کہ وہ اللہ تعالٰی کے درکشادہ ہیں اور سنتِ الٰہی جاری ہے کہ انکے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے حاجت روائی ہوتی ہے والحمد للّٰہ رب العالمین۔

فصل پانزدہم بقیہ تصریحاتِ سماعِ اموات میں۔

قول (۱۷۴ تا ۱۸۰) امام[ص۱۷۵] خاتمۃ المجتہدین تقی الملۃ والدین سبکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے شفاء السقام کے باب تاسع فی حیاۃ الانبیاء میں ایک فصل "ما ورد فی حیاۃ الانبیاء" دوسری فصل حیاتِ شہداء میں وضع کرکے فصل ثالث تمام اموات کے سماع وکلام وادراک وحیات میں وضع کی اور اس میں احادیثِ صحیحہ صحیح بخاری و مسلم وغیرہما سے علم و سماعِ موتٰی ثابت کرکے فرمایا:

وعلی الجملۃ ھذہ الامور ممکنۃ فی قدرۃ اللّٰہ تعالٰی وقد وردت بھا الاخبار الصحیحۃ فیجب التصدیق بھا[2]۔

بالجملہ یہ سب امور قدرتِ الٰہی میں ممکن ہیں اور بیشک اُن کے ثبوت میں یہ حدیثیں وارد ہوئیں تو ان کی تصدیق واجب ہے۔

فصل اول میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی تحقیق کرکے آخر میں فرمایا:

اما الادراکات کالعلم والسماع فلا شك ان ذلك ثابت لسائر الموتٰی فکیف بالانبیاء[3]۔

رہے ادراکات جیسے علم و سماع، یہ تو یقینًا تمام اموات کے لئے ثابت ہیں پھر انبیاء تو انبیاء ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

[۱۷۶] امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں اُس جناب کا یہ قول نقل کرکے تقریر فرمائی، امام زین الدین مراغی جنھیں شرح مواہب میں المحدث العالم النحریر کہا اُس جناب کی یہ تحقیق انیق نقل

---

[1] المدخل فصل فی زیارۃ القبور دار الکتاب العربیۃ بیروت ۱/۲۵۲۔۲۵۱

[2] شفاء السقام الفصل الثالث فی سائر الموتٰی نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۳

[3] " الباب التاسع الفصل الاول " " " ص ۱۹۲ - ۱۹۱

کرکے فرماتے ہیں:

انه مما یعز وجوده و فی مثله فلیتنافس المتنافسون۔ [1]

یہ نایاب تحقیق ہے اور چاہئے کہ ایسی ہی چیز میں نہایت رغبت کریں رغبت کرنے والے۔

امام احمد قسطلانی نے مواہب شریف میں امام سبکی کا وہ ارشاد مبین اور امام زین الدین کی یہ جلیل تحسین استناداً نقل کی، پھر علامہ عبدالباقی زرقانی نے شرح مواہب میں اس کی تقریر و تائید میں حدیثیں نقل کیں۔ عہ

قول (۱۷۹) امام ممدوح نے باب مذکور کی فصل خامس میں فرمایا:

کان المقصود بهذا کله تحقیق السماع و نحوه من الاعراض بعد الموت، فانه قد یقال ان هذه الاعراض مشروطة بالحیاة، فکیف تحصل بعد الموت وهذا خیال ضعیف لانا لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسماع و انما ندعی ان السماع بعد الموت حاصل لحی، وهو اما الروح وحدها حالة کون الجسد میتا او متصلة بالبدن حالة عود الحیاة الیه۔ [2]

اس سب سے مقصود موت کے بعد سماع وغیرہ صفات کی تحقیق تھی کہ بعض لوگ کہنے لگتے ہیں ان اوصاف کے لئے زندگی شرط ہے تو بعد موت کیونکر حاصل ہوں گے حالانکہ یہ لوچ خیال ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ جو چیز مُردہ ہے وہ سُنتی ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ بعد مرگ سماع اس کے لیے ثابت ہے جو زندہ ہے یعنی روح، یا تو تنہا وہی جب بدن مُردہ ہو یا جسم سے متصل ہو کر جب حیات بدن کی طرف عود کرے۔

قول (۱۸۰) علامہ قونوی سے جذب القلوب میں ہے کہ اُنھوں نے بہت احادیث ذکر کرکے فرمایا:

جمیع ایں احادیث دلالت دارد بر آنکہ اموات را ادراک و سماع حاصل ست و شک نیست کہ سمع از اعراضے است کہ مشروط است بحیات پس ہمہ حی اند، ولیکن حیاتِ ایشاں در مرتبہ کمتر از حیات

ان تمام احادیث میں اس بات پر دلیل موجود ہے کہ مُردوں کو ادراک و سماع حاصل ہے اور بلاشبہ سماعت ایسا وصف ہے جس کے لیے زندگی شرط ہے تو سب زندہ ہیں، لیکن ان کی زندگی حیاتِ

عہ یونہی شیخ محقق نے مدارج میں یہ قول علماء سے نقل فرمایا ۱۲ منہ (م)

---

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ زین الدین المراغی حی فی قبرہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۹۶

[2] شفاء السقام الباب التاسع الفصل الخامس مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۰۹

شہداست کو حیاتِ انبیاء صلوات اللہ تعالٰی علیہم کامل تراز حیات شہداست[1]

شہداء سے کم درجہ کی ہے اور حیاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حیاتِ شہداء سے زیادہ کامل ہے (ت)

قول (۱۸۱ و ۱۸۲) امام قرطبی پھر امام سیوطی[2] قبر کے پاس قرآن مجید پڑھنے کے مسئلہ میں فرماتے ہیں:

وقد قیل ان ثواب القراءۃ للقاری وللمیت ثواب الاستماع ولذٰلک تلحقہ الرحمۃ، قال اللہ تعالٰی واذا قرئ القراٰن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون ولایبعد من کرم اللہ تعالٰی ان یلحقہ ثواب القراءۃ والاستماع معاً۔[2]

بہ تحقیق کہا گیا کہ پڑھنے کا ثواب قاری کو ہے اور میت کے لیے اس کا اجر ہے کہ اس نے کان لگا کر قرآن سنا اور اسی لیے اس پر رحمت ہوتی ہے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سُنو اور چُپ رہو شاید تم پر مہر ہو اور کچھ یہ بھی خدا کے کرم سے دُور نہیں کہ مُردے کو قرأت واستماع دونوں کا ثواب پہنچے۔

اقول ثواب قرأت پہنچنے پر جزم نہ کرنے کا باعث یہ کہ وہ شافعی المذہب ہیں اور سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک عباداتِ بدنیہ کا ثواب نہیں پہنچتا، مگر جمہور اہلسنت قائلِ اطلاق وعموم ہیں، اور یہی مذہب ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے یہاں تک کہ خود محققین شافعیہ نے اس کی ترجیح وتصحیح کی منہم السیوطی فی انیس الغریب (ان میں سے ایک امام سیوطی ہیں جنہوں نے انیس الغریب میں اس کی وضاحت کی ہے) تو ہمارے نزدیک شک نہیں کہ میت کو تلاوت کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

قول (۱۸۳) مرقات میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علم وسماع کا ذکر کرکے فرماتے ہیں: سائر الاموات ایضا یسمعون السلام والکلام سب مُردے سلام وکلام سنتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ سب مسائل احادیثِ صحیحہ وآثارِ صریحہ سے ثابت ہیں۔[3]

قول (۱۸۴) علامہ حلبی سیرۃ انسان العیون میں امام ابوالفضل خاتم الحفاظ سے ناقل:

سماع موتی کلام الخلق حق قد جاءت بہ عندنا الاٰثار فی الکتب[4]

اموات کا کلام مخلوق کو سُننا حق ہے بیشک اس باب میں ہمارے پاس کتابوں میں حدیثیں آئیں۔

قول (۱۸۵) ملک العلماء بحرالعلوم مولٰنا عبدالعلی لکھنوی مرحوم ارکانِ اربعہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] جذب القلوب — باب چہاردہم — منشی نولکشور لکھنؤ — ص ۲۰۶-۲۰۷

[2] شرح الصدور — باب فی قراءۃ القرآن للمیت الخ — خلافت اکیڈمی سوات — ص ۱۳۰

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ — باب الجمعہ فصل ۲ — مکتبہ امدادیہ ملتان — ۲/۲۳۸

[4] انسان العیون — باب بدء الاذان — مصطفی البابی مصر — ۲/۴۳۵

وما قيل ان التلقين لغو لان الميت لا يسمع فهذا باطل[۱]

اس بنا پر کہ بعض نے کہا مُردہ نہیں سنتا، تلقین سے انکار مذہب باطل ہے۔

قول (۱۸۶) زہر الربی شرح سُنن نسائی میں بعد تحقیق وتفصیل نقل فرمایا:

فثبت بهذا انه لا منافاة بين كون الروح فى عليين او الجنة او السماء وان لها بالبدن اتصالا بحيث تدرك وتسمع وتصلى وتقرأ وانما يستغرب هذا لكون الشاهد الدنيوى ليس فيه ما يشاهد به هذا وامور البرزخ والأخرة على نمط غير المألوف فى الدنيا[۲]

تو ثابت ہُوا کہ کچھ منافات نہیں اس میں کہ رُوح علیین یا جنّت یا آسمانوں میں ہو اور اُس کے ساتھ بدن سے ایسا اتصال رکھے کہ سمجھے، سُنے، نماز پڑھے، قرآن مجید کی تلاوت کرے، اس سے تعجب یُوں ہوتا ہے کہ دُنیا میں کوئی بات اس کے مشابہ نہیں پاتے، حالانکہ برزخ وآخرت کے کام اُس روش پر نہیں جو دنیا میں دیکھی بھالی ہے۔

قول (۱۸۷ تا ۱۸۹) علامہ عبدالرؤف تیسیر[۱۸۷] میں قائل اور مولانا علی قاری[۱۸۸] مرقاۃ میں قاضی[۱۸۹] سے ناقل:

واللفظ للمناوی النفوس القدسية اذا تجردت عن العلائق البدنية اتصلت بالملاء الاعلى ولم يبق لها حجاب فترى وتسمع الكل كالمشاهد[۳]

(اور الفاظ مناوی کے ہیں۔ ت) پاک جانیں جب بدن کے علاقوں سے جُدا ہوتی ہیں ملاءِ اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور ان کے لئے کوئی پردہ نہیں رہتا سب کچھ ایسا دیکھتی سُنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

قول (۱۹۰) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں زیرِ حدیث "لا يسمع مدى صوت المؤذن جن ولا انس ولا شئ الا شهد له يوم القيمة" محدث علامہ ابن ملک سے منقول: تنكيرهما فى سياق النفى لتعميم الاحياء والاموات[۴] یعنی حدیث شریف کا یہ مطلب ہے کہ زندہ جن اور زندہ آدمی اور مُردہ جن اور مُردہ آدمی جتنے لوگوں کو مؤذن کی آواز پہنچتی ہے اور وہ اس کی اذان سُنتے ہیں سب روزِ قیامت اُس کے لیے گواہی دیں گے۔

یہاں تصریح ہُوئی کہ بعد موت علم وسماع کا باقی رہنا کچھ بنی آدم سے خاص نہیں جن کے لئے بھی حاصل ہے۔

---

[۱] رسائل الارکان فصل حکم الجنازۃ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۵۰
[۲] زہر الربی حاشیہ علی سنن النسائی کتاب الجنائز نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۹۲/۱
[۳] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث حیثما کنتم فصلوا علی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض السعودیۃ ۵۰۲/۱
[۴] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب فضل الاذان فصل ۱ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۶۰/۲

اور واقعی ایسا ہی ہونا چاہئے لانعدام المخصص (کیونکہ کوئی دلیل تخصیص نہیں۔ت)

قول (۱۹۱ تا ۱۹۸) امام اسمٰعیل[۱۹۱] پھر امام بیہقی[۱۹۲] پھر امام سہیلی[۱۹۳] پھر امام قسطلانی[۱۹۴] پھر امام علامہ شامی[۱۹۵] پھر علامہ زرقانی نے سماعِ موتی کا اثبات کیا اور دلیل انکار سے جواب دئے کما یظھر بالمراجعۃ الی الارشاد و المواھب و شرحھا وغیر ذلك من اسفار العلماء (جیسا کہ ارشاد الساری شرح بخاری، مواہب لدنیہ، شرح مواہب لدنیہ اور ان کے علاوہ کتبِ علماء کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ت) مواہب میں امام ابن جابر[۱۹۶] سے بھی اثباتِ سماع نقل کیا۔ امام کرمانی[۱۹۷]، امام عسقلانی، امام عینی، امام قسطلانی نے شروح صحیح بخاری اور امام سخاوی[۱۹۸]، امام سیوطی، علامہ حلبی، علی قاری، شیخ محقق وغیرہم علماء نے اس کی تحقیقیں فرمائیں۔ ازانجا کہ یہ اقوال اُن مباحث سے متعلق جنھیں اس رسالہ میں دورِ آئندہ پر محمول رکھا ہے لہٰذا ان کی نقل عبارات ملتوی رہی واللہ الموفق۔

قول (۱۹۹) جذب القلوب شریف میں ہے:

تمام اہل سنّت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراکات مثل علم وسماع مرسائر اموات را[۱]۔

تمام اہل سنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ علم اور سماعت جیسے ادراکات تمام مُردوں کے لئے ثابت ہیں (ت)

قول (۲۰۰) جامع البرکات میں فرمایا:

سمہودی می گوید کہ تمام اہل سنّت وجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت ادراک مثل علم وسمع وبصر مرسائر اموات را از آحاد بشر انتہی[۲]۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

امام سمہودی فرماتے ہیں کہ تمام اہل سنّت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ عام افرادِ بشر میں سے تمام مُردوں کے لئے ادراک جیسے علم اور سُننا دیکھنا ثابت ہے۔ انتہی۔ والحمدللہ رب العالمین (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے جن **سو ائمہ وعلماء** کے اسمائے طیبہ گنائے تھے بحمداللہ اُن کے اور اُن سے علاوہ اوروں کے بھی اقوالِ عالیہ **دو سو** شمار کر دئے اور ایفائے وعدہ سے سبک دوش ہُوا۔

تنبیہ: ناظر گمان نہ کرے کہ ہمارے تمام دلائل بس اسی قدر ہیں بلکہ جو نقل نہ کیا وہ بیشتر واکثر۔ پھر فقیر غفراللہ المولی القدیر نے اس رسالہ میں یہ التزام بھی رکھا کہ جو آثار واحادیث واقوال علمائے قدیم وحدیث خاص حضور پُرنور سیّدِ عالم حی باقی رُوحِ مجسم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حیاتِ عالی وعلمِ عظیم وسمعِ جلیل وبصرِ کریم میں وارد انھیں ذکر نہ کرے تین وجہ سے:

---

[۱] جذب القلوب باب چہار دہم در فضائل زیارت سیّد المرسلین منشی نولکشور لکھنؤ ص ۲-۲۰۱

[۲] جامع البرکات

اوّلاً مسلمانوں پر نیک گمان کہ خاص حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کوئی کلمہ گو مثل سائر اموات نہ جانے گا، اربابِ طائفہ کہ ارواحِ موتٰی کو جماد سمجھتے ہیں شاید یہاں اس کلمہ مغضوبہ مبغوضہ سے انھیں بھی احتراز ہو، اور معاذ اللہ جسے نہ ہو تو استغفر اللہ، ایسا شقی لئیم قابلِ کلام و خطاب نہیں بلکہ اس کا جواب اللہ کا عذاب، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثانیاً واللہ فقیر کو حیا آئی کہ حضور پُر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ایسی بحث "لا" و "نعم" میں بطور خود شامل کرے، ہاں دوسرے کی طرف سے ابتداء ہو تو اظہارِ حق میں مجبوری ہے۔

ثالثاً وہاں دلائل کی وُہ کثرت کہ نطاق نطق بیان سے عاجز۔ پھر انھیں اقوال پر قناعت بس کہ جس سرکار کے غلام ایسے "العظمۃ للہ" اُس کا پُوچھنا ہی کیا ہے، آخر انھیں یہ مدارج و معارج کس نے عطا کئے، اسی سرکار ابد قرار نے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی آلہٖ وصحبہ وابنہ الاکرم سیدی ومولای الغوث الاعظم، والحمد للہ رب العالمین۔

نوعِ دوم اقوالِ کبراء وعمائد خاندان عزیزی میں۔ یہاں اقوال مختلط مذکور رہوں گے ناظران کے مطالب کو فصولِ نوعِ اول پر تقسیم کرلے۔ سردست **نسو مقال** اُن کے بھی حاضر کرتا ہوں وباللہ التوفیق۔

وصلِ اول — مقال (۱) شاہ ولی اللہ فیوض الحرمین میں لکھتے ہیں:

اذا انتقلوا الی البرزخ کانت تلک الاوضاع والعادات والعلوم معھم لاتفارقھم۔[1]

جب برزخ کی طرف انتقال کرتے ہیں یہ وضعیں اور عادتیں اور علم سب اُن کے ساتھ ہوتے ہیں جُدا نہیں ہوتے۔

مقال (۲) اُسی میں ہے:

اذامات ھذا البارع لایفقد ھو ولا براعتہ بل کل ذلک بحالہ۔[2]

جب یہ بندہ کامل انتقال فرماتا ہے نہ وہ گُمتا ہے نہ اُس کا کمال، بلکہ بدستور اسی حال پر رہتے ہیں۔

مقال (۳) اُسی میں ہے:

کل من مات من الکمل یخیل الی العامۃ انہ فقد من العالم ولا واللہ مافقد بل

جس کامل کا انتقال ہوتا ہے عوام کے خیال میں گزرتا ہے کہ وُہ عالم سے گُم گیا، حالانکہ خدا کی قسم وُہ

---

[1] فیوض الحرمین معہ ترجمہ اردو مشہدِ عظیم الخ محمد سعید اینڈ سنز قرآن محل کراچی ص ۴۲
[2] " " تحقیق شریف " " " ص ۱۱۳

تجوھرو قوی[1] گمانہیں بلکہ اور جوہر دار قوی ہوگیا۔

مقال (۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

چوں آدمی میرد روح را اصلا تغیر نمی شود چنانچہ حامل قوی بود حالاہم ست وشعور وادراکے کہ داشت حالاہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر[2] اھ ملخصاً

جب آدمی مرتا ہے روح میں بالکل کوئی تغیر نہیں ہوتا، جس طرح پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے اور جو شعور وادراک اُسے پہلے تھا اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے اھ ملخصاً (ت)

مقال (۵) تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

چوں روح از بدن جُدا شد قوائے نباتی از وجدا می شوند نہ قوائے نفسانی وحیوانی واگر وجود قوائے نفسانی وحیوانی فیضاناً یا بقاءً مشروط باشد بوجود قوائے نباتی و مزاج لازم آید کہ ملائکہ راشعور وادراک وحسے وحرکتے وغضب ودفع منافر نباشد پس حال ارواح درعالم قبر مثل حال ملائکہ است کہ بتوسط شکلے وبدنے کارمی کنند و مصدر افعال حیوانی و نفسانی می گردند بے آنکہ نفس نباتی ہمراہ داشتہ باشند[3]

جب رُوح بدن سے جُدا ہوتی ہے قوائے نباتی اُس سے جُدا ہوجاتے ہیں مگر قوائے نفسانی وحیوانی باقی رہتے ہیں، اور اگر قوائے نفسانی وحیوانی کے فیضان یا بقا کے لیے قوائے نباتی اور مزاج کا وجود شرط ہو تو لازم آئے گا کہ ملائکہ میں شعور وادراک، حس و حرکت، غضب و دفع ناموافق کچھ بھی نہ ہو۔ تو عالم برزخ میں رُوحوں کا حال ایسا ہی ہے جیسے ملائکہ کا حال ہے کہ کسی شکل اور بدن کی وساطت سے کام کرتے ہیں اور نفس نباتی کے بغیر ان سے حیوانی و نفسانی افعال صادر ہوتے ہیں۔ (ت)

مقال (۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحاق نے مائۃ مسائل واربعین میں استناد کیا اور جناب مرزا صاحب اُن کے پیرو مرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب[5] میں انھیں فضیلت و ولایت مآب، مروج شریعت ومنور طریقت ونور مجسم وعزیز ترین موجودات ومصدر انوار فیوض وبرکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انھیں بیہقی وقت کہتے، رسالہ تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

اولیاء گفتہ اند ارواحنا اجسادنا یعنی ارواح ایشاں

اولیاء فرماتے ہیں: ہماری رُوح ہی ہمارا جسم ہے،

---

[1] فیوض الحرمین — تحقیق شریف الخ — محمد سعید تاجران کتب کراچی — ص ۱۱۱

[2] تفسیر عزیزی — آیت ولاتقولوا لمن یقتل الخ — افغانی دارالکتب لال کنواں دہلی — ۱/۵۵۹

[3] تحفہ اثنا عشریہ — باب ہشتم در معاد الخ — سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۲۴۰-۲۳۹

کارِ اجساد می کنند وگاہی اجساد از غایتِ لطافت
برنگِ ارواح می برآید می گویند کہ رسولِ خدا را سایہ
نبود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارواحِ ایشاں
از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند می روند
و بسبب ہمیں حیاتِ اجساد آنہا را در قبر خاک
نمی خورد بلکہ کفن ہم می ماند ابن ابی الدنیا از مالک روایت
نمود، ارواحِ مومنین ہر جا کہ خواہند سیر کنند
مراد از مومنین کاملین اند حق تعالٰی اجسادِ ایشاں
را قوتِ ارواح مے دہد در قبور نماز مے خوانند و
ذکر می کنند و قرآن مے خوانند اھ ملخصاً[1]

یعنی ان کی روحیں جسموں کا کام کرتی ہیں اور کبھی اجسام انتہائی لطافت کی وجہ سے روحوں کے رنگ میں جلوہ نما ہوتے ہیں ـــــ اولیاء بتاتے ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا ـــــ ان کی روحیں زمین، آسمان اور جنت میں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں ـــــ اور اسی وجہ سے قبر میں ان کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی، بلکہ کفن بھی سلامت رہتا ہے۔ ابن ابی الدنیا امام مالک سے راوی ہیں کہ "مومنوں کی روحیں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں"۔ مومنین سے مراد کاملین ہیں، حق تعالٰے انکے اجسام کو روحوں کی قوت عطا فرماتا ہے، وہ قبروں میں نماز ادا کرتے ہیں، ذکر کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں۔ (ختم بتلخیص)۔ (ت)

مقال (۷) تفسیرِ عزیزی میں ارواحِ انبیاء واولیاء وعام صلحاء علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے کہ بعض علیین اور بعض آسمان اور بعض درمیان آسمان وزمین اور بعض چاہِ زمزم میں ہیں، لکھتے ہیں:

تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را مے باشد کہ بحضور
زیارت کنندگان واقارب ودیگر دوستاں بر قبر
مطلع ومستانس مے گردند زیرا کہ روح را قرب و
بُعدِ مکانی مانع ایں دریافت نمی شود و مثال آں در
وجودِ انسان روحِ بصری است کہ ستارہائے ہفت
آسماں را درونِ چاہ مے تواند دید۔[2]

ان روحوں کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے جس کے سبب زائرین، عزیزوں اور دوستوں کی آمد کا انھیں علم ہوتا ہے اور ان سے انھیں انس حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ مکان کی دوری ونزدیکی روح کے لیے اس ادراک سے مانع نہیں ہوتی۔ انسان کے وجود میں اس کی مثال روحِ بصر ہے جو ہفت آسمان کے ستارے کنویں کے اندر سے دیکھ سکتی ہے۔ (ت)

یہ پچھلا جملہ زیادہ قابلِ لحاظ ہے۔

---

[1] تذکرۃ الموتٰی والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۵،۷۶

[2] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

مقال (۸) مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ میں ہے: "پانچویں قسم مہربانی اور اُنس کے لیے ہوتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی گزرے اُوپر قبر مومن بھائی اپنے کے اور سلام کرے تو پہچانتا ہے وہ اس کو اور جواب سلام کا دیتا ہے۔[1]" وعزاہ للامام النووی (اس پر امام نووی کا حوالہ دیا ہے۔ت)

مقال (۹) مولوی اسحاق صاحب نے اربعین میں عورتوں کے لیے زیارتِ قبر مطلقاً ممنوع ٹھہرانے کو نصاب الاحتساب سے نقل کیا کہ "جب وہ نکلنے کا ارادہ کرتی ہے ملعونہ ہوتی ہے جب نکلتی ہے چار طرف سے شیاطین اُسے گھیر لیتے ہیں واذا اتت القبر یلعنھا روح المیت[2] اور جب قبر پر آتی ہے میت کی رُوح اسے لعنت کرتی ہے"۔ اپنا ادعائے اطلاق ثابت کرنے کو نقل تو کر گئے مگر نہ دیکھا کہ اس نے جمادیتِ موتیٰ کا خاتمہ کردیا۔ کلام مذکور صاف دلیل واضح ہے کہ میت حضورِ زائر پر مطلع ہوتا ہے اور یہ بھی پہچانتا ہے کہ یہ مرد ہے یا عورت، اور اس کے بے جا فعل سے پریشان بھی ہوتا ہے یہاں تک کہ زنِ زائرہ پر لعنت کرتا ہے۔

مقال (۱۰) مرزا مظہر جانجاناں اپنے ملفوظات میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہتے ہیں:

یک بار قصیدہ در مدح ایشاں گفتہ بودم عنایت بسیار بحالِ فقیر نمودہ از رئے تواضع فرمودند ما لائق ایں ہمہ ستائش نیستم[3]

ایک بار ان کی مدح میں ایک قصیدہ عرض کیا تھا، اس فقیر کے حال پر بہت عنایت فرمائی اور تواضعاً فرمایا کہ ہم اس ساری ستائش کے لائق نہیں۔ (ت)

مقال (۱۱) اسی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت کہا:

یک بار قصیدہ بجناب ایشاں عرض نمودم الخ[4]

ایک بار ان کی بارگاہ میں ایک قصیدہ عرض کیا۔ الخ (ت)

مقال (۱۲) شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخرٰی فینشئ فیض الروح الالٰھی فیھا قوۃ فیما بقی من الحس المشترك تکفی کفایۃ السمع و البصر والکلام[5]

جب آدمی مرتا ہے رُوحِ حیوانی کے لیے ایک اور اُٹھان ہوتی ہے تو روحِ الٰہی کا فیض اس کے بقیہ حسِ مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

---

[1] مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح باب زیارۃ القبور فصل ۱ ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۱۷-۷۱۶

[2] مسائل اربعین مع اردو ترجمہ مسئلہ ۳۹ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۶

[3] ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[4] " " " " " "

[5] حجۃ اللہ البالغہ باب حقیقۃ الروح المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۹

مقال (۱۳) مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ موضح القرآن میں زیر کریمہ وما انت بمسمع من فی القبور فرماتے ہیں "حدیث میں آیا ہے کہ مُردوں سے سلام علیک کرو وہ سنتے ہیں۔ اور بہت جگہ مُردوں کو خطاب کیا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ مُردے کی رُوح سُنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ وُہ نہیں سُن سکتا ہے۔"[1]

وصل دوم بقائے تصرفات وکرامات اولیاء بعد الوصال میں۔

مقال (۱۴) شاہ ولی اللہ ہمعات میں لکھتے ہیں:

در اولیائے اُمّت واصحابِ طرق اقوی کسیکہ بعد تمام راہ جذب باکد وجوہ باصل ایں نسبت میل کردہ و در آنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند ولہذا گفتہ اند کہ ایشاں در قبور خود مثل احیاء تصرف مے کنند۔[2]

اولیائے اُمّت واصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت — جس کے بعد تمام راہ عشق موکد ترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اسی مقام پر قائم ہو چکی ہے، حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں رہ کر زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں (ت)

مقال (۱۵) حجۃ اللہ البالغہ میں اہلِ برزخ کو چار قسم کر کے لکھا:

اذا مات انقطعت العلاقات فلحق بالملٰئکۃ وصار منھم والھم کالھامھم وسعی فیما یسعون فیہ وربما اشتغل ھٰؤلاء باعلاء کلمۃ اللہ ونصر حزب اللہ وربما کان لھم لمۃ خیر بابن اٰدم۔[3] ملخصًا۔

جب مرتے ہیں علائقِ بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے اور اُنھیں میں سے ہو جاتے ہیں، جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک رُوحیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد و قتلِ کفار و امدادِ مسلمین میں مشغول ہوتی ہیں اور کبھی بنی آدم سے اس لیے نزدیک وقریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضۂ خیر فرمائیں۔

مقال (۱۶) تفسیر عزیزی میں ہے:

بعض از خواص اولیاء اللہ را کہ جارحۂ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت (یعنے بحالت عالم برزخ)

بعض خواص اولیاء جنھیں اپنے دوسرے بنی نوع کی تکمیل وارشاد کا ذریعہ بنایا ہے ان کو اس حالت میں

---

[1] موضح القرآن وما انت بمسمع من فی القبور کے تحت ممتاز کمپنی کشمیری بازار لاہور ص ۴۸۰

[2] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمی شاہ ولی اللہ حیدرآباد ص ۶۱

[3] حجۃ اللہ البالغہ باب اختلاف احوال الناس فی البرزخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

ہم تصرف در دُنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد[1]

(یعنی عالمِ برزخ کی حالت میں) دنیا کے اندر تصرف بخشا ہے اور مشاہدۂ الٰہی میں ان کا استغراق اس جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا اس لیے کہ ان کے مدارک بہت زیادہ وسعت رکھتے ہیں۔ (ت)

یہی وہ عبارت ہے جس کے سبب مولوی منکر صاحب نے بھی بعض اموات کے لیے زیادتِ ادراک گوارا کی تھی۔

مقال (۱۷) مرزا مظہر صاحب اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعض ارواحِ کاملاں را بعد ترک تعلق اجساد آنہا در نشاۂ تصرفے باقی است[2] الخ

جسموں سے ترکِ تعلق کے بعد بھی بعض ارواحِ کاملین کا تصرف اِس دنیا میں باقی ہے الخ (ت)

مقال (۱۸) میاں اسمٰعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حضرت جناب مولیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی نسبت خدا جانے کس دل سے یُوں ایمان لاتے ہیں:

در سلطنتِ سلاطین و امارتِ امراء ہمت ایشاں را دخلے ہست کہ بر سیاحین عالمِ ملکوت مخفی نیست[3]

سلاطین کی سلطنت اور حکّام کی حکومت میں حضرت علی (کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) کی ہمت کو ایسا دخل ہے جو عالمِ ملکوت کی سیاحت کرنیوالوں پر مخفی نہیں۔ (ت)

مقال (۱۹) اُسی میں شوکت و عظمتِ جناب مرتضوی لکھ کر کہا:

شان جناب شیخین لبس بلند بہ نسبت ابہت و جلال مذکور ست تمثیلش بظاہر مرتبۂ امیر کبیر ست کہ فارغ از امورِ سیاست گردیدہ ملازم بادشاہ گشتہ بہ نسبت کسیکہ قائم بر خدمات و مشغول بکارپردازی است اگرچہ شوکتِ ظاہریہ و کثرتِ اتباع در حق ایں مصاحب بہ نسبت آں امیر اعظم قائم بخدماتِ اقل قلیل است لیکن در عزت و وجاہت فوق است چہ فی الحقیقۃ

مذکورہ شوکت و جلال کی بہ نسبت حضرات شیخین کی شان بہت بلند ہے، عالمِ ظاہر میں اس کی مثال اُس امیر کبیر کا مرتبہ ہے جو امورِ سیاست سے فارغ ہو کر بادشاہ کی خدمت میں رہتا ہے بہ نسبت دوسرے امیر کے جو امورِ مملکت سے وابستہ اور کارپردازی میں مشغول ہے اگرچہ ظاہری شوکت اور تابعداروں کی کثرت، امورِ مملکت سے وابستہ اُس امیر اعظم کی

---

[1] تفسیر عزیزی تحت والقمر اذا اتسق سلیم بک ڈپو، لال کنواں دہلی ص ۲۰۶
[2] مکتوبات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷
[3] صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸

آں امیر باہمگی شوکت وحشمت واتباع خود گویا از اتباع آں مصاحب ست زیرا کہ مشورت وتدبیرش در ہمہ اتباع بادشاہی جاری وساری است[1] اھ ملخصا

وہ امیر باوجود ساری شوکت وحشمت کے اس مصاحب کے حق میں کم سے کم تر ہے لیکن عزت ووجاہت میں یہ اس سے بالا تر ہے۔ اس لیے کہ وہ امیر اپنی تمام تر شوکت وحشمت اور تابعداروں کے باوجود گویا اس مصاحب کا ایک تابعدار ہے اس لیے کہ اس کا مشورہ اور اس کی تدبیر بادشاہ کے تمام تابعداروں میں جاری وساری ہے۔ (ختم بتلخیص)۔ (ت)

مقال (۲۰) مظاہر الحق میں ہے: تیسری قسم زیارت کی برکت حاصل کرنے کے لیے، وہ زیارت اچھے لوگوں کی قبروں کی ہے اس لئے کہ ان کے لئے برزخ میں تصرفات وبرکات بے شمار ہیں[2] وعزاہ للامام النووی (اسے امام نووی کے حوالے سے لکھا ہے۔ ت)

وصل سوم بعد وصالِ اولیاء کے فیض وامداد میں۔

مقال (۲۱ تا ۳۱) شاہ ولی اللہ ومولوی خرم علی نے کہا: منتظر رہے اس کا جس کا فیضان صاحب قبر سے ہو[3]۔ عزیزی میں فرمایا:

ارباب حاجات حل مشکلات خود از انہا می یابند[4]۔

اہل حاجات اپنی مشکلوں کا حل ان سے پاتے ہیں (ت)

دونوں شاہ صاحبوں پھر مولوی خرم علی نے کہا: اویسیت کی نسبت قوی وصحیح ہے روحی فیض ہے اور روحانیت سے تربیت ہے[5] ملخصاً۔

عزیزی میں لکھا ہے: از اولیائے مدفونین انتفاع جاری است[6] (دفن شدہ اولیاء سے نفع یابی جاری ہے۔ ت)

مرزا مظہر صاحب مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت مظہر: قصیدہ عرض نمودم نوازشہا فرمودند[7] (میں نے

---

[1] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۹ - ۵۸

[2] مظاہر حق باب زیارۃ القبور دین محمد اینڈ سنز لاہور ۱/ ۶۱۹

[3] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور واستفاضہ بداں ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲

[4] تفسیر عزیزی پارہ عم تحت والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶

[5] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۸

[6] تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

[7] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

ایک قصیدہ عرض کیا، بڑی نوازشیں فرمائیں۔ت)

شاہ ولی اللہ و مولوی خرم علی نے کہا: شاہ عبدالرحیم ادب آموز ہوئے اپنے نانا کی روح سے[1]، کہ یہ سب اقوال مقصد اوّل کی نوعِ اوّل میں گزرے۔

مقال (۳۲) مرزا صاحب موصوف نے اپنے ملفوظات میں فرمایا:

از فرطِ محبت کہ فقیر را بجناب امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ثابت است و سرغشا نسبت علیۂ نقشبندیہ ایشاں اند بمقتضائے بشریت غشاوہ بر نسبت باطنی عارض مے شود خود بخود رجوع بآنجناب پیدا گشتہ بالتفات ایشاں رفع کدورت مے شود[2]۔

اُس فرطِ محبت کے سبب جو فقیر کے لیے امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں ثابت ہے، اور بلند نسبت نقشبندیہ کا سرغشا وہی ہیں، بہ تقاضائے بشری نسبت باطنی پر ایک پردہ سا عارض ہو جاتا ہے خود بخود اس بارگاہ کی طرف رجوع پیدا ہوتا ہے اور اُن کی وجہ سے کدورت دُور ہو جاتی ہے۔(ت)

مقال (۳۳ تا ۳۶) اُسی میں ہے[۳۳]:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچ کس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست[3]۔

اپنے طریقہ عالیہ کے متوسلین پر حضرت غوث الثقلین کا التفات زیادہ معلوم ہوا اس طریقہ والوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جس کے حال پر حضرت کی توجہ مبذول نہ ہو۔ (ت)

پھر کہا[۳۴]:

عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلان در صحرا با وقت خواب اسباب و اسپان خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود دریں باب حکایات بسیار است تحریر آں باطالت می رساند[4]۔

اپنے معتقدین کے حال پر حضرت خواجہ نقشبند کی عنایت کارفرما ہے۔ مغل لوگ صحراؤں میں سونے کے وقت اپنے سامان اور گھوڑوں کو حضرت کی حفاظت کے سپرد کرتے ہیں اور غیبی تائیدات ان کے ہمراہ ہوتی ہیں اس باب میں واقعات بہت ہیں جنھیں لکھنے سے طول ہوگا۔ (ت)

---

[1] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سلسلہ طریقت حضرت مصنف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۹
[2] ملفوظات میرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۷
[3] و [4] " " " " " " " " " ص ۸۳

پھر کہا[۳۵]:

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خود عنایت بسیار می فرمایند[۱]

سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے مزار کی زیارت کرنے والوں کے حال پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔ (ت)

پھر کہا[۳۶]:

ہمچنیں شیخ جلال پانی پتی التفاتہا مے نمایند[۲]

اسی طرح شیخ جلال پانی پتی بھی بہت التفات فرماتے ہیں۔ (ت)

مقال (۳۷) قاضی ثناء اللہ پانی پتی جن کی مدح مقال ۶ میں گزری تذکرۃ الموتی میں لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ دوستاں ومعتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند و دشمناں را ہلاک می نمایند و از ارواح بطریق اولیسیت فیض باطنی می رسد[۳]

اولیاء اللہ اپنے دوستوں اور عقیدت مندوں کی دنیا و آخرت میں مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ــ اور روحوں سے اُولیسیت کے طریقے پر باطنی فیض پہنچتا ہے۔ (ت)

مقال (۳۸ تا ۴۵) یہی قاضی صاحب سیف المسلول میں مرتبہ قطبیت ارشاد کو یوں بیان کر کے کہ

فیوض و برکات کارخانۂ ولایت کہ از جناب الٰہی بر اولیاء اللہ نازل مے شود اول بر یک شخص نازل می شود و ازاں شخص قسمت شدہ بہر یک از اولیائے عصر موافق مرتبہ وبحسب استعداد می رسد و بہیچ کس از اولیاء اللہ بے توسط او فیضی نمی رسد و کسے از مردانِ خدا بے وسیلہ او درجۂ ولایت نمی یابد اقطاب جزئی و اوتاد و ابدال و نجباء و نقباء و جمیع اقسام از اولیائے خدا بوے محتاج می باشند صاحب ایں منصب عالی را امام و

کارخانۂ ولایت کے فیوض و برکات جو خدا کی بارگاہ سے اولیاء اللہ پر نازل ہوتے ہیں پہلے ایک شخص پر اُترتے ہیں اور اس شخص سے تقسیم ہو کر اولیائے وقت میں سے ہر ایک کو اس کے مرتبہ و استعداد کے مطابق پہنچتے ہیں اور کسی ولی کو بھی اس کی وساطت کے بغیر کوئی فیض نہیں پہنچتا، اور اہل اللہ میں سے کوئی بھی اس کے وسیلہ کے بغیر درجۂ ولایت نہیں پاتا۔ جزئی اقطاب، اوتاد، ابدال، نجباء، نقباء اور تمام اقسام کے اولیاء اللہ اس کے

---

[۱] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مع کلمات طیبات ملفوظات حضرت ایشاں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[۲] " " " " " " " " " "

[۳] تذکرۃ الموتی والقبور اردو ترجمہ مصباح النور باب روحوں کے ٹھہرنے کی جگہ کے بیان میں نوری کتب خانہ لاہور ص ۷۶

قطب الارشاد بالاصالۃ نیز خوانند وایں منصب عالی از وقتِ ظہورِ آدم علیہ السلام بروحِ پاک علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ مقرر بود۱؎

محتاج ہوتے ہیں۔ اس منصب بلند والے کو امام، اور قطب الارشاد بالاصالۃ بھی کہتے ہیں ــــ اور یہ منصب عالی ظہورِ آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی رُوح پاک کے لئے مقرر تھا۔ (ت)

پھر ائمہ اطہار رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو بترتیب اس منصبِ عظیم کا عطا ہونا لکھ کر کہتے ہیں:

بعد وفات عسکری علیہ السلام تا وقتِ ظہور سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر الجیلی ایں منصب بروح حسن عسکری علیہ السلام متعلق بود۲؎

حضرت عسکری کی وفات کے بعد سید الشرفا غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی کے زمانۂ ظہور تک یہ منصب حضرت حسن عسکری کی رُوح سے متعلق رہے گا (ت)

پھر کہا:۳۹

چوں حضرت غوث الثقلین پیدا شد ایں منصب مبارک بوے متعلق شد و تا ظہور محمد مہدی ایں منصب بروح مبارک غوث الثقلین متعلق باشد۳؎

جب حضرت غوث الثقلین پیدا ہُوئے یہ منصب مبارک ان سے متعلق ہُوا اور امام محمد مہدی کے ظہور تک یہ منصب حضرت غوث الثقلین کی رُوح سے متعلق رہے گا۔ (ت)

پھر کہا:۴۰

چوں امام محمد مہدی ظاہر شود ایں منصب عالی تا انقراضِ زمان بوے مفوض باشد۴؎

جب امام مہدی ظاہر ہوں گے یہ منصب بلند اختتامِ زمانہ تک اُن کے سپرد رہے گا۔ (ت)

اخیر میں کہا:

استنباط ایں مدعا از کتاب اللہ و از حدیث می توانم کرد۵؎ اھ ملخصا

ہم اس مدعا کا استنباط کتاب اللہ اور حدیث پاک سے کر سکتے ہیں اھ ملخصاً (ت)

؎ اصل ان سب اقوال ثلٰثہ کی جناب شیخ مجدد الف ثانی۴۱ سے ہے، جیسا کہ جلد سوم مکتوب ۴۳/۱۲۳ ۴۲ میں مفصلاً مذکور، اُن کے کلام میں اس قدر امر اور زائد ہے کہ:

بعد از ایشاں (یعنی حضرت مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ الاسنی) بہریکے از ائمہ اثنا عشر علی الترتیب

حضرت مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ کے بعد بارہ اماموں میں سے ہر ایک کے لیے ترتیب و تفصیل کے ساتھ

۱؎ تا ۵؎ سیف المسلول مترجم اردو خاتمۂ کتاب فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۵۲۷ تا ۵۲۹

والتفصیل قرار گرفت و دراعصار ایں بزرگواران و
ہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کرا فیض و ہدایت
می رسد بتوسط ایں بزرگواران بودہ ملاذ و ملجائے
ہمہ ایشاں بودہ اند تا آنکہ نوبت بحضرت شیخ عبدالقادر
جیلانی رسید قدس سرہٗ الخ اھ ملخصا

قرار پذیر ہوا، ان بزرگوں کے زمانے میں، اسی طرح
ان کی رحلت کے بعد جسے بھی فیض و ہدایت پہنچتی انہی
بزرگوں کے توسط سے تھی اور سب کا ملجا یہی حضرات
تھے یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہٗ
تک نوبت پہنچی الخ (ت)

اور انھوں[45] نے جلد ثانی میں خود اپنے لیے بھی اس منصب کا حصول مانا اور اس اعتراض سے کہ پھر اس دورے میں منصب مذکور کا حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اختصاص کب رہا، جلد ثالث میں یُوں جواب دیا کہ:

مجدد الف ثانی دریں مقام نائب مناب حضرت شیخ
است و بنیابت حضرت شیخ ایں معاملہ باو مربوط
است چنانکہ گفتہ اند نور القمر مستفاد من نور الشمس
فلا محذور[1]

مجدد الف ثانی اس مقام میں حضرت شیخ کا قائم مقام
ہے اور حضرت شیخ کی نیابت سے یہ معاملہ اس سے
وابستہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے ماہتاب کا نور آفتاب
کے نور سے مستفاد ہے۔ تو کوئی اعتراض نہ رہا۔ (ت)

مقال (۴۶ تا ۵۸) شاہ ولی اللہ[46] انتباہ میں اور ان کے بارہ اساتذہ و مشائخ کہ عرب و ہند وغیرہما بلاد کے علماء و اولیاء ہیں، حضرت مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو وقتِ مصیبت مددگار مانتے اور ع

تجدہ عونا لک فی النوائب

(انھیں مصائب میں اپنا مددگار پاؤ گے۔ ت)

کو حق جانتے، وسیأتی نقلہ فی الوصل الآتی ان شاء اللہ تعالٰی (وصل آیندہ میں یہ کلام نقل ہوگا اگر خدا نے چاہا۔ ت)

مقال (۵۹) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں لکھا:

از جملہ نسبت ہائے معتبرہ نزدیک قوم نسبت اویسیہ
است خواہ ایں مناسبت بہ نسبت ارواح انبیاء
باشد یا اولیائے اُمت یا ملائکہ و لباست کہ

اہلِ طریقت کے نزدیک معتبر نسبتوں میں سے ایک
نسبت اویسی بھی ہے خواہ یہ مناسبت ارواحِ انبیاء
کی نسبت سے ہو یا اولیائے امت یا ملائکہ کی نسبت

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی مکتوب دو صد و بست و سوم مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۳/ ۴۸-۴۷
[2] " " " ۲۴۸/

مناسبت بروحی حاصل شود بجہت آنکہ فضائل وے استماع کردہ محبتے خاص بہم رسانید و آں محبت سبب کشادہ شدن را ہے گرد د میان روح و این کس یا بجہت آنکہ روح مرشد وے یا جد وے باشد د روے ہمت ارشاد منتسبیان خود متمکن شدہ الخ[1] انتہی ملتقطا۔

سے ہو اور ایسا بھی بہت ہوتا ہے کہ کسی رُوح سے مناسبت پیدا ہو گئی اس لئے کہ اس کے فضائل سُن کر اس سے ایک خاص محبت بہم پہنچائی ۔ وُہ محبت اس رُوح اور اس شخص کے درمیان ایک راہ کھلنے کا سبب ہو جاتی ہے ــــ یا اس وجہ سے کہ وہ اس کے مرشد یا مرشد کے مرشد کی روح ہے اس کے اندر اپنے منتسبین کی رہنمائی کی ہمت خود قرار پذیر ہے۔ الخ (ختم التقاط کے ساتھ)۔ (ت)

مقال (۶۰) اُسی میں ہے:

از ثمراتِ ایں نسبت (یعنی اویسیہ) رویت آں جماعت است در منام و فائدہ از ایشاں یافتن و در مہالک و مضائق صورت آں جماعت پدید آمدن وحل مشکلات وے بآں صورت منسوب شدن[2]۔

اس نسبت اُویسی کے ثمرات سے ہے خواب میں اُس جماعت کا دیدار ہونا، ان سے نفع پانا، ہلاکت و مصیبت کی جگہوں میں اُس جماعت کی صورت کا نمودار ہونا اور مشکلات کا حل اُس صورت سے منسوب ہونا۔ (ت)

مقال (۶۱) اُسی میں ہے:

امروز اگر کسے را مناسبت بروح خاص پیدا شود و از انجا فیض بردار و غالباً بیرون نیست از آنکہ ایں معنی بہ نسبت پیغمبر صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم باشد یا بہ نسبت حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰے وجہہٗ یا بہ نسبت حضرت غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ و آنانکہ مناسبت بہ سائر ارواح دارند باعث خصوص آں اسباب طاریہ شدہ اند مثل آنکہ وے محبت آں بزرگ بسیار دارد، و بر قبرِ وے بسیار می رود، و ایں معنی سلسلہ جنبان از جہت

آج اگر کسی کو کسی خاص رُوح سے مناسبت پیدا ہو اور وہاں سے فیض یاب ہو تو غالباً اس سے باہر نہ ہو گا کہ یہ معنی حضرت رسول خدا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت سے ہو یا حضرت امیر المومنین علی مرتضٰے کرم اللہ تعالٰے وجہہ کی نسبت سے یا حضرت غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالٰے عنہ کی نسبت سے ہو اور جو لوگ تمام ارواح سے مناسبت رکھتے ہیں ان کی خصوصیت کا باعث عارضی اسباب ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اُس بزرگ سے زیادہ محبت رکھتا ہے اور اس

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد پاکستان ص ۵۷-۵۶

[2] ہمعات " " " ص ۵۹

قابل گشتہ است ، وآں بزرگ را ہمتِ قویہ بودہ آست درتربیت منتسبان خود وآں ہمت ہنوز در روح وے باقی است وایں معنی سلسلہ جنبان از جہت فاعل است [1]

کی قبر پر زیادہ جاتا ہے۔ یہ معنی قابل کی جانب سے محرک بنا — اور اپنے منتسبین کی تربیت میں اُس بزرگ کی ہمت قوی تھی اور وُہ ہمت رُوح میں اب بھی باقی ہے — یہ معنی فاعل کی جانب سے محرک ہوا۔ (ت)

مقال (۶۲) حجۃ اللہ البالغہ میں ہے :

قد استفاض من الشرع ان اللہ تعالٰی عباداھم افاضل الملئکۃ وانھم یکونون سفراء بین اللہ وبین عبادہ انھم یلھمون فی قلوب بنی اٰدم خیرا، وان لھم اجتماعات کیف شاء اللہ وحیث شاء اللہ یعبر عنھم باعتبار ذلک بالملاء الاعلٰی وان لارواح افاضل الاٰدمیین دخولا فیھم ولحوقا بھم کما قال اللہ تعالٰی یایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الٰی ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی ، والملاء الاعلٰی ثلثۃ اقسام ، قسم ھم نفوس انسانیۃ ما زالت تعمل اعمالا منجیۃ تفید اللحوق بھم حتی طرحت عنھا جلابیب ابدانھا فانسلکت فی سلکھم وعدت منھم [2] اھ ملخصا۔

یعنی بے شک شرع سے بدرجۂ شہرت ثبوت کو پہنچا کہ مقرب فرشتے خدا اور اس کے بندوں میں واسطہ ہوتے اور آدمیوں کے دلوں میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں اور ان کے لیے اجتماع ہیں جس طرح خدا چاہے اور جہاں چاہے، اسی لحاظ سے انھیں ملاء اعلٰی کہتے ہیں اور یہ بھی اسی طرح شرع سے بشہرت ثابت کہ بزرگانِ دین کی رُوحیں بھی ان میں داخل ہوتی اور اُن سے ملتی ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "اے اطمینان والی جان! پلٹ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وُہ تجھ سے خوش ، پس داخل ہو میرے بندوں میں اور آ میری جنت میں"۔ اور ملاءِ اعلٰی کی ایک قسم وہ ارواحِ انسانی ہیں کہ ہمیشہ رستگاری کے کام کرتے رہے جن کے باعث اُن ملائکہ سے ملے یہاں تک کہ جب بدن کی نقابیں پھینکیں ملاءِ اعلٰی میں داخل ہوئے اور انھیں سے شمار کیے گئے۔

مقال (۶۳) عزیزی میں فرمایا :

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمۃ الشاہ ولی اللہ حیدر آباد پاکستان ص ۶۳-۶۲

[2] حجۃ اللہ البالغہ باب ذکر الملاء الاعلٰی المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱۶-۱۵

در دفن کردن چوں اجزائے بدن بتمامہ یکجا می باشند علاقۂ رُوح با بدن ازراہِ نظرِ عنایت بحال می ماند و توجہ رُوح بزائرین ومستأنسین ومستفیدین بہ سہولت مے شود[1]

دفن کرنے میں بدن کے تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور نظرِ عنایت سے رُوح کا تعلق بدن سے ہوجاتا ہے اور زائرین اور انس اور استفادہ کرنے والوں کی طرف توجہ آسان ہوجاتی ہے (ت)

مقال (۶۴) میاں اسمٰعیل صراطِ مستقیم میں لکھ گئے:

حضرت مرتضوی رایک نوع تفضیل بر حضرات شیخین ہم ثابت وآں تفضیل بجہت کثرت اتباع ایشاں و وساطت مقامات ولایت بل سائر خدمات است مثل قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضےٰ تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشاں است[2]

حضرت مرتضیٰ کو یک گونہ فضیلت حضرات شیخین پر بھی ثابت ہے اور وہ فضیلت متبعین کی کثرت اور مقامات ولایت بلکہ تمام خدمات —— جیسے قطبیت، غوثیت، ابدالیت وغیرہا —— میں وساطت کے لحاظ سے ہے۔ سب حضرت مرتضیٰ کے عہدِ کریم سے اختتامِ دُنیا تک ان ہی کے واسطے سے ہے۔ (ت)

مقال (۶۵) اُسی میں ہے:

حق جل وعلا بذاتِ پاک خود یا بواسطہ ملائکہ عظام یا ارواحِ مقدسہ بسبب برکت توسل بقرآن محافظت طالب خواہد نمود[3]

حق جل وعلا بذاتِ خود یا ملائکہ عظام یا ارواحِ مقدسہ کے واسطہ سے، قرآن سے توسل کی برکت کے سبب طالب کی حفاظت فرمائے گا۔ (ت)

مقال (۶۶) مولوی اسحاق کی مائۃ مسائل میں ہے:

سوال: شخصیکہ منکر باشد فیضِ رُوحِ مبارک محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم را در عالمِ برزخ وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواحِ مقدسہ انبیائے دیگر علیہم الصلوٰۃ والسلام وشخصے کہ منکر باشد از فیض ارواحِ اولیاء اللہ در عالمِ برزخ حکمِ اُو چیست؟

جو شخص عالمِ برزخ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک کے فیض کا اور جو دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواحِ مقدسہ کے فیض کا اور جو عالمِ برزخ میں اولیاء اللہ کی ارواح کے فیض کا منکر ہو اس کا حکم کیا ہے؟

۱؎ تفسیر عزیزی پارہ عم استفادہ از اولیائے مدفونین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۴۳

۲؎ صراطِ مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر بدعاتیکہ الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۵۸

۳؎ " باب چہارم دربیان طریق سلوک راہ نبوت الخ " " ص ۱۴۸

جواب: ہر فیض شرعی کہ ثبوت باخبار متواترہ باشد منکر آں کافر است و ہر فیضیکہ ثبوت آں باخبار مشہورہ باشد منکر آں ضال است ہر فیضے کہ ثبوت آں بخبر واحد باشد منکر آں بہ سبب ترک قبول گنہ گار خواہد شد بشرطیکہ ثبوت آں بطریق صحیح یا بطریق حسن خواہد شد اھ ملخصا[1]

جس فیض شرعی کا ثبوت احادیث متواترہ سے ہو اس کا منکر کافر ہے اور جس فیض کا ثبوت احادیث مشہورہ سے ہو اس کا منکر گمراہ ہے اور جس فیض کا ثبوت خبر واحد سے ہو اس کا منکر ترکِ قبول کی وجہ سے گنہ گار ہوگا بشرطیکہ اس کا ثبوت بطریق صحیح یا بطریق حسن ہو۔ (ت)

ہرچند یہ جواب سراپا عیاری پر مبنی ہے مگر سب نے دیکھا کہ سوال فیضِ برزخ سے تھا، واجب کہ جواب اسے بھی شامل ہو اس قدر امر نفی جنون کے لیے ضروری یا اُن کی دیانت وللّٰہیت سے انکار اور اخفائے حق وتلبیس بالباطل کا اقرار کیا جائے۔

مقال (۶۷) جناب شیخ مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں:

بعد از رحلت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (یعنی خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) بتقریب زیارت مزار شریف بربلدۂ محروسہ دہلی اتفاق عبور اُفتاد روز عید بزیارت مزار شریف ایشاں رفتہ بود در اثنائے توجہ بمزار متبرک التفاتے تمام از روحانیت مقدسۂ ایشاں ظاہر گشت واز کمال غریب نوازی نسبت خاصۂ خود را کہ بحضرت خواجہ احرار منسوب بود مرحمت فرمودند[2]

حضرت ارشاد پناہی قبلہ گاہی (خواجہ باقی باللہ علیہ رحمۃ اللہ) کی رحلت کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے شہر دہلی میں گزرنے کا اتفاق ہوا۔ عید کے دن حضرت کے مزار پاک کی زیارت کے لیے گیا، مزار پاک کی جانب توجہ کے دوران حضرت کی مقدس روحانیت سے کامل التفات رُونما ہُوا اور کمال غریب نوازی سے اپنی خاص نسبت جو حضرت خواجہ احرار کی جانب تھی مجھے مرحمت فرمائی۔ (ت)

تنبیہ: لفظ "بتقریب زیارت مزار شریف الخ" ملحوظ رہے اور یونہی "غریب نواز" بھی کہ حضرت خواجہ اجمیری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہنے سے متعصبان طائفہ چڑتے ہیں۔

مقال (۶۸) شاہ ولی اللہ انفاس العارفین میں اپنے استاذ الاستاذ محدث ابراہیم کُردی علیہ الرحمۃ کا حال لکھتے ہیں:

دو سال کم وبیش در بغداد ساکن بود بر قبر سیدی عبد القادر

کم وبیش دو سال تک آپ بغداد میں مقیم رہے اس دوران آپ

---

[1] مائۃ مسائل سوال ششم تا ہشتم مکتبہ توحید وسنت پشاور ص ۱۷-۱۶

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۹۷ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۱۳

قدس سرہٗ متوجہ مے شد و ذوق ایں راہ از آنجا پیدا کرد[1]

اکثر سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار مبارک کو مرکزِ توجہ بنایا کرتے تھے اور یہیں سے آپ کو راہِ معرفت کا ذوق پیدا ہوا۔ (ت)

مقال (۶۹) اسی میں حضرت میر ابو العلی قدس سرہٗ کے ذکر مبارک میں لکھا:

بمزار فیض الانوار حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ متوجہ بودند و از آنجناب دل رُبا بہا یافتند و فیضہا گرفتند[2]

حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے مزار فائض الانوار کی طرف متوجہ ہوئے، اس بارگاہ سے خاص لطف و کرم پایا اور فیوض حاصل کئے۔ (ت)

مقال (۷۰ و ۷۱) اُسی میں اپنے نانا ابو الرضا محمد سے نقل کیا:

می فرمودند یک بار حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ را در یقظہ دیدم اسرار عظیم دراں محل تعلیم فرمودند[3]

فرماتے تھے ایک بار حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بیداری میں دیکھا اُس مقام میں عظیم اسرار تعلیم فرمائے۔ (ت)

مقال (۷۲) اُسی میں شیخ مذکور کے حالات میں لکھا:

عجوزہ را از مخلصان بعد وفات ایشاں تپ لرزہ گرفت بغایت نزار گشت شبے بنوشیدن آب و پوشیدن لحاف محتاج شد و طاقت آں نداشت و کسے حاضر نبود ایشاں متمثل شدند و آب دادند و لحاف پوشانیدند آں گاہ غائب شدند[4]

مخلصین میں سے ایک بُڑھیا حضرت کی وفات کے بعد تپ لرزہ میں گرفتار ہُوئی، انتہائی لاغر ہوگئی، ایک رات اُسے پانی پینے اور لحاف اوڑھنے کی ضرورت تھی، اس کے اندر طاقت نہ تھی اور دوسرا کوئی موجود نہ تھا، حضرت متمثل ہُوئے، پانی دیا، لحاف اُڑھایا، پھر اچانک غائب ہوگئے۔ (ت)

مقال (۷۳ تا ۷۵) القول الجمیل میں ہے:

تأدب شیخنا عبد الرحیم من ارواح الائمۃ الشیخ عبد القادر الجیلانی و الخواجہ بہاء الدین محمد

یعنی ہمارے مرشد شیخ عبد الرحیم نے ائمہ کرام حضور غوث اعظم و خواجہ نقشبند و خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالےٰ

---

[1] انفاس العارفین مترجم اردو شیخ ابراہیم کُردی اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص ۳۸۶

[2] ″ ″ میر ابو العلی ″ ″ ″ ″ ۶۹

[3] ″ ″ حصہ دوم شیخ ابو الرضا محمد ″ ۱۹۴

[4] ″ ″ امداد اولیاء ″ ۲۶۹

نقشبند والخواجہ معین الدین بن الحسن الچشتی وانہ رأھم واخذ منھم الاجازۃ وعرف نسبۃ کل واحد منھم علی حدتھا مما فاض منھم علی قلبہ وکان یحکی لنا حکایتھا رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنھم اجمعین۔[1]

عنہم کی ارواحِ طیبہ سے آدابِ طریقت سیکھے اور ان سے اجازتیں لیں اور ہر ایک کی نسبت جو اُن سرکاروں سے اُن کے دل پر فائز ہوئی جُدا جُدا پہچانی اور ہم سے اُس کی حکایت بیان کرتے تھے اللہ تعالٰی ان سب حضرات اور اُن سے راضی ہوا۔

مولوی خرم علی صاحب نے اگرچہ[2] رأھم کے ترجمہ میں لفظ "خواب میں دیکھا" اپنی طرف سے بڑھادیا جس پر کلامِ شاہ ولی اللہ میں اصلاً دال نہیں، مگر ارواحِ عالیہ کا فیض بخشنا، اجازتیں دینا، نسبتیں عطا فرمانا مجبورانہ مسلّم رکھا۔

مقال (۷۶ و ۷۷) مرزا جانجاناں صاحب فرماتے ہیں:

از حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ دوکس طریقہ گرفتند یکے طریقہ قادری اخذ کرد و دیگرے طریقہ نقشبندیہ اختیار نمود ایشاں فرمودند کہ روح مبارک حضرت غوث الاعظم تشریف آوردہ صورت مثالی مرید خاندانِ خود را ہمراہ بردند وحضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما شدہ صورت مثالی معتقد خود را با خود بردند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم۔[3]

حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے دو آدمیوں نے طریقت حاصل کی، ایک نے طریقۂ قادری لیا، دوسرے نے طریقۂ نقشبندیہ اختیار کیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم کی رُوحِ مبارک تشریف لائی اور اپنے خاندان کے مرید کی صورتِ مثالی کو ساتھ لے گئی اور حضرت خواجہ نقشبند تشریف فرما ہو کر اپنے عقیدتمند کی صورتِ مثالی کو اپنے ساتھ لے گئے۔ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ (ت)

مقال (۷۸) اسمٰعیل نے صراط المستقیم میں اپنے پیر کا حال لکھا:

روحِ مقدس جناب حضرت غوث الثقلین وجناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ تاقریب یک ماہ فی الجملہ تنازعے در مابین روحین مقدسین درحق حضرت ایشاں ماندہ

حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی رُوحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں اور قریب ایک ماہ تک دونوں مقدس رُوحوں کے درمیان حضرت کے حق میں تنازع رہا اس لئے دونوں

---

[1] القول الجمیل معہ شرح شفاء العلیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲
[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل فصل ۱۱ سند سلسلہ قادریہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۲
[3] ملفوظات مرزا مظہر از کلمات طیبات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

زیراکہ ہرواحد ازیں ہردو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں بتمامہ بسوئے خود مے فرمود تا آنکہ بعد انقراض زمانۂ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند تا قریب یک پاس ہردو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور مے فرمودند تا اینکہ در ہمان یک پاس حصولِ نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردید۔[1]

اماموں میں سے ہر ایک حضرت کو پورے طور سے اپنی طرف کھینچنے کا تقاضا کر رہے تھے یہاں تک کہ زمانۂ تنازع کے ختم ہونے اور شرکت پر مصالحت واقع ہوجانے کے بعد ایک دن دونوں مقدس روحیں حضرت پر جلوہ گر ہوئیں ایک پہر کے قریب دونوں امام حضرت کے نفسِ نفیس پر قوی توجہ اور پُر زور تاثیر ڈالتے رہے یہاں تک کہ اسی ایک پہر کے اندر دونوں طریقتوں کی نسبت حضرت کو نصیب ہوگئی۔ (ت)

مقال (۷۹) اُسی میں ہے :

روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند دریں اثناء بروح پُر فتوح ایشاں علامات متعلق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہی بس قوی فرمودند کہ بسبب آں توجہ ابتدائے حصول نسبت چشتیہ متحقق شد۔[2]

ایک دن حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کے مرقد انور کی طرف حضرت تشریف لے گئے، ان کے مرقد مبارک پر مراقبہ میں بیٹھے اس دوران حضرت کی روحِ پُر فتوح پر علامات متحقق ہوئیں، اور آں حضور نے حضرت پر بہت قوی توجہ فرمائی جس کے سبب نسبتِ چشتیہ کے حصول کی ابتداء متحقق ہوئی۔ (ت)

وصل چہارم — اصل مسئلہ مسئولہ سائل یعنی اولیائے کرام سے استمداد و التجا اور اپنے مطالب میں طلبِ دعا اور حاجت کے وقت اُن کی ندا میں۔

مقال (۸۰ تا ۸۸) شاہ ولی اللہ نے ہمعات میں کہا :

بزیارت قبرِ ایشاں رود و از آں جا انجذاب دریوزہ کند۔[3]

ان کی قبروں کی زیارت کو جائے اور وہاں بھیک مانگے۔ (ت)

---

[1] صراطِ مستقیم باب چہارم در بیان سلوک راہِ ثبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

[2] ایضاً " " " " ص " "

[3] ہمعات ہمعہ ۸ اکادمیہ شاہ ولی اللہ حیدر آباد ص ۳۴

رُباعی[1] میں کہا: ع

فیض قدس از ہمتِ ایشاں میجو[1]

(ہمت سے ان کے فیض قدس کے خواستگار رہو۔ ت)

(۸۸) پھر مولوی خرم علی کہتے ہیں، میت سے قریب ہو پھر کے یا دُوح[2]

عزیزی[3] میں فرمایا:

اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از آنہا می نمایند[4]
اُویسی لوگ باطنی کمالات کا مقصد ان سے حاصل کرتے ہیں۔ (ت)

اور فرمایا:

ارباب حاجات حلِ مشکلات خود از آنہا مے طلبند[5]
اہل حاجت اپنی مشکلوں کا حل ان سے طلب کرتے ہیں (ت)۔

اسی[6] میں ہے: از اولیائے مدفونین استفادہ جاری است[6] (مدفون اولیاء سے استفادہ جاری ہے۔ ت)

مرزا صاحب[7] نے مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہٗ کی نسبت کہا: در عارضۂ جسمانی توجہ بآنحضرت واقع می شود[6] (عارضۂ جسمانی میں آں حضرت کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ت) کہ یہ سب اقوال مقصد اوّل میں گزرے۔

شاہ عبدالعزیز[8] نے سید احمد زروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی نسبت کہا، مردے جلیل القدر یست کہ مرتبۂ کمال او فوق الذکر است[7] (ایک جلیل القدر شخصیت ہیں جن کا رتبۂ کمال ذکر سے بالاتر ہے۔ ت) پھر ان سے نقل کیا "مصیبت میں یا زروق کہہ کر پکار میں فوراً مدد کو آؤں گا۔" یہ بھی مقصد میں گزرا۔

مقال (۸۹) مرزا صاحب کے وصایا میں ہے: بزیارت مزارات اولیاء دریوزہ فیض جمعیت کن[9] (مزارات اولیاء کی زیارت سے دل جمعی کے فیض کی بھیک مانگو۔ ت)

---

[1] مکتوبات شاہ ولی اللہ مع کلمات طیبات، مکتوب بست و دوم، در شرح رباعیات مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۹۴
[2] شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل کشف قبور و استفاضہ بدان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۲
[3] تفسیر عزیزی زیر آیہ والقمر اذا اتسق مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۲۰۶
[4] " " " " "
[5] " استفادہ از اولیائے مدفونین " " " ۱۴۳
[6] ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں از کلمات طیبات مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸
[7] و [8] بستان المحدثین حاشیۃ البخاری للزروق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۱
[9] کلمات طیبات نصائح و وصایا مرزا صاحب مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۹

مقال (٩٠ تا ١٠٢) شاہ ولی اللہ کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں:

ایں فقیر خرقہ از شیخ ابوطاہر کردی پوشید و ایشاں بعمل آنچہ در جواہر خمسہ است اجازت دادند[1]

اس فقیر نے شیخ ابوطاہر کردی سے خرقہ پہنا اور انھوں نے جواہر خمسہ میں جو کچھ ہے اس کے عمل کی اجازت دی۔ (ت)

پھر کہا:

وایضاً فقیر در سفر حج چوں بہ لاہور رسید و دست بوس شیخ محمد سعید لاہوری دریافت ایشاں اجازت دعائے سیفی دادند بل اجازت جمیع اعمال جواہر خمسہ[2]

فقیر سفر حج میں جب لاہور پہنچا شیخ محمد سعید لاہوری کی دست بوسی پائی اُنھوں نے دعائے سیفی کی اجازت دی بلکہ جواہر خمسہ کے تمام عملیات کی اجازت دی (ت)

یہ شیخ ابوطاہر[91] کردی مدنی شاہ ولی اللہ کے شیخ حدیث و پیر سلسلہ ہیں، مدینہ طیبہ میں مدتوں اُن کی خدمت میں رہ کر سلاسل حدیث حاصل کئے کہ وہی اُن سے شاہ عبدالعزیز صاحب اور اُن سے مولوی اسحٰق کو پہنچے اور اُن شیخ محمد سعید[92] کی نسبت انتباہ میں لکھا:

یکے از اعیان مشائخ طریقہ بودند شیخ معمر ثقہ[3]

ممتاز مشائخ طریقت میں سے ایک عمر رسیدہ شیخ تھے۔ (ت)

اسی میں دونوں مشائخ سے سلاسل اجازت بیان کیے جن سے ثابت کہ شیخ ابراہیم[93] کردی والد شیخ ابوطاہر مدنی اور ان کے استاد شیخ احمد[94] قشاشی اور ان کے استاد شیخ احمد[95] شناوی اور شاہ ولی اللہ کے استاذ الاستاذ احمد[96] نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ ولی اللہ کے اکثر سلاسل حدیث میں داخل ہیں کما یظہر من المسلسلات وغیرہا (جیسا کہ مسلسل اتحاف وغیرہا کی سند سے ظاہر ہے۔ ت) اور ان شیخ معمر ثقہ کے پیر شیخ محمد[97] اشرف لاہوری اور اُن کے شیخ مولانا عبدالملک[98] اور ان کے شیخ بایزید[99] ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ[100] بروجی اور ان دونوں صاحبوں کے پیر مولٰنا وجیہ الدین[101] علوی ان سب علماء و مشائخ نے سیفی وغیرہ اعمال جواہر خمسہ کی اجازتیں اپنے اساتذہ سے لیں اور تلامذہ کو عطا کیں، اور جناب شاہ محمد غوث[102] گوالیاری تو ان سلاسل کے منتہی اور جواہر کے مؤلف ہیں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔ اب ملاحظہ ہو کہ اسی جواہر خمسہ میں اسی دعائے سیفی کی ترکیب میں کیا لکھا ہے:

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آں ایں است:

سات بار، یا تین بار، یا ایک بار ناد علی پڑھے، اور وہ یہ ہے:

---

[1] الانتباہ فی سلاسل اولیاء طریقہ شطاریہ برقی پریس دہلی ص ١٣٧

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ١٣٨

[3] 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

ناد علیا مظہر العجائب — حیرت زا چیزوں کے مظہر حضرت علی کو ندا کر

تجدہ عونالک فی النوائب — انھیں ناگہانی آفتوں مصیبتوں میں اپنا مددگار پائے گا

کل ہم و غم سینجلی — ہر رنج و غم دُور ہو جائے گا

بولایتك یا علی یا علی یا علی — آپ کی ولایت سے اے علی، اے علی، اے علی! (ت)

اگر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مشکل کُشا ماننا، مصیبت کے وقت مددگار جاننا، ہنگامِ غم و تکلیف اُس جناب کو ندا کرنا 'یا علی یا علی کا دم بھرنا شرک ہو تو معاذ اللہ تمھارے نزدیک حضرات مذکورین سب کفار و مشرکین ٹھہریں، اور سب سے بڑھ کر بھاری مشرک کٹر کافر عیاذًا باللہ شاہ ولی اللہ ہوں جو مشرکوں کو اولیاء اللہ جانتے، اپنا شیخ و مرشد و مرجع سلسلہ مانتے، احادیثِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سندیں اُن سے لیتے، مدتوں ان کی خدمتگاری و کفش برداری کی داد دیتے، انھیں شیخ ثقہ و عادل بتاتے، ان کی ملاقات کو بلفظ دست بوس تعبیر فرماتے ہیں۔ محدثی کا تمغا، حدیث کی سندیں یوں برباد ہُوئیں کہ اتنے مشرکین ان میں داخل، پھر شاہ عبدالعزیز صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب سے یہی نسبتِ خدمت و ارادت و تلمذ و بیعت و مدح و عقیدت حاصل، اور اُن کی سب سندوں میں تمھارے طور پر یہ مشرکِ اعظم و کافرِ اکبر شامل، کہاں کی شاہی، کیسی محدثی، اصل ایمان کی سلامتی مشکل، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ پھر مولوی اسحٰق و میاں اسمٰعیل بیچارے کس گنتی میں کہ اُن کی تو ساری کرامات اسی شرکستان کی بھٹی میں، مشرکوں کی نسل، مشرکوں کی اولاد، مشرک ہی پیر، مشرک ہی استاد، آنکھ کھُلتے ہی مشرک نظر پڑے، ہوش سنبھلتے ہی مشرکوں میں بگڑے، مشرکوں کی گود، مشرکوں کی بغل، مشرکوں کا دُودھ، مشرکوں کا عمل، مشرکوں میں پلے، مشرکوں میں بڑھے، مشرکوں سے سیکھے، مشرکوں سے پڑھے، مشرک دادا، مشرک نانا، عمر بھر مشرکوں کو جانا مانا، العیاذ باللہ رب العالمین ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الحق المبین۔ مسلمان دیکھیں کہ یا علی یا علی کو شرک ٹھہرانے کی کیا سزا ملی، نہ ناحق مسلمانوں کو مشرک کہتے نہ اگلوں پچھلوں کے مشرک بننے کی مصیبت سہتے، اس سے یہی بہتر کہ راہِ راست پر آئیں، سچّے مسلمانوں کو مشرک نہ بنائیں ورنہ اپنوں کے ایمان کی فکر فرمائیں کہ کہ کرد کہ نیافت کو بھول نہ جائیں ؎

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را — دیکھا کہ پروانہ کے خونِ ناحق نے شمع کو

چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند — اتنی بھی اماں نہ دی کہ شب کو سحر کرے (ت)

نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ آمین۔ — ہم خدا سے عافیت اور انجام کی خیریت کے خواستگار ہیں، الٰہی قبول فرما! (ت)

۱؎ جواہر خمسہ مترجم اردو فصل ۱۳ مناجات اور ادعیہ دارالاشاعت مسافرخانہ کراچی ص ۲۸۲ و ۴۵۳

مقال (۱۰۳) اسی انتباہ میں بعض مشائخ حضرات قادریہ قدست اسرارہم سے حصول مہمات و قضائے حاجات کیلئے ایک ختم یوں نقل کیا :

اوّل دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ[1]

پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود، پھر ایک سو گیارہ بار کلمۂ تمجید اور ایک سو گیارہ بار شیئاً للہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی الخ (خدا کے لیے کچھ عطا ہو اے شیخ عبدالقادر جیلانی) (ت)

مقال (۱۰۴) شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں :

کاش اگر قتلۂ عثمان دہ دوازدہ سال دیگر ہم تن بصبر مے دادند و سکوت کردہ مے نشستند سند و ہند و ترک و چین نیز مثل ایران و خراسان یا علی یا علی مے گفتند[2] الخ

کاش اگر قاتلانِ عثمان دس بارہ سال اور صبر کرتے اور خاموش بیٹھتے تو سندھ، ہند، ترکستان اور چین بھی ایران و خراسان کی طرح یا علی یا علی کہتے الخ (ت)

مقال (۱۰۵) رسالۂ فیض عام مزاراتِ اولیاء سے استعانت میں شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہے :

طریقِ استمداد از ایشاں آنست کہ بزبان گوید اے حضرتِ من برائے کار فلاں در جنابِ الٰہی التجا مے کنم شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمایید لکن استمداد از مشہورین باید کرد[3] (ملخصاً)

ان حضرات سے استمداد کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے کہے : اے میرے حضور! فلاں کام کے لیے میں بارگاہِ الٰہی میں التجا کر رہا ہوں آپ بھی دُعا و شفاعت سے میری امداد کیجئے۔ لیکن استمداد مشہور حضرات سے کرنا چاہیے۔ (ت)

یہ خاص صورتِ مسئولہ کا جواب ہے واللہ الھادی الی سبیل الصواب (اور اللہ ہی راہِ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

الحمدللہ کہ یہ نوع بھی اپنے منتہٰی کو پہنچی، سَو مقال کا وعدہ تھا ایک سَو پانچ[۱۰۵] گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مقصد اول میں پینتیس[۳۵] سوال تھے، مقصد دوم میں ساٹھ[۶۰] حدیثیں، ادھر نوعِ اوّل میں دو سَو[۲۰۰] قول، اب یہ ایک سَو پانچ[۱۰۵] مقال مل کر **چار سَو کا عدد کامل** اور فقیر کا وُہ مدعا حاصل ہوگیا کہ مولوی صاحب سددہ اللہ

---

[1] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء

[2] تحفہ اثنا عشریہ — مطاعن عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ الخ — سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۱۴

[3] فتاوٰی عزیزی — رسالہ فیض عام — مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۷۷

تعالیٰ کے اصل مذہب اور اُس چند سطری تحریر پر چار سو۴۰۰ وجہ سے اعتراض ہے والحمد للہ رب العالمین۔

خاتمہ رسالہ میں دربارۂ سماعِ موتٰی عُلمائے عرب کا فتوٰی

اس رسالہ کے زمانۂ تالیف میں فقیر کو معتبر طور پر خبر پہنچی کہ مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر وہ ہمارے مسئلہ کا رد لکھے گا ہم دونوں تحریریں مولویانِ بھوپال کو بھیج دیں گے کہ وہ حکم ہو جائیں۔

اقول تحکیم بے قبول طرفین معقول نہیں، مولوی صاحب ماشاء اللہ فاضل ہیں، یہیں کیوں نہ تصفیہ ہو جائے، طالبانِ تحقیق کو اظہارِ حق سے کیوں باک آئے، رسالۂ فقیر کو ملاحظہ فرمائیں، اگر حق واضح ہو جائے تسلیم واجب، ورنہ جواب مناسب۔ ہاں تحریرِ جواب میں استعداد و استعانت کا اختیار ہے بھوپالیوں سے ہو یا بنگالیوں سے، اور اگر اوروں ہی پر رکھنا صلاح وقت ہے تو اہلِ ہند میں جسے دیکھئے گا بلا مرجح خود احد الفریقین ہے، بھوپالیوں کو مثلاً مصطفٰے آبادیوں پر کیا وجہ ترجیح ہے، لہذا سب سے قطع نظر کرکے علمائے عرب کو حکم کیجئے کہ دین وہیں سے نکلا اور وہیں کو پلٹ جائیگا اور وہاں کے جمہور علماء پر ان شاء اللہ تعالٰی شیطان ہرگز قابو نہ پائے گا۔ جناب مولٰنا اگر اس رائے کو پسند فرمائیں تو اُن اکابر کرام کا مُہری دستخطی فتوٰی بالفعل فقیر کے پاس اصل موجود، جس میں اکثر مسائلِ وہابیت کا رد واضح فرمایا اور طائفہ جدیدہ کو ضال، مضل، مبتدع، مبطل ٹھہرایا۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ اُس میں سے چند سطریں متعلق مسئلہ سماع مع شرح و دستخطِ علماء بتلخیص والتقاط حاضر کرتا ہے، واللہ الھادی اس سوال کے جواب میں کہ وہابیہ عدمِ علم و عدمِ سماعِ موتٰی کا ادعاء و اعتقاد رکھتے ہیں، فرمایا:

ھذا الادعاء افتراء قبیح وھذا الاعتقاد اعتداء صریح فان العلماء المحققین من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم قد اثبتوا اطلاع الانسان فی البرزخ وسماعہ لسلام الزائر وکلامہ ومعرفتہ والانس بہ بالاحادیث الصحیحۃ والاٰثار الصریحۃ و تاٰئد المسئلۃ مع دلائلھا مصرحۃ فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ لعلی القاری الحنفی وشرح الصدور للحافظ السیوطی وشفاء السقام

یعنی وہابیہ کا یہ ادعاء افترائے قبیح اور یہ اعتقاد ظلمِ صریح ہے، حنفیہ و شافعیہ وغیرہم کے علمائے محققین نے صحیح حدیثوں صریح خبروں سے ثابت کیا ہے کہ آدمی برزخ میں علم رکھتا اور زائر کا سلام و کلام سُنتا اور اُسے پہچانتا اور اس سے انس حاصل کرتا ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علی قاری حنفی وشرح الصدور حافظ سیوطی شافعی وشفاء السقام امام سبکی وغیرہا جمہور محققین کی کتبِ مشہورہ میں اس مسئلہ اور اس کے دلائل کی تصریح ہے یہاں تک

للامام السبکی وغیرها من الکتب المشہورۃ لجمہور المحققین حتی اشار والیہ فی کتب العقائد المشہورۃ فقد صرح فی المقاصد وشرحہ انہ عند المعتزلۃ وغیرھم البدنیۃ المخصوصۃ شرط فی الادراک فعندھم لایبقی ادراک الجزئیات عند فقد الاٰلات وعند نا یبقی وھو ظاھر من قواعد الاسلام ، ولھذا ینتفع بزیارۃ قبور الابرار والاستعانۃ من نفوس الاخیار[1] الخ وبالجملۃ فالنفس الانسانیۃ تبقی لہا الادراکات ولہا تعلقات کثیرۃ بموضع دفن جسدھا و الاحادیث والاٰثار شاھدۃ لذلک لاینکرھا بعد العلم بہا الامکابر معاند الخ۔

کہ علماء نے عقائد کی مشہور کتابوں میں اس کی طرف اشارہ کیا ، مقاصد وشرح مقاصد میں تصریح فرمائی کہ معتزلہ وغیرہم کے نزدیک یہ بدن شرطِ ادراک ہے تو اُن کے مذہب میں جب آلاتِ بدنی نہ رہے ادراکِ جزئیات بھی نہ رہا ، اور ہم اہل سنّت کے نزدیک ادراک باقی رہتا ہے ، قواعدِ اسلام اسی کی تائید کرتے ہیں ، یہی وجہ ہے کہ قبورِ ابرار کی زیارت اور ارواحِ اولیاء سے استعانت نفع دیتی ہے۔ غرض رُوحِ انسانی کے ادراکات باقی اور اُسے موضع دفن سے بہت تعلقات ہیں ، احادیث و آثار اس پر گواہ ہیں جنھیں جان بُوجھ کر انکار نہ کریگا مگر باطل کوش دشمنِ حق۔ (ت)

اس کے بعد شبہاتِ منکرین کا نصوصِ علماء سے رَد کیا اور عمائد علمائے حرمین طیبین نے اس پر مُہر و دستخط ثبت فرمائے۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن حسین کتبی حنفی مفتی مکہ

(مہر: فان لی ذمۃ منہ بتسمیتی محمدا وھو اوفی الخلق بالذمم)

لاکلام فیہ ولا شک یعتریہ اس میں نہ کلام کی گنجائش نہ شک کی خلش۔ امر برقمہ محمد بن حسین الکتبی الحنفی مفتی مکۃ المکرمۃ عفی عنہ بمنہ اٰمین۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخ مشائخنا رئیس المدرسین بالمسجد الحرام مولٰنا جمال ابن عبداللہ بن عمر مکی حنفی رحمۃ اللہ علیہ

(مہر: عبدہٖ جمال بن شیخ عمر)

لایلتفت المفید الاالیہ ولایعول المستفیدالاعلیہ مفید التفات نہ کرے مگر اسی طرف ، اور مستفید اعتماد نہ کرے مگر اسی پر۔ امر برقمہ رئیس المدرسین الکرام

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع مدرک الجزئیات عندنا النفس دار المعارف النعمانیہ کریم پارک لاہور ۴۳/۲

بالمسجد المکی الحرام الراجی لطف ربہ الخفی جمال بن عبد اللہ شیخ عمر الحنفی لطف اللہ تعالٰی بھما۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکّہ مبارکہ

لاریب فیہ ولا شک یعتریہ

(عبدہٗ حسین)

کتبہ الفقیر حسین بن ابراھیم المالکیۃ بمکۃ مفتی المشرفیۃ المحمیۃ

شرح دستخط حضرت مولٰنا وشیخنا وبرکتنا زین الحرم عین الکرم مولٰنا احمد زین دحلان شافعی مفتی مکہ مکرمہ قدس سرہ العزیز

رأیت ھذا المؤلف الشریف الحاوی لکل برھان لطیف فرأیتہ قد نص علی عقائد اھل الحق المؤیدین وابطل عقاید اھل الضلال المبطلین میں نے یہ شریف تالیف جامع ہر دلیل لطیف دیکھی تو میں نے اسے پایا کہ اہلِ حق وارباب تائید کے عقیدے صاف واضح لکھے ہیں اور باطل پرست گمراہوں کے مذہب باطل کیے ہیں رقمہ بقلمہ المرتجی من ربہ الغفران

(احمد دحلان)

احمد بن زین دحلان۔

شرح دستخط حضرت مولٰنا محمد بن غرب شافعی مدنی مدرس مسجد مدینہ طیبہ

تاملت فی ھذا المؤلف فرأیت مؤلفہ قد اجاد ولکل نص سنی صریح افاد میں نے یہ رسالہ بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے مصنف نے جید کلام لکھا اور ہر نص روشن کا افادہ کیا۔

(مہرصاف نخواندہ شد)

کتبہ الفقیر الی اللہ تعالٰی محمد بن محمد الغرب الشافعی خادم العلم بالمسجد النبوی

شرح دستخط مولٰنا عبد الکریم حنفی از علمائے مدینہ منورہ

لما تاملت فی ھذہ الرسالۃ وجدتھا کالسیف الصارم للمعاند الضال لا یطعن فیھا الا من اختل عقلہ وقبحت سیرتہ فی جمیع الاجال جب میں نے یہ رسالہ غور سے دیکھا اسے معاند گمراہ کے حق میں مثل تیغ براں پایا، نہ طعنہ کریگا اس میں مگر وہ جس کی مت کٹی اور عادت بد ہوئی ہر زمانہ میں۔ من خدام طلبۃ العلم المتوکل علی اللہ العظیم عبد الکریم بن عبد الحکیم بالمسجد نبوی۔

(المتوکل علی اللہ العظیم عبد الکریم بن عبد الحکیم)

شرح دستخط مولٰنا عبدالجبار حنبلی بصری نزیل مدینہ سکینہ

وقفت علٰی ھذا المجموع فالفیتہ مھندا سل علی من شق عصا الجماعۃ معز الاعن السنۃ

میں اس تالیف پر واقف ہُوا تو اسے ایک تیغِ ہندی پایا، کھینچی گئی اُس پر جس نے جماعت کا خلاف کیا اور سنّت سے کنارہ کش ہُوا۔ اشار برقمہ الی الشیخ الاجل الورع الفقیہ الزاھد

مولٰنا عبدالجبار الحنبلی البصری نزیل المدینۃ المنورۃ متع اللہ المسلمین ببقائہٖ اٰمین۔

(عبدالجبار)

شرح دستخط حضرت مولٰنا السید ابراہیم بن الخیار شافعی مفتی مدینہ امینہ

کم طالعت بعد مااطلعت ردود العلماء الاجلۃ علی الفرقۃ الضالۃ المضلۃ فمارأیت مثل ھذہ الرسالۃ

میں نے جب سے اطلاع پائی اس فرقہ گمراہ وگمراہ گر پر علمائے جلیل کے بہت رَد دیکھے مگر اس رسالہ کا مثل نظر سے نہ گزرا۔ قال بفمہ ورقمہ بقلمہ خادم العلم بالحرم النبوی الشافعی

ابراھیم ابن المرحوم محمد خیار الحسنی الحرمی۔

(ابراہیم بن محمد خیار)

الحمدُ للہ علٰی حصول المسئول وبلوغ الکلام نہایۃ المامول فقیر عبدالمصطفٰے احمد رضا سُنّی حنفی قادری برکاتی بریلوی نے اس رسالہ کا مسودہ اوائل رجب ۱۳۰۵ھ میں کیا پھر بوجہ عروض بعض اعراض اہتمام دیگر اغراض مثل تحریر مسائل وتصنیف بعض دیگر رسائل جن کی ضرورت اہم نظر آئی اس کی تبییض نے تاخیر پائی۔ اب بحمداللہ بعنایت الٰہی واعانت حضرت رسالت پناہی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام وعلٰی آلہٖ وصحبہ الکرام سلخ شعبان سنہ مذکورہ کو وقتِ عصر یہ مسودہ مبیضہ ہُوا اور اثنائے تبییض میں سرکار مفیض سے فیوض تازہ کا افاضہ ہُوا۔

والحمد اولاً واٰخراً وباطنا وظاھرا وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد واٰلہٖ وصحبہ وابنہ وحزبہ وعلینا بھم وبارك وسلم تسلیما کثیرا نسئل اللہ تعالٰی ان یتقبل سعینا ویغفرلنا ذنوبنا ویرحم فاقتنا ویحیینا مسلمین ویمیتنا مومنین ویحشرنا فی زمرۃ

اور اوّل وآخر، باطن وظاہر میں خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ ہمارے آقا ومولا حضرت محمد، ان کی آل واصحاب، ان کے فرزند، ان کی جماعت پر، اور ان کے طفیل ہم پر بھی خدا کا درود، برکت اور بکثرت سلام ہو۔ اللہ تعالٰی سے ہماری دُعا ہے کہ ہماری کوشش قبول فرمائے، ہمارے گناہ بخشے، ہماری محتاجی پر رحم فرمائے، ہمیں اسلام کے ساتھ زندگی اور ایمان کے ساتھ موت نصیب

الصالحین وان ینفع بھذا التالیف وسائر تصانیفی جمیع اخوانی فی الدین۔ انه سمیع قریب قدیر مجیب والحمد للّٰه رب العلمین۔

کرے، صالحین کی جماعت میں ہمارا حشر فرمائے، اور اس تالیف سے اور میری دوسری تصانیف سے میرے تمام دینی بھائیوں کو فائدہ پہنچائے۔ بیشک وُہ سُننے والا قریب، قدرت والا مجیب ہے، اور سب خُوبیاں خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

تمّت و بالخیر عمّت

(رسالہ تمام ہوا اور خیر کے ساتھ عام ہوا۔ ت)

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تکمیل جمیل و تسجیل جلیل چند فوائد عالیہ کی یاد دہانی میں

حامدا و مصلیا و مسلما

ہرچند یہ فوائد وہی ہیں جن کا ثبوت مباحث رسالہ میں گزرا مگر کتاب میں ان کے لیے کوئی فصل معین نہ تھی متفرق مواقع پر واقع ہُوئے لہذا اُن کے مہتم بالشان ہونے نے چاہا کہ یہاں اُن کے مواضع پر مطلع کر دیا جائے۔

فائدۂ اُولٰی: اس مسئلہ میں خلاف کرنے والے بدعتی گمراہ ہیں۔ دیکھو (قول ۱/۱۵ کہ ادراکاتِ موتٰی کا انکار مذہب معتزلہ ہے، قول ۲/۱۸ کہ بعض معتزلہ رافضی جمادیت موتٰی سے سند لائے، قول ۳/۱۹ کہ میّت کا جماد ہونا مذہب اعتزال ہے (قول ۴/۲۵ کہ علم موتٰی کا منکر نہ ہوگا مگر حدیثوں سے جاہل ہے اور دین سے منکر، قول ۵/۱۹۹ و ۶/۲۰۰ کہ علم وسمع بصر موتٰی پر تمام اہل سنّت وجماعت کا اجماع ہے۔ تو ظاہر کہ اُن کے اجماع کا مخالف نہ ہوگا مگر بدمذہب گمراہ۔

فائدۂ ثانیہ: اہلِ قبور کہ زائروں کو دیکھتے پہچانتے، اُن کا کلام سُنتے، سلام لیتے، جواب دیتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ ہے اس میں کسی دن کی تخصیص نہیں، جمعہ وغیر جمعہ سب یکساں، نہ کسی وقت کی خصوصیت، ہاں جمعہ کے دن خصوصاً صبح کو معرفت ترقی پر ہوتی ہے، دیکھو (قول ۱/۶۶ و ۲/۶۶ و ۳/۸۰ و ۴/۸۱ و ۵/۸۲ وحاشیہ قول ۶/۸۱) اور خود وُہ تمام احادیث اور صدہا اقوال کہ فصول مقاصد دوم سوم میں اس مطلب پر منقول ہوئے اپنے اطلاق وارسال سے اس عموم واطلاق کی دلیل کافی ہیں کما مرت الاشارۃ الیه فی الکتاب (جیسا کہ کتاب میں اس کی طرف اشارہ گزرا۔ ت)

فائدہ ثالثہ: ارواحِ مومنین کو اختیار رہتا ہے کہ زمین و آسمان میں جہاں چاہیں جائیں، سیر کریں، جولان فرمائیں، دیکھو (حدیث ۱/۱ و ۲/۹ و قول ۳/۱۲ و مقال ۴/۶) یہاں تک کہ بیداری میں اپنے مخلصین سے ملتے فیض بخشتے ہیں (مقال ۵/۷ و ۶/۱۷) ناتواں بیماروں کو پانی پلاتے، کپڑا اُٹھاتے ہیں (مقال ۷/۲) جہادوں میں شرکت فرماتے ہیں (مقال ۸/۱۵) دوستوں کی مدد، دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں (مقال ۹/۲۴) یہاں تک کہ شرح سُنن نسائی شریف میں تصریح فرمائی کہ رُوح کا حال جسم کا سا نہیں وُہ ایک وقت میں چند جگہ ہو سکتی ہے (قول ۷۹) میں کہتا ہوں اولیائے احیاء کی حکایات منقول کہ ایک وقت میں ستر جگہ تشریف فرما ہوتے تھے پھر بعد وصال کہ رُوح اپنی آزادی و ترقی کامل پر ہوتی ہے اُس وقت کے افعال کا کہنا ہی کیا ہے۔ زہر الربی میں یہیں یہ بھی نقل فرمایا کہ ایمان والوں کے دل اسے بے تکلف قبول کرسکتے ہیں کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خدمتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے سدرۃ المنتہٰی سے جُدا نہ ہوتے ہوں بلکہ اُسی آن میں یہاں بھی ہوں اور وہاں بھی العبارۃ علی الحاشیۃ (عبارت حاشیہ میں ہے۔ ت)

عنہ ھذا جبریل علیہ السلام رأہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولہ ست مائۃ جناح منھا جناحان سد الافق وکان یدنو من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی یضع رکبتیہ علی رکبتیہ ویدیہ علی فخذیہ وقلوب المخلصین تتسع للایمان بانہ من الممکن انہ کان ھذا الدنو وھو فی مستقرہ من السمٰوٰت وفی الحدیث فی رؤیۃ جبریل فرفعت راسی فاذا جبریل صاف قدمیہ بین السماء والارض یقول یا محمد انت رسول اللہ وانا جبریل فجعلت لا اصرف بصری الی ناحیۃ الا رأیتہ کذلک[1] ۱۲ - (م)

یہ جبریل علیہ السلام ہیں جنھیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہیں جن میں سے دو پروں نے سارا افق بھر دیا ہے اور وُہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قریب آتے یہاں تک کہ اپنے زانو حضور کے زانوؤں سے ملا کر اور اپنے ہاتھ حضور کی رانوں پر رکھتے۔ اور مخلصین کے دل اس بات پر ایمان کی وسعت رکھتے ہیں کہ یہ ممکن ہے کہ یہ قُرب اُسی حال میں ہو جب وُہ آسمانوں کے اندر اپنے مستقر میں موجود ہوں۔ اور حدیث میں حضرت جبریل کو دیکھنے کے بارے میں ہے: میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبریل آسمان و زمین کے درمیان اپنے قدموں پر صف بستہ کہہ رہے ہیں اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہُوں۔ پھر جس طرف بھی نگاہ پھیرتا انھیں اسی کیفیت میں دیکھتا۔ (ت)

---

[1] زہر الربی علی سنن النسائی کتاب الجنائز ارواح المومنین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۹۲

پھر سفہائے غافلین کا خود حضور پرنور روح القسط روح القدس روح الارواح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت یہ جاہلانہ وسوسہ کہ اگر وہ کسی مجلس خیر میں تشریف لائیں تو پیش از قیامت مرقدِ اطہر سے خروج لازم ہو اور چاہیے کہ اس وقت روضۂ انور خالی رہ جائے، محض حماقت ہے۔

اولاً وہی رُوح کا جسم پر قیاس اور زندانِ وہم میں سلطانِ عقل کا احتباس۔

ثانیاً ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ رُوحیں تو عوام مومنین کی بھی قبور میں محبوس نہیں رہتیں بلکہ اپنے اپنے مراتب کے لائق علیین یا جنت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہ میں ہوتی ہیں جسے علمائے کرام یہاں تک کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی تفسیر عزیزی[ع] میں مفصلاً ذکر کیا۔

ثالثاً یہ اعتراض بعینہٖ اُن احادیثِ کثیرہ پر بھی وارد جن میں صریح تصریح کہ ارواح مومنین بعد انتقال جہاں چاہیں سیر کرتی ہیں، لازم کہ جب وہ سیر کو جائیں قبریں خالی رہ جائیں اور قیامت سے پہلے حشر ہو جائے مگر جہل و تعصب جو نہ کرائیں وہی غنیمت ہے۔ چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک سوال آیا زید کہتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روضۂ انور سے جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں، عمرو منکر ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہٗ نے اس کے جواب میں مفصل فتوٰی لکھا اور وہاں اس سیر و اختیار کو شہداء وغیر شہداء عام مومنین کی ارواح کے لیے بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور کلماتِ علمائے دین سے اس کے وقائع نقل کئے۔ یہ

ع مقامِ علیین بالائے ہفت آسمان است و پایینِ آن متصل بسدرۃ المنتہٰی است و بالائے آن متصل بپایۂ راست عرش مجید است و ارواحِ نیکاں بعد از قبض در آن جا می رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر می مانند و عوام صلحا را بعد نویسانیدن تمام و رسانیدن نامہائے اعمال برحسبِ مراتب در آسمانِ دُنیا یا درمیانِ آسمان و زمین یا در چاہِ زمزم قرار می دہند و تعلقے بقبر نیز ایں ارواح را می باشند[1] آخر عبارت تک کہ مقال ۷ میں گزری ۱۲ از تفسیر عزیزی (م)

علیین ساتوں آسمان کے اُوپر ہے اس کا زیریں حصہ سدرۃ المنتہٰی سے متصل ہے اور بالائی حصہ عرش مجید کے دائیں پائے سے متصل ہے۔ نیکوں کی رُوحیں قبض ہونے کے بعد وہاں پہنچتی ہیں اور مقربین یعنی انبیاء و اولیاء اس مستقر میں رہتے ہیں، اور عام صالحین کو درج کرانے اور اعمال نامے پہنچ جانے کے بعد حسبِ مراتب آسمانِ دنیا یا درمیان آسمان و زمین یا چاہِ زمزم میں جگہ دیتے ہیں، اور ان ارواح کو قبر سے بھی ایک تعلق رہتا ہے۔ (ت)

---

[1] تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ زیر آیۃ ان کتاب الابرار لفی علیین مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۱۹۳

فتوٰی فقیر کی مجلد ششم فتاوٰی مسمّٰی بہ العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں منسلک ۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

فائدہ رابعہ لغایت نافعہ : ارواحِ طیبہ کے نزدیک دیکھنے سُننے میں دُور و نزدیک سب یکساں ہے ۔ یہ ایک مطلب نفیس وجلیل وعظیم الفائدہ ہے جس کی طرف توجہ خاص لازم ۔ دیکھو (قول ۱/۶۵) کہ اولیاء احیاء نورِ خدا سے دیکھتے ہیں اور نورِ خدا کو کوئی چیز حاجب نہیں ، پھر اموات کا کیا کہنا (قول ۲/۶۶) کہ قبر سے نزدیکی تو جمعہ کو ہوتی ہے اور ادراک وشناخت دائمی (قول ۳/۸۷ و ۴/۸۹) کہ رُوح جنت یا آسمان یا علیین میں رفیقِ اعلٰی میں ہوتی ہے اور وہیں سے زائر کی آواز سُنتی ہے ، جواب دیتی ، ادراک کرتی ، اپنے بدن سے کام لیتی ہے ، پھر کون بتاسکتا ہے کہ زمین سے جنت تک کئے لاکھ کئے کروڑ منزل کا فاصلہ ہے نہ کہ بریلی سے بغداد یا ہند سے مدینہ صلے اللہ تعالٰی علٰی مالکہا وآلہ وبارک وسلم (قول ۵/۱۱۳ و ۶/۱۱۴) ارواح کے آگے کچھ پردہ نہیں اور انھیں سارا جہان یکساں ہے (قول ۷/۱۸۷ و ۸/۱۸۸ و ۹/۱۸۹) کہ ارواحِ قدسیہ سب کچھ ایسا دیکھتی سُنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے (مقال ۱/۲) شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول کہ رُوح کو قُرب و بُعد مکانی اس دریافت کا حاجب نہیں اس کا حال نگاہ کا سا ہے کہ کُنویں کے اندر سے ساتوں آسمان کے ستارے دیکھ سکتی ہے ۔ یہی معنی ہیں ارشادِ عالی دو امام اہلبیت طہارت ، دو فرزند ریحانین رسالت حضرت امام اجل زین العابدین علی بن حسین شہیدِ کرب وبلا وحضرت امام حسن مثنّٰی ابن امام اکبر سیدنا حسن مجتبٰے صلوات اللہ وسلامہ علٰی ابیہم الکریم وعلیہم کے کہ زائرانِ مزارِ اقدس سے فرمایا :

انتم ومن فی الاندلس سواء ۔ حکاہ فی جذب القلوب وغیرہ ۔

تم اور جو اندلس میں بیٹھے ہیں برابر ہیں (اسے جذب القلوب وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے ۔ ت)

سوال ۶ میں حدیث گزری کہ اللہ تعالٰی کا ایک فرشتہ ہے جو روضۂ اقدس پر کھڑا تمام جہان کی آوازیں سُنتا ہے ۔ معلوم ہُوا کہ یہ خاصۂ ملزومۂ الوہیت نہیں بلکہ بندے کو اس کا حصول ممکن اور زیرِ قدرتِ الٰہی داخل ، پھر کسی کے لئے اُس کا اثبات شرک ہونا عجب تماشا ہے ۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس کی تحقیقِ تام اپنے رسالہ سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی میں ذکر کی وباللہ التوفیق ۔

فائدہ خامسہ : ولہٰذا اُن کی امداد ہر جگہ جاری ، کچھ نزدیکوں پر منحصر نہیں ، اور اسی لیے اُن سے استمداد اور اُن کی ندا میں بھی حضورِ مزار غیر مشروط بلکہ جہاں سے چاہو صحیح ودرست ہے اگرچہ حضورِ مزارات میں نفع اتم وزائد ہے دیکھو (قول ۱/۱۳ و ۲/۱۱۴) غور کرو ائمہ مجتہدین کے پیرو تمام ملکِ خدا میں کہاں سے کہاں تک پھیلے ہیں پھر وہ کیونکہ ہر شخص کی ہر مشکل وآفت میں مدد فرماتے اور دائمًا خبرگیراں رہتے ہیں ، اسی طرح حضرات اولیائے کرام

اپنے مریدانِ سلاسل کے ساتھ، دیکھو (قول ۳/۹۷) خود سیّدی احمد زرّوق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: جب کوئی مصیبت آئے یا زرّوق کہہ کر پکاریں فوراً مدد کو آؤں گا دیکھو (قول ۴/۱۴) اور شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول، دیکھو (مقال ۵/۸۸) شاہ ولی اللہ کہتے ہیں گھر بیٹھے ارواحِ طیبہ کی طرف توجہ کرو، دیکھو (سوال ۶/۱۲) مرزا مظہر صاحب عارضہ جسمانی میں حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی طرف اور مشکل باطنی میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب توجہیں کرتے اُدھر سے امداد فرمائی جاتی، دیکھو (سوال ۷/۱۶ و مقال ۸/۳۲) گھر بیٹھے قصائد سناتے ارواحِ عالیہ سے نوازشیں پاتے، دیکھو (سوال ۹/۱۸ و مقال ۱۰/۱۰) حضور پُرنور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت کہا حضور کے جس متوسل سے ملاقات ہُوئی توجہ والا اس کے حال پر مبذول پائی، دیکھو (مقال ۱۱/۳۳) مغلوں کا بیان کہ جنگل میں سوتے وقت اپنا مال حضرت خواجہ بہاءُ الحق والدین نقشبند قدس سرہ العزیز کی حمایت میں سونپتے ہیں اس پر غیب سے مدد پاتے ہیں دیکھو (مقال ۱۲/۴۴) ہر شہر میں بندگانِ خدا ولایت و قطبیت کے مراتب پاتے ہیں پھر کیونکر ان سب کو وُہ فیض حضرت ائمہ اطہار و حضور غوث الثقلین رضی اللہ تعالٰی عنہم عطا فرماتے ہیں، دیکھو

عہ **فائدہ جلیلہ**: علامہ زیادی پھر علامہ اجہوری پھر علامہ داؤدی پھر علامہ شامی فرماتے ہیں: جس کی کوئی چیز گُم جائے مکان بلند پر رُو بقبلہ کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نذر کرے پھر اس کا ثواب حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں ہدیہ کرے اس کے بعد یوں عرض پیرا ہو کر: یاسیدی احمد یا ابن علوان! میری گمی ہوئی چیز مجھے مل جائے الخ۔ ردالمحتار حاشیہ درمختار کے منہیہ میں ہے:

قرر الزیادی ان الانسان اذا ضاع لہ شیئ واراد ان یردہ اللہ سبحانہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقرأ الفاتحۃ ویھدی ثوابھا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم یھدی ثواب ذلک لسیدی احمد بن علوان ویقول یاسیدی احمد یا ابن علوان ان لم ترد علی ضالتی و الا نزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ تعالٰی یرد علی من قال ذلک ضالتہ ببرکتہ اجھوری مع زیادۃ کذا فی حاشیۃ شرح المنھج للداؤدی رحمہ اللہ تعالٰی انتھی[1] ۱۲ (م)

زیادی نے بیان کیا ہے کہ جب کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور چاہے کہ اللہ تعالٰی اسکی چیز واپس لوٹا دے تو کسی اونچی جگہ پر قبلہ رُو کھڑا ہو جائے، فاتحہ پڑھے اور اس کا ثواب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہدیہ کرے پھر اس کا ثواب سیدی احمد بن علوان کو ہدیہ کرے اور عرض گزار ہو کر یاسیدی احمد، یا ابن علوان! اگر آپ نے میری گم شدہ چیز واپس نہ کرائی تو دفترِ اولیاء سے آپ کا نام نکلوا دُوں گا۔ اللہ تعالٰی یہ کہنے والے کو اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے واپس دلادے گا ــــ اجہوری باضافہ، اسی طرح داؤدی رحمہ اللہ تعالٰی کی شرح منہج میں ہے ۱۲ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب اللقطۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۲۴

(مقال ۱۳/۳۸ و ۱۴/۳۹ و ۱۵/۴۰ و ۱۶/۴۱ و ۱۷/۴۲ و ۱۸/۴۳ و ۱۹/۴۴ و ۲۰/۴۵ و ۱۱/۶۴) سلطنتیں اور امارتیں کس ملک میں و شہر میں نہیں ہوتیں، پھر اُن سب میں حضرت مولیٰ مشکل کشا کا توسط کیونکر ہوتا ہے، دیکھو (مقال ۲۲/۱۸) حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے شیخ ابوالرضا کو اسرار تعلیم فرمائے، دیکھو (مقال ۲۳/۷۰ و ۲۴/۷۱) یہ ایک عجوزہ کو پانی پلا کر لحاف اُڑھا کر غائب ہوگئے، دیکھو (مقال ۲۵/۷۲) حضور غوثِ اعظم و حضرت نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنے مریدانِ سلسلہ کی تربیت فرمائی، دیکھو (مقال ۲۶/۷۶ و ۲۷/۷۷) اسمٰعیل دہلوی مدعی کہ دونوں ارواحِ طیبہ نے ان کے پیر پر جلوہ فرمایا اور پہر بھر تک توجہ بخشی، دیکھو (مقال ۲۸/۷۸) و لہذا یا رسول اللہ ، یا علی ، یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنا بے تخصیصِ مکان و قیدِ زمان جائز ہُوا اور شاہ ولی اللہ اور اُن کے اکابر نے یا علی یا علی کا وظیفہ کیا، دیکھو ۲۹/۱۶۰ و ۳۰/۱۶۱ و ۳۱/۱۶۲ و مقال ۳۲/۹۰ و ۳۳/۹۱ و ۳۴/۹۲ و ۳۵/۹۳ و ۳۶/۹۴ و ۳۷/۹۵ و ۳۸/۹۶ و ۳۹/۹۷ و ۴۰/۹۸ و ۴۱/۹۹ و ۴۲/۱۰۰ و ۴۳/۱۰۱ و ۴۴/۱۰۲ و ۴۵/۱۰۳ و ۴۶/۱۰۴ ۔ مسلمان ان فوائد سے غفلت نہ کرے کہ بہت نافع ہیں اور ضلالت سے مانع، واللہ الہادی الیٰ صراط مستقیم (اور خدا ہی سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت)

تنبیہ : یہ مواضع بعیدہ سے استمداد و ندا کا مسئلہ بجائے خود ایک مستقل تالیف کے قابل ہے جس کی تائید میں خود حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بہت احادیث اور خاص تصریح میں حضرت عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر و عثمان بن حنیف وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم کے آثار اور علاوہ ان چھیالیس۴۶ مصرحوں ، تیرہ۱۳ مؤیدوں کے جن کی طرف فائدہ خامسہ و رابعہ میں ایما ہُوا بہت ائمہ دین و علمائے معتمدین و کبرائے خاندان عزیزی کے اقوال اس وقت میرے پیشِ نظر جلوہ کر رہے ہیں عجب نہیں کہ حضرت حق جل وعلا کا ارادہ ہو تو فقیر اپنے رسائل کثیرہ کی تتمیم و تبییض سے فارغ ہو کر خاص اس باب میں ایک جامع رسالہ ترتیب دے اور ان سب احادیث و اقوالِ ماضیہ و آتیہ کو فراہم کرکے تحقیقات سلطنۃ المصطفٰی وغیرہا میں افاضاتِ تازہ کا اضافہ کرے واللہ الموفق وبہ نستعین والحمدللہ رب العٰلمین (اور خدا ہی توفیق دینے والا ہے، اور اسی سے ہم مدد مانگتے ہیں اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

تذییل

نواب صدیق حسن خان بہادر شوہر ریاست بھوپال رسالہ تقصار جیود الاحرار میں تصریح کرتے ہیں کہ غوث الثقلین و غوث اعظم و قطب الاقطاب کہنا شرک سے خالی نہیں ۔ میں کہتا ہوں نواب بہادر نے یہاں خدا جانے کس خیال سے ایسا گِرا ہوا لفظ لکھا ورنہ بیشک تمام وہابیہ پر فرض قطعی کہ صرف لفظ غوث کہنے پر خالص شرک جلی کا حکم لگائیں، غوث اعظم و غوث الثقلین تو بہت اجل و اعظم ہے، آخر غوث کے کیا

53
53

معنی ، فریاد کو پہنچنے والا ۔ جب ان کے نزدیک استمداد و فریاد شرک ، تو "فریاد رس" کہنا کیونکر شرک صریح نہ ہوگا !
اب دیکھئے کہ ان حضرات کے طور پر کون کون مشرک ہوگیا ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی و میاں اسمٰعیل دہلوی نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو غوث الثقلین لکھا ، دیکھو (مقال ۳۸ و ۷۸) شاہ ولی اللہ امام معتمد اور شیخ ابو الرضا ، اُن کے جدِ امجد ، اور مرزا جانجاناں اُن کے ممدوح اوحد ، اور ان کے پیر سلسلہ شیخ عبدالاحد نے غیاث الدارین حضور غوث الثقلین کو غوثِ اعظم کہا ، دیکھو (مقال ۶۱ ، ۷۰ ، ۷۱ ، ۷۶ ، ۷۷) شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا :

برخے از اولیاء مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالیٰ سرہما[۱]۔

کچھ اولیاء خلائق کے مسجود اور دلوں کے محبوب ہوگئے ہیں جیسے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالیٰ سرہما (ت)

تنبیہ : ذرا "یہ مسجود خلائق" کا لفظ بھی پیش نظر رہے جس نے شرک کا پانی سر سے گزار دیا ۔ میاں اسمٰعیل نے صراطِ مستقیم میں کہا :

طالبانِ نافہم میدانند کہ ما نیز ہم پایۂ حضرت غوث الاعظم شدیم[۲]۔

نافہم طالب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بھی حضرت غوث الاعظم کے ہم پایہ ہوگئے ۔ (ت)

انھیں بزرگوار نے حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز کو قطب الاقطاب لکھا ، دیکھو (مقال ۹۷) اور یہاں مولوی اسحٰق صاحب تو رہے ہی جاتے ہیں جنھوں نے مائۃ مسائل کے جواب سوال دہم میں کہا : "ولایت و کرامت حضرت غوثِ اعظم قدس سرہٗ[۳]" غرض مذہب طائفہ عجب مہذب مذہب ہے جس کی بناء پر تمام ائمہ و عمائد طائفہ بھی سَو سَو طرح مشرک کافر بنتے ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

تنبیہ مہم واجب الملاحظہ ہر مسلم

الحمد للہ کلام نے ذروۂ منتہیٰ لیا اور بیان نے مسئلے کو اُس کا حق دیا ذلک من فضل اللہ علینا

---

[۱] تفسیر عزیزی پارہ عم سورۃ الم نشرح مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ص ۳۲۲
[۲] صراط مستقیم تکملہ دربیان سلوک ثانی راہِ ولایت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲
[۳] مائۃ مسائل جواب سوال دہم مسئلہ ۹ مکتبہ توحید و سنت پشاور ص ۲۰ و ۲۱

وعلی الناس ولکن اکثرالناس لایشکرون (یہ ہم پر اور لوگوں پر خدا کا ایک فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں
کرتے۔ت) اب حضراتِ وہابیہ سے اتنا پوچھ لینا چاہئے کہ اس مختصر رسالہ کے مقصد سوم نے علماء کے تین سو پانچ[۳۰۵]
قول آپ کے گوش گزار کیے جن میں ایک سو انچاس[۱۴۹] علم وسمع وبصرِ موتٰی کے متعلق خاص، اور پانچ[۵] میں یہ کہ اولیاء کی
کرامتیں بعد وصال بھی باقی ہیں، ان ایک سو چوّن[۱۵۴] پر تو آپ کی سرکار سے شاید صرف حکمِ بدعت وضلالت ہو اگرچہ
وہ بھی بتصریح امام الطائفہ مثل شرک مخلِ اصل ایمان ہے، باقی کتنے رہے ایک سو اکاون[۱۵۱]، اور تین قول ابھی ا
اسی تکملہ کے فائدہ رابعہ میں تازہ مذکور ہوئے، یہ پھر ایک سو چوّن[۱۵۴] ہوگئے جن کے مفاد ومقاصد کی تفصیل اس
جدول سے ظاہر:

اس باب میں کہ	اقوال ائمہ وعلمائے سلف	مقالاتِ خاندانِ عزیزی	کُل	مجموعہ
اولیاء بعد وصال بھی تصرف فرماتے ہیں	۸	۷	۱۵	۱۵۴
وہ بعد رحلت بھی بدستور نزدیک ودُور مدد کرتے ہیں	۲۵	۵۹	۸۴	
وقتِ حاجت اُن سے استعانت اور ان کی ندا نزدیک ودُور ہر جگہ سے روا۔	۱۶	۲۶	۴۲	
ارواح طیبہ کو بعد انتقال دیکھنے سننے میں دُور ونزدیک یکساں	۱۲	۱	۱۳	

اب ان کی نسبت ارشاد ہو وہ **ایک سو چوّن**[۱۵۴] بدعت تھے، یہ ایک سو چوّن[۱۵۴] آپ کے مذہب میں خالص
شرک اور ان کے قائل ائمہ وافاضل عیاذًا باللہ پکے مشرک ٹھہریں گے یا نہیں؟ اگر کہئے نہ (اور خدا کرے ایسا ہی ہو)
تو الحمدللہ کہ ہدایت پائی اور کفر وشرک کی تیز وتند کہ مدتوں سے بیرنگ چڑھی تھی اُتار پر آئی، ربِ قدیر کو ہدایت فرماتے
کیا دیر لگتی ہے، آخر کلمہ پڑھتے ہو، شاید پاسِ اسلام کچھ جھلک دکھا جائے، اور محبوبانِ خدا وائمہ ہدٰی کو معاذاللہ
کافر ومشرک کہتے جگر تھرائے، انّ ذٰلک علی اللہ یسیر انّ اللہ علٰی کل شیئ قدیر (بیشک وہ خدا پر
آسان ہے یقینًا اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ت) اور اگر شاید اصرارِ مذہب وتعصبِ مشرب آڑے آئے،
اور بے دھڑک آپ کے منہ سے ہاں نکل جائے، تو آپ صاحبوں سے تو اتنا عرض کروں گا کہ حضرات! جنھیں آپ نے
مشرک کہہ دیا ذرا نگاہ رُوبرو، اُن میں شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحبان اور ان کے اسلاف واخلاف
یہاں تک کہ خود بانیٔ مذہب امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی بھی ہیں اب ان کی نسبت تصریحًا استفسار، اگر
یہاں جھجکے تو کہوں گا کیوں صاحب! اسی بات پر ائمہ ہدٰی تو پناہم بخدا چنین وچناں ٹھہریں اور یہ حضرات مطلق العنان

کیا اُن کے لیے کوئی وحی آگئی ہے کہ احکام الٰہی سے مستثنیٰ رہیں، یا اُنھوں نے رحمان سے عہد لے لیا ہے کہ اُن کی امّت میں بال نہ آئے اگرچہ شرک کے بول کہیں۔

اٰللّٰہ اذن لکم بھذا ام علی اللّٰہ تفترون[1] ○ مالکم کیف تحکمون ○ ام لکم کتٰب فیہ تدرسون ○ ان لکم فیہ لما تخیرون[2] ○

کیا خدا نے تم کو اس کا اذن دیا ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟ تمھیں کیا ہُوا تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ یا تمھارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ اس میں تمھارے لئے وُہ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ (ت)

اور اگر شاید بات کی پیچ ایسی ہی آپڑی کہ یہاں بھی کُھل کر شرک کی جڑی سے

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گزشتی
گومشتِ خاکِ ماہم برباد رفتہ باشد

(میں خوش ہوں کہ تم رقیبوں سے دامن کھینچ کر نکل گئے، گو اس میں ہماری خاک بھی برباد گئی۔ ت)

غرض اس تقدیر پر آپ سے زیادہ عرض کا کیا محل ہوگا جز اٰین کہ سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین[3] ○ (سوائے اس کے کہ تم پر سلام ہم نادانوں کو نہیں چاہیے۔ ت) ہاں عوام اہلسنّت کو بیدار کروں گا کہ بھائیو! اب بھی وضوحِ حق میں کچھ باقی ہے جس نامہذب مذہب ناپاک مشرب کی رُو سے صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و علمائے دین و اولیائے کاملین قرونِ ثلٰثہ سے لے کر آج تک سب کے سب معاذ اللہ مشرک کافر بدعتی خاسر ٹھہریں ع

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ظاہر ہے کہ وُہ طائفہ تالفہ کیسا ہوگا اور اُسے سنّت وجماعت سے کتنا علاقہ، سُبحان اللہ سنّت جماعت کو شرک بتائیں، جماعتِ سنّت کو مشرک ٹھہرائیں، پھر سُنّی ہونے کا دعوٰی بجا۔

کلّا و رب العرش الاعلٰی قد جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا و الحمد للّٰہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید المرسلین محمد و اٰلہ و صحبہ اجمعین۔ سبحانک اللھم و بحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک و اتوب الیک و الحمد للّٰہ رب العالمین۔

عرشِ اعلٰی کے رب کی قسم، ہرگز نہیں! فرمادو حق آیا اور باطل مٹا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ ساری تعریف خدا کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود وسلام رسولوں کے سردار حضرت محمد اور اُن کے سب آل واصحاب پر، اے اللہ! تیری حمد کے ساتھ تیری پاکی بیان کرتا ہُوں، میں گواہی دیتا ہُوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے مغفرت کا طالب اور تیری بارگاہ میں تائب ہُوں۔ اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک اللہ کے لیے ہیں (ت)

---

[1] القرآن ۱۰/۵۹
[2] القرآن ۶۸/۳۶ تا ۳۸
[3] القرآن ۲۸/۵۵